طلوع اسلام

حصہ چہارم

بنو عباس

از

رشید اختر ندوی

ناشر

تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور

٢

قیمت چار روپے للعہ

تعداد اشاعت دو ہزار ٢٠٠٠

جولائی ۱۹۴۹ء

ماخذ،
تاریخ طبری - ابن خلدون - کامل ابن اثیر اور واقدی

رشید اختر ندوی
واٹر کورس روڈ - کراچی

بنو عباس
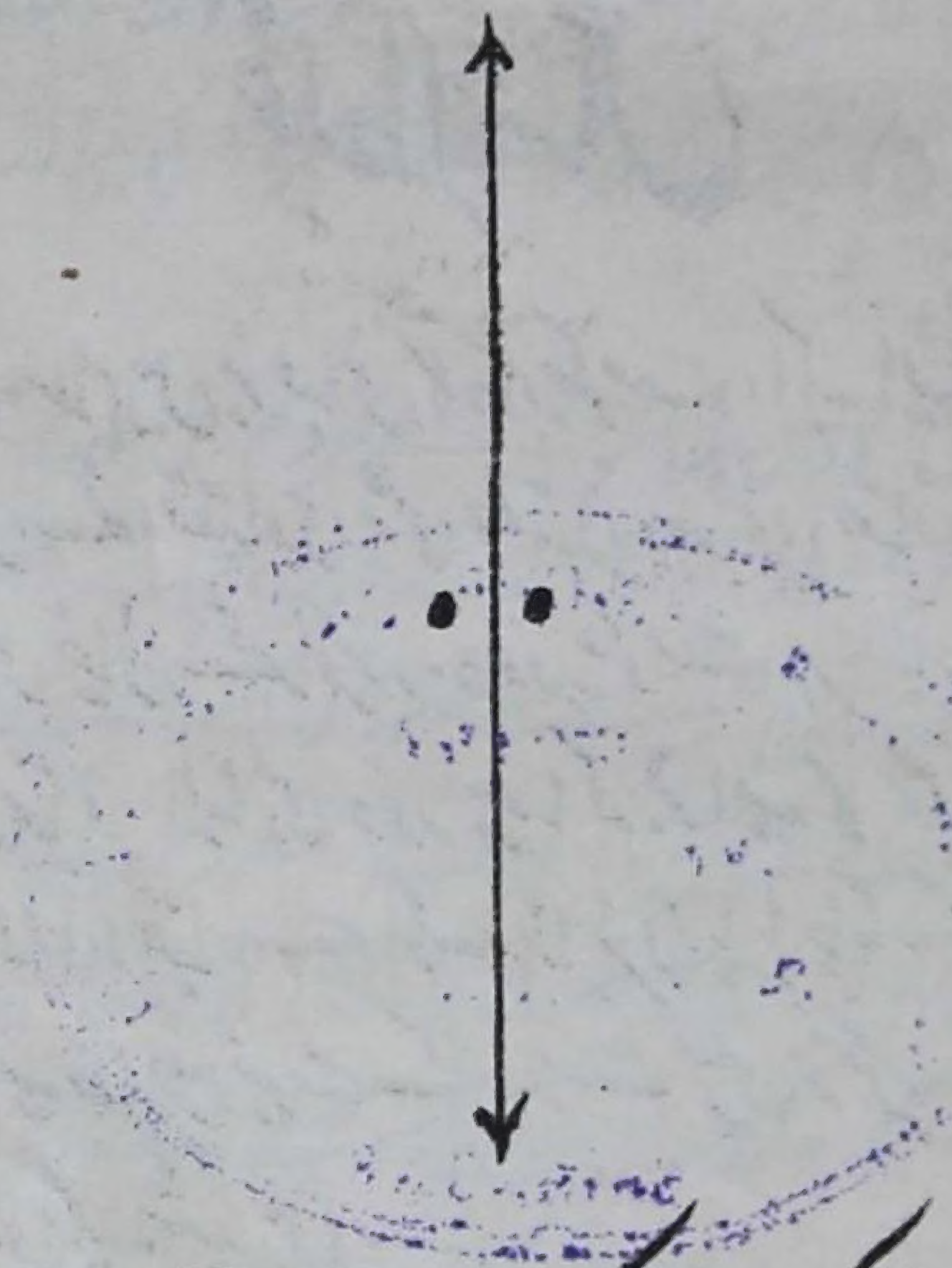
ملوکیت کی دُوسری شاخ

پہلا باب

غلط احساس

یوں تاریخ اسلام میں بنو عباس کا دورِ حکومت، ایک ایسا دور سمجھا جاتا ہے جس میں مسلمانوں نے اقتصادی، علمی، تمدنی اور فنی اعتبار سے غیر معمولی ترقی پائی۔ لیکن اس خیال کے باوجود۔ یہ دورِ حکومت ہر اعتبار سے شخصی یا خالص ملوکیت کا دور تھا، ایسا ہی دور جیسا کہ بنو امیہ کا تھا۔ البتہ اس دورِ حکومت میں خاندانی اعتبار سے ایک بڑا فرق پایا جاتا ہے۔ اسلام لانے سے پہلے بنو امیہ خاندانِ نبوت کے دوست نہیں دشمن تھے۔ اور بنو عباس خاندانِ نبوت کا ایک شعبہ ہیں۔

اس خاندان کے جدِ امجد حضرت عباس رضؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب چچا بھی تھے اور پیروکار بھی۔ گو حضرت عباس رضؓ کو اسلام کے پروان چڑھانے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت اور خدمت میں وہ مقام نصیب نہیں ہوتا، جو ابو طالب کے حصّہ میں آیا۔ یا عباس رضؓ میں وہ

کس بل نہ تھا جو قدرت نے حمزہؓ کو عطا کیا تھا۔ لیکن ابوطالب اور حمزہؓ کی طرح عباسؓ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے محبوب چھوٹے بھائی کی نشانی سمجھ کر بہت چاہتے تھے۔ جب تک ابوطالب زندہ رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سپر بنے رہے۔ ابوطالب کی موت کے بعد حمزہ اور عباسؓ نے ابوطالب کی جگہ لے لی۔ حمزہؓ عشق محمدؐ میں بہت تیز گام تھے۔ بدر میں ان کے سبب ابوسفیان کے خاندان کو غیر معمولی نقصان پہنچا۔ حمزہ نے بڑے بڑے جنگاوری اموریوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ کا خاندان تو خصوصیت سے حمزہ کا نشانہ بنا اور اگر بدر کی فتح کو شخصی بہادری کا نتیجہ قرار دیا جائے۔ تو حمزہؓ کی بہادری اس فتح کا ایک بڑا سبب تھی۔

حضرت عباسؓ کا دامن اس شرف سے محروم رہا لیکن یہ کیا کم سعادت تھی۔ کہ عباسؓ محمد مصطفےٰ صلی اللہ وسلم کے محبوب چچا تھے۔ حضورؐ انسان تھے اور ایک انسان ہونے کی حیثیت سے حضورؐ کو اپنے رشتہ داروں سے وہی قرب یا تعلق تھا جو عام انسانوں کو ہوتا ہے۔ حضورؐ باپ کی صورت تک نہ دیکھ سکے۔ عبدالمطلب اس دنیا سے رخصت ہو گئے تو ابوطالب آگے بڑھے۔ ابوطالب تشریف لے گئے۔ تو حمزہ اور عباس نے اپنے بھتیجے کے سر پر ہاتھ رکھا، احد میں حمزہ شہادت پا گئے۔ اب حضورؐ کے سر پر بڑی ہاتھ رکھنے والا صرف ایک ہی وجود باقی رہ گیا، اور یہ عباسؓ تھے۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے صرف محبت کرنے والے چچا تھے۔ اسلام لے آئے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو کار بھی بن گئے۔ ابوطالب کی طرح عباس بھی ذرا سخت قسم کے بوڑھے تھے۔ ابوطالب تو موت تک اس بات کو عار سمجھتے رہے کہ بھتیجے یا اپنے

نچے کو اپنا مذہبی رہنما مانیں اور اس کی بتائی ہوئی باتوں پر اندھا دھند عمل کریں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت کوشش کی مگر ابو طالب کی مثال عباس رضؓ کے سامنے تھی اس مثال پر انہوں نے کئی سال عمل کیا ، لیکن ایمان کی دولت نصیب میں لکھی تھی ، اور جب یہ میسر آئی تو عباس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو کر جب نماز پڑھا کرتے تو انہیں ایسا محسوس ہوتا جیسے ساری کائنات کی بادشاہت کسی نے ان کے پاؤں میں رکھ دی ہے ۔ اور یہ احساس بہت بڑا احساس تھا ۔ اور عباس اکثر بھول جایا کرتے کہ وہ عمر میں محمدؐ سے بڑے اور رشتہ میں ان کے باپ کے بڑے بھائی ہیں ۔ مگر حضورؐ کبھی یہ نہ بھولتے ، وہ ہر لحمہ یہ یاد رکھتے کہ عباس رضؓ ان کے بزرگ چچا ہیں ۔ حضورؐ کو عباس سے جو محبت تھی ، اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے ۔ کہ فتح مکہ کے وقت جب اسلامی فوج مکہ سے ایک تیر کی زد پر ڈیرے ڈالی تھی ۔ ابوسفیان چھپ کر اس کا تماشہ کرنے نکلا تھا ۔ حضرت عباس رضؓ نے انہیں دیکھ لیا ۔ اپنے خچر پر انہیں اپنے ساتھ بٹھالیا ، اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کی طرف دوڑے ، فاروق اللہ ان سے راضی ہو ۔ اس رات پہرہ دے رہے تھے ۔ ابوسفیان کو یوں چھپ کر عباس رضؓ کے ساتھ جاتے دیکھا تو تلوار میان سے نکال لی اور پیچھے بھاگے ۔ عباس سواری پر تھے فاروقؓ ان تک پہنچ نہ سکے ، عباسؓ اپنی سواری کو تیز تیز دوڑاتے ابوسفیان کو رسول اللہؐ کی خدمت میں لے آئے فاروق رضؓ بھی ہانپتے کانپتے ننگی تلوار ہاتھ میں لئے محمدؐ کی بارگاہ میں پہنچے اور بلند آواز میں پکارے :-

میرے آقا اس شخص کے ہاتھوں آپؐ کی ذات اور آپؐ کے ساتھیوں کو غیر معمولی صدمات پہنچے ہیں ۔ یہ اسلام کی طاقت کو ہمیشہ کمزور

کرنے پر تلا رہا۔ مجھے اجازت دیجئے۔ میں اس کا سر قلم کردوں،
محمد مصطفےٰؐ مسکرائے، فاروقؓ والے آقا کے تبسم پر نگاہ کی تلوار ہاتھ سے
چھوٹ گئی اور آنکھیں جھک گئیں سرکارؐ نے دوسری بار اپنے بزرگ چچا کی
طرف دیکھا۔ اب ہونٹوں پر مسکراہٹ نہ تھی نگاہوں میں لوب تھا۔ اور جب
بولے تو آواز میں تیزی نہ تھی نرمی تھی ۔فرمایا۔
بزرگ چچا۔ انہیں اپنے خیمہ میں لے جایئے۔ رات یہ آپ کے پاس بسر کریں
اس وقت نبوت کی مصلحتیں نظر انداز کر دیجئے۔ صرف ایک بات
ذہن میں رکھیئے۔ کہ اسلام کے اس سب سے بڑے مفتوح یا بہتے مجبو دشمن
کو لانے والے حضرت عباسؓ تھے اور اس میں دو باتیں تھیں۔ عباسؓ محمدؐ
کے چچا بھی تھے، اور اسلام کے خیر خواہ بھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
خیال میں ان کے بزرگ چچا کسی ایسے آدمی کی سفارش نہ کر سکتے تھے جس
سے اسلام کو کسی قسم کا خطرہ ہو سکتا،
فاروقؓ کی نگاہ صرف دشمنی پر تھی اور محمدؐ کی نظر عباسؓ پر
تھی۔ یہ ایک مثال تھی، اس بات کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے
اس بزرگ چچا کو کس طرح چاہتے تھے۔ ہمارے نزدیک عباسؓ محمد
رسول اللہ کے محبوب چچا ہونے کے اعتبار سے تمام مسلمانوں کے مخدوم اور
سرتاج ہیں۔ اور ہمارا یہ خیال ذاتی نہیں ہے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت
فاروقؓ بھی عباسؓ کو اپنا مخدوم اور بزرگ سمجھتے۔ اور فاروقؓ کے دور
میں جس سال مدینہ میں سخت قحط پڑا اور بارش نہ ہوئی۔ تو فاروقؓ عباس
کو آگے آگے رکھ کر میدانوں میں گئے، اور دونوں ہاتھ اٹھا کر پروردگار عالم کو
مخاطب کیا اور کہا۔

حافظ امام ابن تیمیہؒ کی کتاب "قاعدہ جلیلہ فی التوسل والوسیلہ" جس کا اردو ترجمہ احسان الٰہی ظہیرؒ کے قلم سے "کتاب الوسیلہ" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ (ر۔ ن۔ ش) ۸۴/۵/۱۱

> پروردگار، ہم میں محمدؐ نہیں رہے۔ ان کے بزرگ چچا ہیں، ان کے طفیل، ہمارے اوپر کرم فرما۔ اور بارش سے کہہ ہماری پیاسی زمین سیراب کر دے۔

طبری کے بیان کے مطابق بارش ہوئی اور اس قدر ہوئی کہ ندی نالے بہ نکلے۔

فاروق رضؓ کے دور میں وظائف کی جو فہرست تیار ہوئی، اس میں سب سے پہلا نام حضرت عباس رضؓ کا تھا۔

اور یہ عظمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتے اور تقویٰ و پاکیزگی کے سبب انہیں ان کی زندگی میں بھی نصیب رہی اور ان کی موت کے بعد بھی ان کا دامن اس سے بھرا رہا۔ اور یہی وہ بنیادی پتھر ہے جسے بنیاد قرار دے کر ان کی اولاد نے مسلمانوں میں اپنی خلافت کا پراپیگنڈہ کیا۔

بعض روایات کے مطابق جو ہمارے نزدیک زیادہ مضبوط نہیں ہیں۔ حضرت عباس رضؓ کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت پانے کا خیال اس وقت پیدا ہوا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آخری بیماری میں مبتلا تھے۔ اور حضورؐ کے جانبر ہونے کے امکانات ختم ہو گئے تھے۔ مگر اس لمحہ حضرت عباس رضؓ نے جو خواہش ظاہر کی وہ اپنی ذات کے لئے نہ تھی بلکہ علی رضؓ کے لئے تھی۔ انہوں نے یہ بات بھی علی رضؓ ہی سے کہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور ان سے اپنے بارہ میں کچھ لکھوا لو۔ علی جوان تھے۔ اور عباس رضؓ کی طرح ان کی پرورش دو ماحولوں میں نہیں، صرف ایک ماحول میں ہوئی تھی۔ انہوں نے اس چیز کو زیادہ اہمیت نہ دی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ خلافت اور اس کے استحقاق کا مسئلہ۔ اسی لمحے پیدا ہوا، اور اسی لمحے، ابو بکر رضؓ اور

فاروق رضؓ کی رہنمائی میں حل بھی ہو گیا۔ جس وقت ابوبکر رضؓ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی اس وقت نہ علی رضؓ موقعہ پر موجود تھے اور نہ عباس رضؓ۔ یہ دونوں حضورؐ کی تکفین اور تدفین میں لگے تھے۔ اور جب انہیں دوسرے دن مدینہ کے مسلمانوں کے فیصلہ کا علم ہوا تو علی رضؓ چپ ہو گئے۔ حقیقتاً علی رضؓ خود کو خلافت پانے کا مستحق سمجھتے تھے، عباس رضؓ کا درجہ بعد میں تھا۔ علی رضؓ کچھ اس خیال سے اور کچھ حضرت فاطمہ رضؓ کی علالت اور پریشانی کے سبب گھر سے نہیں نکلے، البتہ عباس رضؓ باہر آئے، مسجد میں پہنچ کر شکوہ بھی کیا، مگر جب حقیقت جانی، تو ابوبکر رضؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ گویا حضرت عباس رضؓ نے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا کہ نبیؐ کی خلافت یا گدی وراثت میں بٹنے والی چیز نہیں ہے بلکہ یہ شرف اسی طرح حاصل ہو سکتا ہے جس طرح ابوبکر رضؓ کو حاصل ہوا،

اور پھر موت کے وقت تک (شیعوں کی روایات کو نظر انداز کر دینے کے بعد) حضرت عباسؓ کے دل میں خلافت پانے کا خیال پیدا نہیں ہوا۔ اور نہ یہ خیال۔ ان کے بیٹے حضرت عبداللہ کے دل میں جاگزیں ہوا، یہ صحیح ہے کہ حضرت فاروق کی شہادت کے بعد حضرت علی خلافت کے امیدوار تھے مگر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بارے میں کسی بھی راوی نے یہ داستان بیان نہیں کی۔ اور حتیٰ کہ اس زمانہ میں جب حضرت علی رضؓ خلافت کی گدی پر بیٹھے تو بھی حضرت عبداللہ بن عباس کے دل میں ایسا کوئی خیال نہیں آیا۔

حضرت علی رضؓ کے بعد امام حسن نے ان کی جگہ لی۔ اس وقت بھی حضرت عبداللہ بن عباس خلافت کے دعویدار نہیں ہوئے۔

حضرت حسن رضاکارانہ طور پر جبری حالات میں خلافت سے الگ

ہو گئے تو بھی عبداللہ بن عباس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے رشتہ کو وجہ خلافت قرار دے کر لوگوں سے نہیں کہا،

اے لوگو میری طرف آؤ، میں محمدؐ کا چچیرا بھائی اور عباس کا بیٹا ہوں۔

عبداللہ بن عباس اگر ایسا کرتے۔ تو اپنی دانائی۔ اپنے فہم۔ اپنے تقویٰ اور پرہیزگاری کے بنا پر اس کے مستحق تھے۔ مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا، اور جبری حالات کے تابع امام حسنؓ کی طرح امیر معاویہ کو بادشاہ مان لیا۔ امیر معاویہ نے زیادتی کی۔ یزید کو اپنا وارث قرار دے کر علما اور صحابہ کو دعوت دی کہ وہ بھی یزید کو اس کا وارث مان لیں جن لوگوں نے یزید کو وارث نہیں مانا۔ ان میں عبداللہ بن عباس۔ عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن زبیر اور حسین ابن علی تھے۔

امیر معاویہؓ کو یہ معلوم تھا۔ انہوں نے کوشش کی۔ مگر جب یہ لوگ نہ مانے تو وہ زندگی تک خاموش ہو رہے۔ موت کے وقت انہوں نے اپنے بیٹے یزید کو وصیت کی،

عبداللہ بن عباس۔ عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن زبیر۔ اور حسین ابن علی تمہارے رقیب ہو سکتے تھے۔ مگر پہلے دونوں عبداللہ تمہارے مقابلہ پر نہیں آئیں گے، اور نہ ان کے دلوں میں خلافت پانے کی آرزو ہے۔

امیر معاویہ کی اس وصیت کے علاوہ حالات و واقعات بھی اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے تادم مرگ۔ خلافت کے استحقاق کا نہ دعویٰ کیا ہے اور نہ لوگوں کو اپنی طرف بلایا ہے۔

کوفیوں کی درخواست پر جب حضرت امام حسین رضؓ کوفے تشریف لے جا رہے تھے تو ان کو سب سے زیادہ اصرار اور سختی سے روکنے والے یہی عبداللہ بن عباس تھے۔ عبداللہ بن عباس اگر خلافت کے مدعی ہوتے۔ تو حسین کو کبھی نہ روکتے اور رورو کر اور ان کے گھوڑے کی باگ پکڑ پکڑ کر انہیں نہ کہتے۔ میرے بھتیجے میری بات مان لو کوفے کے سفر سے رک جاؤ۔ تم چاہو تو یہاں امامت کا دعویٰ کر سکتے ہو۔ یہ لوگ تمہاری امداد کریں گے نہیں تو خراسان کی طرف چلے جاؤ وہاں کے لوگ تمہارے باپ کے مداح ہیں۔ وہ تمہارا ساتھ دیں گے۔

اگر نبوت سے رشتہ وجہ استحقاق خلافت تھا تو حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن عباس خلافت کے مدعی ہوتے۔ مگر انہوں نے کوئی دعویٰ نہیں کیا۔ اور عبداللہ زبیرؓ کو مکہ میں علم حکومت بلند کرنے دیا۔ ان کی راہ میں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی اور نہ لوگوں سے ایک بار بھی یہ کہا۔ عبداللہ بن زبیر خلافت کے مستحق نہیں ہیں میں ہوں کیونکہ میرا رشتہ محمد رسول اللہ سے ابن زبیر کی نسبت بہت زیادہ ہے۔

البتہ ہمیں اس بات سے اختلاف نہیں کہ جب حضرت امام حسین رضؓ کی شہادت کے بعد امام زین العابدین کے دل سے خلافت پانے یا اس کے لئے جدوجہد کرنے کا خیال قطعاً جاتا رہا تو عبداللہ بن عباس کی اولاد نے اپنے آپ کو چپکے چپکے خلافت کا مستحق ظاہر کرنا شروع کر دیا۔ طبری اور ابن خلدون نے گو اس جذبہ کی پرورش کی صحیح کیفیت روایت نہیں

کی۔ لیکن قیاس کہتا ہے۔ کہ عبداللہ بن عباس کے صاحبزادے حضرت علی کا دل حضرت حسین کے خاندان کی بربادی اور زین العابدین اور اس کی بہنوں کی بدحالی کو دیکھ کر بری طرح تڑپا۔ اور انہوں نے چپکے چپکے اپنے ساتھیوں اور دوستوں میں یہ احساس پرورش کرنا شروع کیا۔ کہ خلافت کی گدی پر جو لوگ بیٹھے ہیں وہ ظالم ہیں اور ہم مظلوم ہیں۔ حضرت علی بن عبداللہ بن عباس کی موت تک۔ صرف یہی احساس نشر ہوتا رہا۔ البتہ ان کے صاحبزادے نے جو باپ کی نسبت زیادہ حوصلہ مند، زیادہ جری اور زیادہ منطقی تھے۔ خود کو خلافت کا مستحق ظاہر کیا۔ اور اس استحقاق کی وجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ کو قرار دیا۔

یہاں ان میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسوں میں اختلاف پیدا ہوا۔ مگر یہ اختلاف ظاہری نہ تھا۔ باطنی طور پر تھا۔ جو مبلغ امام محمد کی طرف سے، خراسان۔ کوفے۔ بصرہ اور یمن یا دوسرے علاقوں میں بھیجے گئے، انہیں بھی یہ بات بتائی نہیں گئی۔ کہ وہ دعوت خاندان عباس کے لئے دیں یا خاندان علیؓ کے لئے۔ صرف ان کو ایک بات کی تاکید کی گئی۔ کہ وہ لوگوں کو اس بات کی تلقین کریں کہ خلافت کا استحقاق صرف ان لوگوں کو ہے جو زیادہ متقی۔ زیادہ نیک اور زیادہ دانا و دانشمند ہیں۔

زین العابدین کی اولاد میں سے جو لوگ امامت کے مدعی ہوئے، وہ اتنے دانا اور ایسے دور اندیش نہ تھے، انہوں نے اپنے دادا حسین کی طرح صاف باطنی اور صاف گوئی کو شیوہ بنائے رکھا۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ

خروج کرتے ہی مارے گئے - اور سارے خاندان کو ہزار ہزار مشکلات میں ڈال دیا - حالانکہ اگر یہ بات ایک لمحہ کے لئے مان بھی لی جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ استحقاقِ خلافت کی پہلی اور آخری شرط ہے - تو حضرت علی اور فاطمہ کی اولاد سب سے مقدم تھی ایک اس لئے کہ علی رضؓ نبیؐ کے چچیرے بھائی تھے اور دوسرے اس لئے کہ فاطمہ نبیؐ کی بیٹی تھیں - اور فاطمہ اور علی کی اولاد سے زیادہ رسول اللہؐ کا جانشین اور حقدار اور کوئی نہیں ہو سکتا -

مگر یہ بات وقت اور ذاتی مصلحت کے سبب امام محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے قطعاً نظر اندازی کر دی - اور اپنے مخصوص داعیوں کو اندر ہی اندر یہ بات سمجھا دی - کہ خلافت کے مستحق صرف آلِ عباس ہیں - یہ لوگ زیادہ تر خراسان میں پھیلے تھے، اور انہیں زیادہ تر وہیں کامیابی بھی ہوئی - اور یہ اس لئے کہ خراسان کے لوگ نبوت کے مقام اور اس کے لوازمات سے ابھی تک صحیح طور پر آگاہ نہ ہوتے تھے - ابھی وہ یہی سمجھتے تھے کہ جس طرح پہلی ایرانی حکومتیں نسلاً بعد نسلاً باپ سے بیٹے اور بیٹے سے پوتے کو ملتی رہیں - اسی طرح رسول اللہؐ کی جانشینی بھی ان کی اولاد کے حصہ میں آئی ہے - یہ لوگ زیادہ تر حضرت علی رضؓ کے ماننے والے تھے، حضرت علی رضؓ کے بعد ان کی توجہ حضرت امام حسن اور پھر حسین رضؓ کی طرف ہوئی - حضرت حسین رضؓ کی شہادت سے ان کے دل بُری طرح مغموم تھے اور گو وہ جابر اور قاہر یزید اور اس کے جانشینوں کے مقابلہ میں علی الاعلان نہیں نکلے، لیکن اندر ہی اندر وہ اس بات کے لئے تڑپتے رہے کہ امام حسین کا انتقام لیں -

بنو عباس کے داعی جب خراسان آئے تو انہوں نے بھی حسین اور خاندان حسین کی مظلومیت کے قصوں کو موضوع داستان بنا دیا۔ اور عوام کی ٹولیاں کی ٹولیاں اپنے ہم خیال کر لیں۔ ذرا آگے بڑھ کر حسین کی مظلومیت اور ان کے خاندان کی تباہی کے ساتھ ساتھ بنو عباس کی پریشانی۔ ان کا رشتہ اور ان کے موجودہ لوگوں کی تعریفیں شروع کیں۔ یہ سب کچھ، محمد بن علی کی زندگی میں ہوا۔ محمد بن علی نے موت کے وقت اپنے بیٹے۔ ابراہیم کو اپنا جانشین اور وصی مقرر کیا۔ ابراہیم باپ سے بھی زیادہ ذہین اور زیادہ ہوشیار تھے۔ انہوں نے تحریک کی اشاعت کے لئے کوفہ کے ایک بہت ذہین غلام ابوسلمہ اور ابو مسلم کو، تربیت و تعلیم دی۔ یہ دونوں امام ابراہیم سے محبت کرتے اور ان کو اپنا امام مانتے تھے، ابھی جوان اور صاحب حوصلہ تھے، پہلے ابوسلمہ خراسان بھیجے گئے۔ اور خراسان کے تمام داعیوں کو ان کے ماتحت کر دیا گیا۔ ابوسلمہ اپنی ذہانت کے باعث خراسان میں بہت مقبول ہوئے اور انہوں نے تقریب قریب تمام فوجی چھاؤنیوں میں راہ پیدا کر لی، اپنی کامیابی کی روئداد بیان کرنے کے لئے جب وہ ایک بار امام ابراہیم سے ملنے آئے تو ابو مسلم خوب تیار ہو چکے تھے، ابوسلمہ کی واپسی پر امام ابراہیم نے ابو مسلم کو بھی ان کے ساتھ کر دیا۔ ابو مسلم خراسانی تھے اور خراسانیوں کی ذہنیتوں اور مزاج سے خوب آشنا تھے۔ وہ خراسان پہنچے۔ تو انہوں نے اپنی ذہانت اپنی دانائی اور چالاکی کی بنا پر خراسانیوں کے دلوں میں خوب گھر کر لیا۔ ان سب کو امام ابراہیم کی بلندی ان کے تقوے اور ان کی پارسائی کی ایسی ایسی داستانیں سنائیں کہ لوگ ہر جگہ ان کے مشتاق اور شیدا

ہوتے گئے۔ ابوسلمہ کی ضرورت اب وہاں نہیں رہی تھی، امام ابراہیم نے اسے کوفہ بھیج دیا۔

ابوسلمہ نے کوفہ کی فوجوں میں اپنے خیالات کی اشاعت شروع کی۔ مگر نہ جانے کیوں اسے یہ احساس ہوتا گیا کہ وہ لوگوں کو غلط خاندان کی طرف بلا رہا ہے۔ اگر نبیؐ سے رشتہ ہی صحیح استحقاق ہے تو آلِ فاطمہ میرے بلاوے کا موضوع ہونے چاہئیں۔ مگر بات بہت آگے بڑھ چکی تھی اور کوفہ کے بہت سے سردار امام ابراہیم کے خاندان کے حامی بن گئے تھے۔

اور اس بات کا پتہ اس وقت لگا۔ جب کسی نے مروان کو امام ابراہیم کا ایک خط بنام ابومسلم لاکر دیا۔ اس خط میں امام ابراہیم نے ابومسلم کو ہدایت کی تھی کہ خراسان میں ہر ایسے آدمی کو مار ڈالے جو عربی بولتا ہو۔ گویا امام صاحب نے مسلمانوں کے خون ناحق پر اپنی خلافت کی بنیاد رکھنی چاہی۔ ان کا یہ ارادہ قدرت کو پسند نہیں آیا۔ ان کا یہ خط پکڑا گیا۔ اور یہی خط ان کی گرفتاری کا سبب بنا۔ اس وقت بنوامیہ کے خاندان کا آخری بادشاہ مروان تخت پر بیٹھا تھا۔ مروان سخت گیر ہونے کے ساتھ ساتھ احمق بھی تھا۔ اس نے یہ خط تو چھپا لیا۔ البتہ اس خط کی بنا پر، دمشق کے گورنر کو حکم لکھا۔ ابراہیم کو پکڑ کر میرے پاس بھیج دو۔

امام ابراہیم اس وقت حمیمہ میں اپنے خاندان کے دوسرے افراد ابوالعباس، ابوجعفر اور داؤد بن علی۔ اور ان کی اولاد و اہل کے ساتھ رہتے تھے۔

حکومت کے سپاہی ان کو پکڑنے آئے۔ تو انہوں نے اپنی جگہ اپنے بھائی

ابوالعباس کو اپنا وصی بنایا، اور خاندان کے دوسرے افراد اور داعیوں کو ہدایت کی کہ وہ ابوالعباس کے ہر حکم کو حکم الٰہی سمجھیں۔

یہاں ہی امام ابراہیم کو پکڑ کر لے گئے۔ تو ابوالعباس نے حمیمہ کو چھوڑ دیا اور کوفہ کی راہ لی۔ کوفہ کے قریب ابوسلمہ نے ان کا استقبال کیا۔ اور اپنے ایک دوست ولید بن سعد کے ہاں اتارا۔ مگر چونکہ وہ خاندان بنو عباس سے قریب قریب منحرف ہو چکا تھا، اس لئے ابوالعباس نے جب اس سے ضروری خرچ اور اونٹوں کا کرایہ ادا کرنے کے لئے سو دینار مانگے تو وہ ٹال گیا، اور پھر کئی دن تک ان کے پاس نہیں آیا۔

ان ہی دنوں خبر آئی امام ابراہیم قتل کر دیئے گئے ہیں، یہ خبر اشتعال انگیز بھی تھی۔ اور افسوسناک بھی۔ بنو عباس پر اس کا بہت برا اثر پڑا۔ وہ پریشان اور مضمحل رہنے لگے، مگر عوام جن کو امام ابراہیم کے داعیوں نے ان کا مداح بنا دیا تھا۔ مروان کے سخت خلاف ہو گئے۔ خاص طور پر خراسان میں تو ابومسلم نے امام ابراہیم کے قتل کی خبر پاتے ہی بغاوت کر دی، اور عوام جوق در جوق اور صف در صف اس کے جھنڈے تلے آ گئے۔

ادھر کوفے میں ابوالعباس اپنے خاندان سمیت ابھی چھپے تھے۔ اور ان کے غائبانہ مشتاق اور معتقد ہر روز ابوسلمہ سے پوچھتے۔ امام کوفہ کب تشریف لائیں گے؟ ابوسلمہ ہر بار ایک ہی جواب دیتا۔

ابھی نہیں آئے ابھی ان کے آنے کی گھڑی نہیں آئی،

ایک دن نہ جانے کیسے یہ خبر امام کے معتقدوں میں سے ایک بڑے

معتقد ابوالجہم تک پہنچ گئی کہ امام کوفہ آچکے ہیں۔ ابوالجہم بھاگا بھاگا ابوسلمہ کے پاس گیا۔ ابوسلمہ ٹال گیا۔ ابوالجہم کو یقین نہیں آیا وہ کتنی دیر تک اس خبر کے راوی کی صداقت پر زور دیتا رہا، یہاں تک کہ ابوسلمہ کو ماننا پڑا کہ امام کوفہ ہی میں ہیں، مگر ابھی یہ بتانا مصلحت کے خلاف ہے کہ وہ کہاں ٹھہرے ہیں۔

شوق راہ نکال لیتا ہے۔ ابوالجہم کو امام سے ملنے کا بہت شوق تھا، اس لئے آخر امام کا پتہ پالیا۔ وہ فوج کے کئی دوسرے بڑے سرداروں کے پاس گیا۔ انہیں یہ خوش خبری دی اور اندر ہی اندر طے کر لیا امام کے پاس چلیں اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔

مروان کی حماقتوں کے باعث حکومت کی ہوا اکھڑ گئی تھی، پھر کوفے کے لوگ یوں بھی بڑے متلون مزاج تھے۔ وہ ہر آئے دن نیا تغیر چاہتے تھے۔ بنوامیہ کے خاندان کو برسر اقتدار آتے بڑے سال ہو چکے تھے، اور ان کے تلون نے اس سے کتنی دیر پہلے کئی تماشے دیکھنے چاہے تھے، پہلے امام حسین پھر یزید پھر مختار پھر عبداللہ بن زبیر پھر حجاج بن یوسف کے ہاتھ پر عبدالملک کے لئے بیعت کی تھی۔ ان سب ہی میں سے حجاج بن یوسف کے سوا اور لوگ بہت کم کامیاب رہے، حجاج ان کا مزاج شناس تھا، اس نے ان کو خوب سزائیں دی تھیں، اور یہ سزائیں۔ اب کافی پرانی ہو چکی تھیں۔ ان کے حافظے تک ان سزاؤں کو بھول چکے تھے۔ اور پھر موجودہ حکمران سخت گیر نہ تھا محض احمق تھا۔ اس لئے کوفیوں کے مزاج پھر ایک نیا ہنگامہ چاہتے تھے۔

یہ خبر مشہور کیا ہوئی۔ لوگ بڑی بے تابی سے اس وقت کا انتظار کرنے لگے جب ابوسلمہ امام برحق کے چہرہ سے نقاب اُلٹے، ابوسلمہ سست ہوا اور شش و پنج میں پڑ گیا تو یہ لوگ آپ آگے آگئے، اور سرداروں کی ایک ٹولی۔ ابوالعباس کی خدمت میں حاضر ہوئی، اور ان کو اپنی عقیدت اور محبت کا یقین دلایا۔

آج پہلی دفعہ ابوالعباس کو اپنی خوش بختی کا یقین ہوا، انہوں نے ان سب لوگوں کو عزم و استقلال کی نصیحت کی۔ اور کل کا دن اعلانیہ خروج کے لئے مقرر کیا، اسی رات کسی نے ابوسلمہ سے بھی کہہ دیا، ارے تو یہاں چپ چاپ بیٹھا ہے، اور وہاں خروج کی گھڑی تک متعین ہو چکی ہے، وہ بھی بھاگا بھاگا آیا۔ ابوالعباس کے ہاتھ پر بیعت کی اور واپس پھرا، دوسرے دن جمعہ تھا۔ ابوالعباس نہا دھو کر اور عمدہ لباس پہن کر گھوڑے پر سوار ہوئے، ان کے پیچھے داؤد ابن علی، ابوجعفر اور دوسرے افراد خاندان تھے، یہ سب بھی خوبصورت گھوڑوں پر سوار تھے۔ اور ان کے پیچھے دوسرے رؤسا کی سواریاں تھیں،

جہاں جہاں سے یہ قافلہ گذرتا لوگ جوق در جوق ساتھ ملتے جاتے۔ یہاں تک کہ یہ قافلہ کوفہ کے شاہی محل میں آیا، ابوالعباس نے اپنے خاندان کو وہاں اُتارا، پھر مسجد آئے۔ جمعہ کی نماز پڑھائی، اور ایک لمبا چوڑا خطبہ پڑھا۔ جس میں رسول اللہ سے اپنے خاندان کی قرابت اور بزرگی پر زور دینے کے بعد خود کو رسول اللہ کا جائز وارث قرار دیا۔ یہ احساس جسے بنو عباس نے عوام میں پرورش کیا غلط تو تھا، مگر ان کی ذات کے لئے اس کے نتائج بہت مفید ثابت ہوئے، اگر یہ احساس پرورش نہ کیا جاتا تو

عوام کو یہ غلط فہمی نہ ہوتی کہ عباس کی اولاد خلافت کی مستحق اور نہ رسول اللہ صلعم کی مسند کی وارث ہے۔ بنو امیہ نے عوام کو جمہوریت کے نقطہ سے ہٹا کر مسلمانوں کو قومی اعتبار سے جو نقصان پہنچایا۔ اس سے بنو عباس کا یہ فتنہ کسی طرح کم نہ تھا، وہاں بھی ذاتی مفاد کام کر رہا تھا یہاں بھی یہی چیز کار فرما تھی۔ وہاں سیاست کی بنیاد بھی مکر اور فریب تھا یہاں بھی یہی چیز تھی۔ فرق صرف یہ تھا کہ وہاں ذاتی کس بل اور مکاری اور ہوشیاری پر تکیہ کیا گیا، یہاں رسول اللہ صلعم کی قرابت سے ناجائز فائدہ اٹھایا گیا۔ اور جس طرح امیر معاویہ حضرت علی رض کے مقابلہ میں جائز خلیفہ نہ تھے۔ اسی طرح ۱۳۲ھ ہجری کے جمعہ کے دن جس ابوالعباس نے رسول اللہ صلعم کے وارث کی حیثیت سے کوفہ کے تخت پر قدم رکھے۔ وہ بھی حق بجانب نہ تھے۔ گو یہ صحیح ہے کہ ابوالعباس نے اس وقت تک تلوار پر تکیہ نہ کیا تھا۔ مگر یہ بھی صحیح ہے کہ ابوالعباس کے خاندان کی سیاست اسلامی سیاست نہ تھی۔ اگر ان کی سیاست کو صحیح مانا جائے۔ تو محمد رسول اللہ صلعم کے سب سے بڑے جانشین ابوبکر صدیق اور عمر فاروق غلط رو ثابت ہوتے ہیں۔ اور خود داؤد بن علی نے جو ابوالعباس کے چچا تھے، ابوالعباس کی خلافت کے پہلے دن کوفہ کی مسجد میں کھڑے ہو کر، اعلان کیا رسول اللہ صلعم کے بعد جو لوگ بھی رسول اللہ صلعم کی جگہ خلافت کی مسند پر بیٹھے ان میں یا تو علی رض اور یا یہ ابوالعباس جائز خلیفہ ہیں، گویا ان کے نزدیک ابوبکر۔ فاروق اور عثمان کا انتخاب جائز نہ تھا۔ آج کے دن اگر وہ یہ بات نہ کہتے۔ تو کوفہ کے لوگوں کو بے وقوف کیسے بنایا جا سکتا۔ اور یہ تخت کیسے نصیب ہوتا۔

بہرحال حضرت عباس کی آل میں سے ابوالعباس پہلے خوش نصیب فرد تھے جنہیں حکومت نصیب ہوئی۔

جمعہ کی نماز پڑھانے کے بعد وہ وہیں بیٹھ گئے۔ کوفہ کے لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوگئے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے۔ عصر کا وقت آگیا ـــــــ نماز کے لئے اٹھے امامت کرائی اور نماز سے فراغت کے بعد پھر یہی شغل شروع ہوا۔ یہاں تک کہ شام ہوگئی۔ شام کی نماز پڑھنے کے بعد ابوالعباس ایک فرمانروا کی حیثیت سے کوفہ کی چھاؤنی میں تشریف لائے۔ ابوسلمہ اس وقت تک اس چھاؤنی کا مختار تھا۔ ابوالعباس اس کے خیمہ میں اُترے۔ دونوں کے بیچ میں ایک پردہ ڈال دیا گیا۔ گویا یہ اشارہ تھا اس بات کا۔ کہ اب ابوسلمہ کا کام ختم ہوا۔ ابوالعباس کی باری آگئی ہے۔

حکومت کی مسند پر بیٹھنے کے بعد یہ پہلی شام تھی۔ اور عام بادشاہوں کی طرح ابوالعباس کا دماغ بھی آج ایک عجیب سرخوشی سے بھرا تھا، پہلے جن لوگوں کا احترام ان پر واجب تھا آج وہ ان کے حضور مودب بیٹھے تھے۔ ان کے بوڑھے چچا داؤد بن علی اور عبداللہ بن علی بھی ان ہی لوگوں میں تھے۔ وہ ان سے بات کرتے تو انہیں امیر کہہ کر خطاب کرتے۔

رات بسر ہوئی۔ دن آیا، آج ابوالعباس ایک بادشاہ کی طرح بستر ناز سے اُٹھے۔ ان کے تیور بھی بدلے تھے اور مزاج بھی آج ان میں وہ سادگی نہ تھی جو کل سے پہلے ان کا خاصہ تھی۔ آج وہ بڑی شان سے مصلی پر کھڑے ہوتے امامت کرائی۔ فوج کی سلامی لی۔ عوام نے ان کے ہاتھ اور

پاؤں چومے ۔ اور ابوالعباس جوانی کے باوجود بوڑھے بوڑھے علما کو اپنے پاؤں
پر جھکے پاکر ذرا متامل نہیں ہوتے۔ ابوالجہم کو وزارت کا قلمدان ملا، اور باقی
لوگوں کو دوسرے صوبوں کی حکومت سپرد ہوئی ۔

دُوسرا باب
اموی حکومت کا خاتمہ

ابو العباس کی کامیابی کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ مروان کی ہوا اکھڑ چکی تھی۔ ہر صوبے کے بڑے افسر یہاں تک کہ مروان کے اپنے داماد بھی اس سے مطمئن نہ تھے انہیں بڑھاپے کے ساتھ ساتھ کئی عیوب تھے۔ وہ اپنی رائے پر قائم نہ رہتا۔ لوگوں کو سزا دیتے وقت سیاست سے کام نہ لیتا، حکومت کے بڑے بڑے عہدے عوام میں ہر دلعزیز لوگوں کو سپرد کرنے کی بجائے اپنے منظورِ نظر عزیزوں کو دیتا۔

اور یہ عیوب جس بادشاہ میں پائے جاتے ہیں اس کا انجام ہمیشہ خراب ہوتا ہے۔ اگر مروان میں دُور اندیشی۔ تدبر اور معاملہ فہمی کے اوصاف ہوتے تو آج شاید بنو عباس کی تحریک اس درجہ کامیاب نہ ہوتی۔ اور ملک کے طول و عرض میں ایک خاص قسم کی بے چینی باقی نہ جاتی۔

اس وقت پایۂ تخت کو چھوڑ کر ملک کے دو علاقے بہت اہم تھے

ایک خراسان اور دوسرے کوفہ۔ خراساں، متواتر کئی سال سے بنو عباس کے داعیوں کے زیر اقتدار تھا، اور حکومت کی جو فوجیں اس صوبہ کے نظم و نسق کی ذمہ دار تھیں۔ ان میں ابو مسلم کی ذہانت اور تدبر کے باعث بہت زیادہ اختلافات پیدا ہو چکے تھے۔ ان کے سرداروں میں کئی بار جھڑپیں ہوئیں اور ہر بار ابو مسلم نے مداخلت کی۔ اور اس وقت جبکہ کوفہ میں ابو العباس تخت نشین ہو چکے تھے۔ قریب قریب سارا خراسان ابو مسلم کے زیر نگین آچکا تھا، جو حصّے باقی تھے ان میں قحطبہ۔ اس کا بیٹا حسن اور ابو عون بڑھے چلے جا رہے تھے۔ ابو عون ہوا کی سی تیزی اور تندی سے نہاوند سے اٹھ کر شہرزور کو تاراجت کرتے ہوئے موصل آن پہنچے تھے، انہوں نے شہرزور کے صوبیدار عثمان کو بہت بری شکست دے کر مار ڈالا تھا۔ عثمان مروان کے منظورِ نظر حکام میں سے تھا، مروان کو جس وقت عثمان کے مارے جانے کی خبر دی گئی۔ تو وہ حران میں ڈیرے ڈالے تھا، یہ خبر بجلی کی طرح اس کے حواس پر گری۔ اور وہ اپنی ساری فوج ساتھ لے کر ابو عون کے مقابلہ کو بڑھا۔ اگر وہ دور اندیشی سے کام لیتا تو اپنے کسی داماد کو فوج کا ایک معقول حصّہ دے کر بھیج دیتا۔ اگر فتح ہوتی تو یہی مقصود تھا اور اگر ناکامی سے دوچار ہونا پڑتا۔ تو وہ خود اس کا تدارک کر سکتا تھا۔ مگر جب برے دن آتے ہیں تو عقل ساتھ چھوڑ دیتی ہے، مروان کی عقل بھی اس کا ساتھ چھوڑ گئی تھی، وہ اپنے سارے لاؤ لشکر کے ساتھ موصل آیا، دجلہ پر پڑاؤ ڈالا، اور سب سے بڑی حماقت یہ کی کہ جدھر ابو عون کی فوج ڈیرے ڈالے تھی ادھر کے رُخ خندق کھدوا دی، حالانکہ اس کے مخبر دل نے اس

تک یہ خبر ایک بار نہیں کئی بار پہنچادی تھی کہ ابوعون اور عبداللہ بن علی کے ساتھ زیادہ سے زیادہ دس ہزار آدمی ہیں - جو لوگ یہ خبریں لے کر آتے وہ اپنی فوج کی تعداد سے بھی آگاہ کرتے انہیں معلوم تھا کہ اس وقت ان کی چھاؤنی میں کم سے کم ایک لاکھ بیس ہزار جوان سپاہی ڈیرے ڈالے پڑے ہیں، وہ شام کے وقت جب مختلف کیمپوں میں اکٹھے ہوتے - تو اس فرق پر حیرت اور افسوس کا اظہار کرتے اور مروان کی بزدلی پر لعنت بھیجتے - ابھی مقابلہ شروع نہیں ہوا تھا کہ مروان کی فوج میں ایک اچھی خاصی بدظنی اور بزدلی پیدا ہو گئی - ۲- جمادی الاخر ۱۳۲ھ کو

عبداللہ بن علی نے - اپنے ایک بہادر سردار عیینہ بن موسیٰ کو پانچہزار سوار دے کر دریائے زاب کو کسی پایاب جگہ سے عبور کرنے کا حکم دیا - عیینہ بہادر آدمی تھا، وہ دریائے زاب کو پھلانگ گیا - اور مروان کی فوج پر اس طرح گرا جیسے باز اپنے شکار پر گرتا ہے - صبح سے شام تک دونوں طرف کے بہادر ایک دوسرے کے خون سے ہولی کھیلتے رہے اندھیرا بڑھتا جا رہا تھا، عیینہ نے لڑائی روک دی - اور جس راہ آیا تھا اس راہ اپنی فوج کو بڑی چھاؤنی میں واپس لے لیا -

مروان کے سامنے ایک مثال قائم ہو چکی تھی - صبح ہوئی تو اس نے بھی اپنے بیٹے عبداللہ کو حکم دیا دریا کو عبور کرلے اور عبداللہ بن علی کی فوج کے سامنے ڈیرے ڈال دے -

عبداللہ بن مروان نے ایسا ہی کیا - دریا عبور کیا اور اپنی فوج کو ایک محفوظ اور کسی قدر بلند مقام پر اُتار کر اس کے سامنے خندق کھود دی -

ادھر سے مخارق چار ہزار سپاہی ساتھ لے کر عبداللہ بن مروان پر ٹوٹ پڑا ولید بن معاویہ نے مخارق کا رستہ روکا - اور اس زور کی مدافعت کی کہ مخارق کے پاؤں اکھڑ گئے - اس کے ساتھی زیادہ تر کوفے کے رہنے والے جذباتی تو تھے مگر بہادری ان کے پاس تک نہ پھٹکی تھی - چنانچہ ان میں سے اکثر مارے گئے اور جو بچے وہ دریا میں ڈوب گئے، خود مخارق بھی پکڑا ہوا آیا - مگر عقلمند تھا جھوٹ بول کر چھوٹ گیا -

گو عبداللہ بن علی کے لئے یہ نیک فال نہ تھی، مگر وہ بہادر سپاہی تھا - ابھی اس شکست کی خبر فوج میں پہنچ نہ پائی تھی کہ عبداللہ بن علی اپنے پورے لاؤ لشکر کے ساتھ دریائے زاب کو عبور کرتا مروان پر حملہ آور ہوا -

ابھی ابھی آفتاب طلوع ہوا تھا - مروان کی خواہش تھی عبداللہ بن علی کسی طرح دوپہر تک رُک جائیں - اس نے ان سے مصالحت کی کوشش بھی کی - مگر عبداللہ بن علی اس حرارت کو کھونا نہ چاہتے تھے جو ان کی فوج میں اس پیش قدمی کے باعث پیدا ہو چکی تھی - انہوں نے حملہ کا حکم دیا - لڑائی شروع ہوئی، اور یہ قدرتی بات تھی کہ بارہ ہزار سپاہی جب ایک لاکھ بیس ہزار سپاہ سے لڑتے تو انہیں شروع شروع میں بڑی دقت پیش آتی ان کے گھوڑے ٹھیک طور پر جم نہ سکے، عبداللہ بن علی نے یہ عالم دیکھا تو فوج کو حکم دیا - سارے سپاہی گھوڑوں سے اتر پڑیں اور آگے کی طرف جھک کر نیزے تانے آگے بڑھیں، وہ خود سب سے پہلے اپنے گھوڑے سے کودا، اس کا کودنا تھا کہ ساری فوج کود پڑی، عبداللہ بن علی آگے بڑھتا اور پکارتا جاتا -

پروردگار تیرا ہزار ہزار شکر ہے کہ تو نے ہمیں یہ موقع بخشا کہ

ہم اپنے مظلوموں کا ظالموں سے بدلہ لیں،
پروردگار ہمیں قوت دے کہ ہم ان گمراہوں کو قتل کر سکیں۔
اُن کی فوج، یا محمد یا منصور کے نعرے لگاتی، دیوانوں کی طرح نیزے ہوا میں لہراتی ان کے ساتھ ساتھ بڑھی چلی آ رہی تھی۔
لڑائی کیا شروع ہوتی، نیزوں کا ایک طوفان تھا جو چاروں طرف سے اُمنڈا چلا آ رہا تھا۔
مروان میں نہ جرأت تھی نہ حوصلہ تھا، ورنہ وہ خود عبداللہ بن علی کے مقابلہ میں اُترتا، مگر وہ تو اپنے خیمے میں آرام سے بیٹھا رہا۔ البتہ اپنی فوج کے مختلف سرداروں کو حکم بھیجتا رہا، کہ وہ بھی دشمن کی طرح گھوڑوں سے جائیں، مگر کسی نے بھی اس کی یہ بات نہ مانی، آخر میں اس نے اپنے خاص محافظ دستے کو بھی حکم دیا، مگر دستے کے سردار نے تعمیل سے انکار کر دیا
مروان میں بہادری نہ سہی انداز تو تھے۔ اس نے سردار کو ڈانٹا یہ کیا بے ہودگی ہے۔ ہم تمہیں سزا دیں گے۔
سردار مسکرایا، جواب دیا۔
میرا بھی جی چاہتا ہے آپ میں کبھی ایسی ہمت ہوتی،
مروان میں ایسی ہمت نہ تھی، یہ بات خود مروان کو بھی معلوم تھی۔ اس نے شرما کر سر نیچا کر لیا، جہاں فوج اور سپہ سالار کے تعلقات کا یہ عالم ہو وہاں فتح اور کامیابی کا کیا امکان ہو سکتا ہے، مروان کی یہ فوج بُری طرح کٹی۔ اُلٹے پاؤں پھری، مروان سب سے پیچھے تھا، فوج کا یہ طور دیکھا تو جلدی سے اپنے مخصوص سپاہیوں کے ساتھ دریا کی طرف آیا۔ پل عبور کیا۔ اور پھر اس میں آگ لگوا دی۔

بدنصیب اور بزدل فوج پیچھے کو بھاگ رہی تھی - اس نے پل کو جلتے دیکھا - تو دریا کے کنارے کی طرف بڑھی - پیچھے عبداللہ بن علی کے ساتھیوں کے خونین نیزے تھے - آگے دریا تھا - بہر حال پانی کی سطح نیزے کی انی کے مقابلہ میں بہت نرم تھی - بزدل فوج میں سے اکثر نے دریا کی سطح پسند کی - اور ڈوب مرے۔

عبداللہ بن علی نے خدا کا شکر ادا کیا - کہ اس نے اسے بارہ ہزار سپاہیوں کے ساتھ ایک لاکھ بیس ہزار سپاہیوں پر غالب کیا - فتح کے ساتھ ساتھ عبداللہ بن علی اور اس کے ساتھیوں کو بہت سا ساز و سامان اور سونا چاندی بھی انعام میں ملا -

عبداللہ بن علی کے ساتھیوں میں سے زیادہ تر غریب لوگ تھے - اس فتح نے ان سب کی غریبی تمول میں بدل دی -

عبداللہ بن علی نے ابوالعباس کو نامۂ فتح لکھا - اور خود مروان کے تعاقب میں بڑھا ، ابوالعباس یہ خبر پاکر سجدہ میں گر پڑے ، اور خدا کا شکر ادا کیا - اور عبداللہ بن علی کو لکھا ، ہر سپاہی کو پانچ پانچ سو درہم خزانۂ شاہی میں سے انعام دیا جائے -

بزدل مروان کی اس وقت وہی حالت تھی جو ایران کے آخری بادشاہ کی اس وقت ہوئی تھی ، جب اسلامی فوج اسے ہر مقام پر شکست دے چکی تھی - اور وہ تھوڑدلا اپنی بزدلی کو چھپاتا آگے آگے بھاگ رہا تھا - جو بادشاہ شکست کھانے کے بعد بھاگتے ہیں - انہیں کہیں پناہ نہیں ملتی - مروان بھی شکست کھا کر بھاگا تھا - اس بزدل کو بھی کہیں پناہ نہ ملی ، کبھی حران آیا کبھی حمص پہنچا ، کبھی دمشق کبھی اردن - کبھی فلسطین

اور کبھی مصر،

عبداللہ بن علی اس کے تعاقب میں بڑھے چلے آرہے تھے، مگر چونکہ وہ نئے بادشاہ کے سپہ سالار تھے، انہیں قدم قدم پر رکنا پڑتا، بستی بستی کے لوگ ان کے سلام کو آتے اور اپنی عقیدت کا اظہار کرتے، ! مروان کو موقع ملتا کہ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ بھاگ جاتے، عامر بن اسمٰعیل نے یہ حال دیکھ کر عبداللہ سے اجازت لی، کہ وہ مروان کا تعاقب کرے۔ اسے اجازت عطا ہوئی تو وہ ہوا کے دوش پر اڑتا مصر آیا۔ وہیں کسی نے اسے خبر دی کہ بدنصیب مروان بوصیہ میں ڈیرے ڈالے ہے

عامر بہادر آدمی تھے۔ گو ان کے ساتھ بہت تھوڑی فوج تھی، مگر حملہ آور ہوئے، دن بھر ان میں اور مروان میں لڑائی ہوتی رہی۔ شام ہوئی اندھیرا پھیل نکلا، تو لڑائی رک گئی۔ عامر کا پلہ آج کچھ ہلکا تھا۔ اور ڈر تھا کہ اگر کل اسی طرح لڑائی لڑی گئی تو شاید وہ کامیاب نہ ہو سکیں، اس ڈر کی وجہ سے وہ رات بھر سو نہ سکے، اور بے چینی اس قدر بڑھی کہ رات کے آخری حصہ ہی میں مروان کے کیمپ پر ٹوٹ پڑے۔

یہ ناگہانی بلا تھی جو مروان کی فوج پر نازل ہوئی، بے چاری سنبھل نہ سکی، بھاگی، مروان بھی بھاگا مگر مارا گیا، عامر بن اسماعیل نے اس کا سر صالح بن علی کے پاس بھیجدیا۔ وہاں سے یہ بدنصیب سر ابوالعباس کے حضور لایا گیا۔

طبری کا بیان ہے کہ قتل کے وقت بدنصیب مروان کی عمر باسٹھ (۶۲) یا انہتر (۶۹) سال تھی، وہ ایک کرد لونڈی کا بیٹا تھا، اس نے پانچ

سال دس مہینہ سولہ دن حکومت کی۔

مروان کی موت نے جہاں ابوالعباس کے لئے تخت خالی کر دیا، وہاں واسطہ میں محصور اموی سپہ سالار ابن ہبیرہ کے ہوش بھی ٹھکانے کر دیئے، ابن ہبیرہ مروان کے بعد سب سے بڑا اموی سپہ سالار تھا، گو اسے تھوڑے دن ہوئے خراسان میں ابومسلم کی فوجوں نے ایک بڑی شکست دی تھی، مگر ابھی اس کی ہمت مضبوط تھی، وہ اپنی شکست خوردہ فوج کو ساتھ لے کر واسطہ آن پہنچا اور قلعہ بند ہو گیا،

ابوالعباس کی طرف سے حسن بن قحطبہ اس کے مقابلہ کے لئے بھیجے گئے۔ انہوں نے واسطہ کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت ابھی مروان زندہ تھا۔ مرا نہ تھا، اس لئے ابن ہبیرہ اپنی فوج کو فریب دے سکتا تھا۔ کہ جب بادشاہ زندہ ہیں تو کیا ڈر ہے، یہاں آن کر مروان مارے گئے تو ابن ہبیرہ کو فوج کی فکر ہوئی خصوصیت سے جب ابوجعفر نے محاصرہ کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی۔ تو ابن ہبیرہ بہت پریشان ہوا، مگر ضدی آدمی تھا اور پھر بنو عباس کو پسند نہ کرتا تھا۔ اس لئے حضرت محمد نفس الزکیہ کو لکھا کہ اگر آپ پسند فرمائیں تو میں آپ کی امامت کے لئے لوگوں کو تیار کروں، اور اس جنگ کو جاری رکھوں، محمد نفس زکیہ بہت متقی، بہت پرہیز گار اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ وہ اس قسم کی دعوتوں کے انجام سے باخبر تھے، انہیں معلوم تھا کوفیوں نے ان کے دادا حسین سے کس طرح غداری کی اور پھر کس طرح مکار لوگ ان کے بزرگوں کو بے وقوف بنا کر آگے کرتے اور اپنا مطلب نکالتے رہے۔ انہوں نے ابن ہبیرہ کے اس خط کا کوئی جواب نہیں دیا۔ ابن ہبیرہ کئی مہینے تک ان کو لکھتا

رہا مگر وہ خاموش کے خاموش رہے، ابن ہبیرہ محض سپہ سالار تھا۔ وہ فوجوں کو اچھی طرح لڑا سکتا تھا۔ لیکن خود خلیفہ بننے کی اہلیت نہ رکھتا تھا۔ اور نہ لوگ اسے خلیفہ ماننے کے لئے تیار تھے۔ اس لئے جب وہ نفس زکیہ سے مایوس ہوا تو ابوجعفر سے مصالحت کر لی۔

مگر مصالحت کے لئے کچھ شرطیں منوائیں۔ پہلی شرط یہ تھی کہ اس کے ذاتی وقار میں کوئی فرق نہیں آئے گا، دوسری یہ تھی کہ اس کے سارے ساتھیوں کے اموال اور جائیدادیں محفوظ رہیں گی۔

تیسرے وہ اپنی فوج پر پہلے کی طرح سپہ سالار رہے گا۔ اور خزانوں پر اس کا عمل دخل رہے گا،

ابوجعفر نے یہ شرطیں منظور کر لیں، محاصرہ کھلا، اور ابن ہبیرہ اور ابوجعفر میں راہ و رسم شروع ہوئی،

وہ جب ابوجعفر سے ملنے آتا تو اس کے ساتھ کئی ہزار سپاہی ہوتے ابوجعفر کو اس پر اعتراض ہوا تو ابن ہبیرہ نے پانچ سو سوار اور اسی قدر پیادوں کے ساتھ آنا شروع کر دیا، اس پر بھی اعتراض ہوا تو غریب نے تنگ آ کر صرف تین آدمیوں کو ساتھ رکھنے پر اکتفا کی، یہ بات بھی یاران میکدۂ ابوجعفر کو بری لگی تو وہ صرف تین آدمیوں کے ساتھ حضور میں حاضری دینے لگا، لیکن ابھی تک واسطہ کے اندرونی امور اور مسائل اس کے سپرد تھے۔

ابوالعباس ابن ہبیرہ کی شخصیت سے خوب آگاہ تھے، جانتے تھے کہ جب تک یہ شخص زندہ ہے، اس وقت تک وہ اپنے خاندان کی حکومت کو محفوظ نہیں سمجھ سکتے۔ اس لئے انہوں نے کئی بار ابوجعفر کو لکھا کہ اسے

قتل کر دو۔ مگر ابو جعفر نے اسے امان دی تھی اس کے ساتھ ایک باقاعدہ معاہدہ کیا تھا، اس لئے متامل تھے۔ جب ابوالعباس کا اصرار بڑھا تو ابو جعفر نے ہار مان لی اور ابن ہبیرہ اور اس کے بڑے ساتھیوں کے قتل کی سازش کی ۔ ابن ہبیرہ اور اس کے تمام معتمد ساتھی دھوکے سے مار دیئے گئے۔ ابن ہبیرہ پر جب حملہ کیا گیا تو وہ سجدے میں گر پڑا اور اپنے پروردگار سے پوچھنے لگا،

پروردگار یہ بھی کیسے لوگ ہیں معاہدہ کرنے اور امان دینے کے بعد دھوکہ دے رہے ہیں۔

اس کا پروردگار ایسی کتنی بدعہدیوں سے واقف تھا، مسکرایا۔ اور سارے عالم پر ہر طرف ایک بجلی سی کوند گئی، ٭

تیسرا باب

چند بغاوتیں!

یُوں مروان کی موت بنو اُمیہ کے اقتدار کی موت تھی، لیکن ابھی کچھ لوگ ایسے بھی تھے۔ جنہیں وضعداری کا خیال تھا۔ ابو الورد ان ہی وضعدار لوگوں میں سے تھا۔ مروان کی شکست کے وقت یہ قنسرین کا گورنر اور سپہ سالار تھا۔ اور مروان اور مروان کے خاندان سے بڑے مراسم رکھتا تھا۔
مروان مارا گیا۔ اور عبداللہ بن علی قنسرین آئے۔ تو ابو الورد نے ان کے ساتھ مصالحت کر لی اور حکومت و سیادت ان کے سپرد کر کے خود اپنی جاگیر پر چلا گیا۔ عبداللہ بن علی نے اس سے کوئی تعرض نہیں کیا، اور نہ کسی قسم کی پابندی ہی اس پر عائد کی۔ وہ ایک طرح کی گوشہ نشینی کی زندگی گزار رہا تھا۔ کہ ایک واقعہ ہوا، عبداللہ بن علی کے ایک سردار نے بالس میں مقیم سلمہ بن عبدالملک کی اولاد اور عورتوں کے ساتھ سخت زیادتی کی، اور بعض سے تو لونڈیوں ایسا سلوک کیا، گورسی جل

گئی تھی مگر ابھی تک بل باقی تھا، عبدالملک کے پوتے نے اس بے عزتی پر بہت شور مچایا۔ اور روتے روتے ابوالورد کے پاس پہنچا۔ ابوالورد نے عبدالملک کے خاندان کی نوکری کئی سال کی تھی۔ عزت بھی پائی تھی اور دولت بھی۔ وہ اس خاندان کی اس طرح کی بے عزتی برداشت نہ کر سکا، اپنے غلاموں اور عزیزوں کو اکٹھا کر کے اس شخص پر حملہ آور ہوا، جس نے یہ زیادتی کی تھی۔ اور اسے اور اس کے تمام ساتھیوں کو مار ڈالا۔ طبری کا بیان ہے کہ اس شخص کے ساتھ ڈیڑھ سو آدمی تھے۔ ابوالورد نے ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہیں رکھا، سب کے سب کو اسی کمینگی کے صلہ میں تلوار کے گھاٹ اتار دیا، اور پھر اس حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا جس کے سردار، شریف عورتوں کی بے حرمتی سے گریز نہیں کرتے تھے،

حالس سے وہ قنسرین آیا، قنسرین میں وہ بہت ہر دلعزیز اور محبوب تھا، لوگ جوق در جوق اس کے پاس آتے اور اسے اپنی اطاعت کا یقین دلاتے گئے یہاں تک کہ اس کے جھنڈے تلے، چالیس ہزار جنگجو افراد جمع ہو گئے عبداللہ بن علی اور ابوالعباس کو جب اس بغاوت کی خبریں ملیں تو وہ بہت پریشان ہوئے، اور انہیں ڈر ہوا کہیں خلافت کا قلعہ مسمار نہ ہو جائے۔ ابوالعباس خود کچھ زیادہ جری اور حوصلے والے نہ تھے، انہوں نے عبداللہ بن علی کو لکھا کہ پیش قدمی کریں۔ عبداللہ بن علی خود تیاریاں کر رہے تھے۔ ابوالعباس کا حکم پایا تو راتوں رات کوچ کیا۔ اور دمشق سے ہوتے قنسرین کی طرف بڑھے، ابھی حمص پہنچے تھے کہ دمشق کے لوگوں نے بھی بغاوت کر دی۔ عبداللہ بن علی کے ایک سردار غانم نے ان پر حملہ کیا مگر شکست

کھائی - اس شکست کی خبریں پانے کے باوجود عبداللہ بن علی لوٹے نہیں آگے ہی آگے بڑھتے گئے یہاں تک کہ دشمن کے قریب پہنچ گئے - ابوالورد کی قوت اور بھی بڑھ گئی - تدمر اور حمص کے ہزاروں باشندے ابو محمد عبداللہ بن یزید بن معاویہ کو ساتھ لے کر، ابوالورد کے پاس آئے - یہ سب لوگ ابو محمد کی خلافت کے لئے اس کی بیعت کر چکے تھے ابوالورد سے کہا - تم بھی ان کی بیعت کرلو - ابو محمد ابوالورد کے جانے پہچانے آدمی تھے، اور پھر اس کے مخدوم خاندان کے فرد تھے - اس نے ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی - اب ابو محمد خلیفہ تھے اور ابوالورد ان کے سپہ سالار،

اخرم کی گھاٹی میں جہاں دونوں طرف اونچے اونچے پہاڑ تھے - اور بیچ میں ایک شاداب میدان تھا - دونوں فوجوں میں گھمسان کا رن پڑا خود عبداللہ اس جنگ میں شریک نہیں ہوتے تھے - وہ دور اندیش آدمی تھے، انہوں نے اپنے سامنے مروان کا حشر دیکھا تھا جو ساری فوج لے کر لڑائی میں کود پڑا تھا - اس کی مثال سے انہوں نے سبق لیا، اور کئی ہزار منتخب سپاہی اپنے ساتھ رکھ کر میدان جنگ سے تھوڑے فاصلے پر ٹھیر گئے -

ابوالورد کے ساتھی بہت تھے - عبداللہ کی فوج ان کے سامنے تھم نہ سکی اور شکست کھا گئی، اور ابھی پوری طرح پسپا نہ ہوئی تھی کہ عبداللہ گھاٹی کے ایک بالائی حصہ سے اپنی مخصوص سپاہ کے ساتھ سیاہ علم لہراتے اور بہادرانہ نعرے لگاتے میدان جنگ میں اتر پڑے، ابوالورد کی فوج کے لئے یہ حملہ بالکل اچانک ہوا - وہ مال غنیمت لوٹنے میں مصروف تھی، کہ یہ افتاد پڑی، اس نے بہتیرا سنبھلنا چاہا، مگر صفیں بکھر گئیں اور کچھ ایسا انتشار پیدا

ہوا کہ جس سپاہی کو جدھر موقعہ ملا، ادھر بھاگ نکلا۔ عبداللہ بن علی نے تعاقب نہیں کیا۔ صرف میدان جنگ میں کھڑے سپاہیوں کو مقصود قرار دیا۔ جو لوگ میدان جنگ میں جمے رہے۔ ان میں البالورد اور اس کے مخصوص سپاہی تھے، ان کی تعداد زیادہ سے زیادہ پانچ سو تھی۔ یہ سب بڑی بہادری سے لڑے، اور سب کے سب مارے گئے۔

عبداللہ بن علی نے اس فتح پر جو شکست کے بعد ہوئی تھی، خدا کا شکر ادا کیا اور قنسرین آئے، قنسرین کے لوگوں نے جن میں سے اکثر اسی جنگ کے مفرور سپاہی تھے ان سے معذرت کی اور امان مانگی۔ عبداللہ نے نہ صرف انہیں امان دی بلکہ بعض کو مالی امداد بھی دی، اور قنسرین کے شاہی محل پر سیاہ علم لہرانے کے بعد دمشق کی راہ لی،

ابھی وہ دمشق سے تھوڑے فاصلے پر تھے کہ ابوالورد کی شکست کی خبریں دمشق کے باغیوں کو مل گئیں۔ اور وہ بغیر لڑے ہی اپنے گھروں میں چھپ گئے۔

عبداللہ جب دمشق پہنچے تو ان بزدلوں کے قاصد ان کی خدمت میں امان مانگنے حاضر ہوئے۔ عبداللہ نے ان سب کو امان دے دی اور کسی سے باز پرس نہیں کی۔

تیسری بغاوت، حوران اور اس کے نواح میں حبیب بن مرہ نے کی، حبیب بن مرہ مروان کے معتمد درباریوں میں سے ایک بہادر سردار تھا۔ مروان کی موت کے بعد اسے خیال ہوا کہ شاید نئی حکومت اسے معاف نہ کرے اور اس نے نواح کے تمام لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ عبداللہ بن علی۔ اس کی سرکوبی کے لئے حوران آئے، حبیب بن مرہ اور ان میں کئی جنگیں ہوئیں۔ اور

آخر میں عبداللہ بن علی کو حبیب بن مرہ سے مصالحت کرنی پڑی، مصالحت کی پہلی شرط یہ تھی کہ حبیب اور اس کے خاندان اور ساتھیوں کی جاگیریں محفوظ رہیں گی۔ اور ان کے املاک پر نئی حکومت قبضہ نہیں کرے گی۔ اور نہ کسی سے کسی اور قسم کی بازپرس کی جائے گی۔

یہ شرائط خود حبیب بن مرہ نے پیش کیے تھے۔ عبداللہ تو اس سے آگے بھی چلے جاتے، مگر حبیب کا جی بھر اتھا، اس لئے کچھ اور نہیں مانگا،

اس زمانہ میں جزیرہ کے لوگوں نے بھی بغاوت کا علم بلند کیا، اسحاق بن مسلم ان کا سردار تھا۔ یہ شخص بڑا بہادر اور جری تھا۔ عبداللہ بن علی، اور ابو جعفر یکے بعد دیگرے اس کے مقابلہ کو آئے، مگر کوئی بھی سات مہینہ تک اس پر فتح نہ پا سکا، وہ کہتا تھا میں نے مروان کی بیعت کی ہے اور جب تک مجھے یہ یقین نہ ہو جائے کہ مروان مارا گیا ہے ، میں کسی دوسرے کے ہاتھ پر بیعت نہیں کروں گا۔

ابو جعفر اور عبداللہ بن علی نے اسے بہتیرا یقین دلایا، مگر وہ نہیں مانا۔ آخر میں ساتویں مہینے اسے مروان کی موت کا یقین ہوا، اور اس نے ابو جعفر کو لکھ بھیجا، اب میں صلح کے لئے تیار ہوں،

ابو جعفر نے اسے خوش آمدید کہا، کافی دور آگے جاکر اس کا استقبال کیا، بڑی شان و شوکت کے ساتھ اپنے خیمہ میں لایا، اور مناسب اور آبرومندانہ شرائط پر صلح کر لی

اسحٰق کی اطاعت گویا آخری کڑی تھی اس زنجیر کی جس میں بنو عباس اسلامی قلمرو کو باندھ دینا چاہتے تھے اسحٰق سے مصالحت کیا ہوئی جزیرے

اور تمام میں بنو عباس کی حکومت مضبوط بنیادوں پر کھڑی ہو گئی۔
اسحٰق پھر تادمِ زندگی ابو جعفر سے الگ نہیں ہوا - ابو جعفر اس کی بہت عزت کرتا - اور جب کبھی وہ اس کے پاس آتا - اپنی مسند پر جگہ دیتا +

چوتھا باب
ابوسلمہ کا قتل!

بنو عباس اور خاص طور پر ابوالعباس اور ابو جعفر کے کردار میں یہ بات بہت کھلتی ہے کہ وہ محسن کش ثابت ہوئے۔ اور ان لوگوں کے احسان بھول گئے جن کی بدولت انہیں تخت میسر آیا،

ابو سلمہ۔ اور ابو مسلم، بلا اختلاف، بنو عباس کی حکومت کے بانی ہیں ابو سلمہ، ابو مسلم سے پہلے خراسان کے سب سے بڑے داعی تھے، خراسان میں ان کی وجہ سے بنو عباس کے چاہنے والوں میں غیر معمولی اضافہ ہوا، جب ابو مسلم خراسان بھیجے گئے۔ تو ابو سلمہ کو کوفے، البصرہ، جزیرہ اور اس کے ملحقات کا پراپیگنڈہ سونپا گیا،

یہ ابو سلمہ کی ذہانت تھی، کہ وہ بہت تھوڑی مدت میں کوفے اور بصرہ میں غیر معمولی مقبولیت حاصل کر گئے، اور اس وقت جب ابوالعباس کوفہ آئے۔ ابو سلمہ کوفے کی چھاؤنی کے سب سے بڑے سردار تھے، یہ اور

بات تھی کہ ابوسلمہ بنو عباس اور خاص طور پر ابوالعباس کا رنگ دیکھ کر ان سے بدظن ہو گئے تھے اور آلِ علی کو برسرِ اقتدار لانے کا پروگرام سوچ رہے تھے، لیکن جب کوفے کے بہت سے سرداروں نے ابوالعباس کو خلیفہ مان لیا تو ابوسلمہ بھی بیعت کے لئے آئے۔ اور اس رات آئے جس کی صبح ابوالعباس ظاہر ہوئے، اور خلافت کے لئے عام بیعت لی۔

مگر ابوالعباس ابوسلمہ سے بدظن ہو گئے تھے، اور گو وہ ان کے ساتھ ایک ہی کیمپ میں کئی مہینے تک رہے، مگر ان کے اعزاز میں روز بروز کمی کرتے گئے، اور جب بھی تنہا اپنے خاندان کے لوگوں میں بیٹھتے، ابوسلمہ کا ذکر چھڑ جاتا، بعض لوگوں کا خیال تھا کہ ابوسلمہ چونکہ ابومسلم کے ماتحت ہیں، اس لئے ہو سکتا ہے کہ انہوں نے ابوالعباس کے ساتھ جو سلوک پہلے دن کیا۔ اس میں ابومسلم کی مرضی شامل ہو۔

یہ خیال ابوالعباس اور سارے خاندان کے لئے باعث تشویش ہوا۔ ابومسلم کی طاقت ان کی موجودہ قوت سے بہت زیادہ تھی، وہ سارے خراسان اور اس کے ملحقات میں بے حد ہردلعزیز تھا۔ اور خاندان کے سب افراد اس کی اس ہردلعزیزی سے خوب آگاہ تھے، صلاح ٹھیری ابوجعفر ابومسلم کے پاس جائے اور معلوم کریں کہ ابوسلمہ نے شروع دن بنو عباس سے جو بدسلوکی کی آیا اس میں اس کی مرضی شامل تھی۔

ابوجعفر ابومسلم سے ملنے کے لئے روانہ ہوئے، پہنچے تو وہاں کے گورنر کے نام ابومسلم کا فرمان آیا رکھا تھا کہ جیسے ہی ابوجعفر اس کے پاس آئیں ویسے ہی انہیں آگے روانہ کر دے۔ ابوجعفر نے یہ فرمان دیکھا تو بہت ڈرے کہ نہ جانے وہاں پہنچ کر ان کے ساتھ کیسا سلوک ہو، اس ڈر کے باوجود

وہ آگے بڑھتے گئے۔
نیساپور پہنچے تو وہاں کے حاکم کے پاس بھی اسی مضمون کا فرمان آیا رکھا تھا۔ البتہ اس میں ایک اور فقرہ تھا، میں انہیں یہاں سے فوراً روانہ کرنے کی تاکید اس لئے کر رہا ہوں کہ یہ علاقہ ذرا خطرناک ہے، بہت سی خارجی چاروں طرف بستے ہیں۔ کہیں کوئی ان پر حملہ نہ کر دے۔ ابوجعفر کو اس جملہ سے ذرا تسلی ہوئی تو وہ مطمئن ہو کر آگے بڑھے، مرو ابھی دو چار میل دور تھا تو وہاں ابو مسلم بہت سے سرداروں اور روٴسا کے ساتھ استقبال کو موجود ملا، جب ابوجعفر کی سواری قریب آئی تو وہ آگے بڑھ کر گھوڑے سے اترا، ابوجعفر کے ہاتھ چومے،
ابوجعفر کے کہنے سے پھر سوار ہوا۔ بڑی عزت کے ساتھ مرو لایا، ایک بہت خوبصورت اور شاہانہ مکان میں اتارا۔
ابوجعفر کے ایک خادم سالم کا بیان ہے، کہ وہ اس سفر میں ابوجعفر کے ساتھ تھا۔ مرو میں ابوجعفر جب تک ٹھیرے رہے۔ ابومسلم روزانہ ان کے پاس آتا۔ دروازہ میں بیٹھ جاتا اور اجازت طلب کرتا، جب تک اندر سے اجازت نہ ملتی اندر نہ جاتا۔ ابوجعفر کو اس بات سے رنج ہوتا!
انہوں نے اپنے خادم سے کہا بھی کہ اسے اجازت لئے بغیر اندر آنے دیا کرو۔ مگر ابومسلم نے کبھی یہ گوارا نہ کیا۔ پہلے اجازت لی، طبری کے بیان کے مطابق خود ابوجعفر کہتے ہیں، کہ تین دن تک ابومسلم نے ان سے کوئی بات نہیں پوچھی، چوتھے دن خراسان آنے کا سبب دریافت کیا تو ابوجعفر نے ابوسلمہ کا قصہ کہا، ابومسلم ابوسلمہ کی روش سے آگاہ نہ تھا، اس نے ان سے کہہ دیا۔ اس نے جو کچھ کیا مجھ سے پوچھے بغیر کیا،

اور اگر آپ کو کچھ ملال ہو۔ تو میں اس کا کام تمام کرائے دیتا ہوں، اس نے یہ کہہ کر اسی وقت مرار بن انس کو بلایا۔ اور حکم دیا کہ کوفے پہنچ کر کسی سے پوچھے بغیر ابوسلمہ کو قتل کر دو، اور مشہور کر دو کہ اسے کسی خارجی نے مار ڈالا ہے، ایسا ہی ہوا مرار بن انس کوفے آیا، اور ایک رات جبکہ ابوسلمہ ابوالعباس سے مل کر گھر لوٹ رہا تھا، مرار نے اسے قتل کر دیا،

دوسری روایت کے مطابق ابوسلمہ محل کے اندر ہی قتل کر دیا گیا۔ اس وقت شہر کے دروازے بند کر دیئے گئے۔ اور خبر مشہور کر دی گئی کہ اسے کسی خارجی نے مار ڈالا ہے۔

صبح جب ابوسلمہ کی نعش اٹھائی گئی تو سارے کوفے نے ماتم کیا۔ وہ بہت ہر دلعزیز اور نیک سمجھا جاتا تھا۔

پانچواں باب

ابوالعباس کی موت

سنہ ۱۳۶ ہجری اتوار کا دن تھا۔ جب ابوالعباس پر موت کا عالم طاری ہوا۔ کچھ دن سے وہ چیچک میں مبتلا تھے۔ لوگوں کا خیال تھا، مرض معمولی ہے۔ مگر یہی معمولی مرض بگڑ گیا، اور ابوالعباس موت کے دامن میں جا سوئے،

موت کے وقت ان کی عمر ۲۸، ۳۳ یا ۳۶ سال کی بیان کی گئی ہے۔ زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ وہ ۳۳ سال کے تھے۔

ان کا قد لمبا، رنگ گورا اور بال گھونگھریالے تھے، بہت خوبصورت آدمی تھے۔

ان میں گو بعض خامیاں بھی تھیں۔ مگر سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ نوعمری اور نوجوانی کے باوجود بہت سادہ رہتے، مرنے کے وقت۔ ان کے اثاثے میں۔ پانچ پائجامے، چار قمیصیں۔ چار عبائیں، نو جبے اور تین ململ کے

عمامے تھے۔ اس کے سوا انہوں نے کوئی اور ترکہ نہیں چھوڑا۔

جب تک زندہ رہے ابومسلم سے اپنی دوستی نباہی، جب ابومسلم خراسان سے عراق آئے تو گو ابوجعفر نے بہت کوشش کی کہ انہیں مروا دے، مگر ابوالعباس نے اس کی مخالفت کی، اور ابوجعفر کو ابومسلم کے قتل سے باز رکھا۔

اور جب ابوجعفر نے بہت زور دیا تو انہوں نے ابومسلم کے احسانات یاد دلائے۔ ابوجعفر احسان شناس نہ تھے، ہر بات کی تاویل کی لیکن ابوالعباس نے اپنی زندگی میں ابوجعفر کا ارادہ پورا ہونے نہیں دیا۔

ابوالعباس کی موت کے وقت قریب قریب ساری اسلامی قلمرو ان کے تابع تھی، اور ہر جگہ ان کے نام کا سکہ اور خطبہ جاری تھا، ان کے زمانے میں محمد بن الاشعث فارس کے۔ منصور بن جمہور سندھ کے، اسماعیل بن علی اہواز کے۔ عیسیٰ بن موسیٰ کوفے کے سلیمان بن علی بصرہ، بحرین، عمان اور مہرجان کے، عبداللہ بن علی قنسرین حمص۔ دمشق اور اردن کے، صالح بن علی فلسطین کے۔ ابوعون مصر کے، عبداللہ بن محمد جزیرہ کے اور مشارح آذربائی جان کے گورنر تھے۔ اور وزارت پر ابوالجہم مامور تھے۔

ابو جعفر

چھٹا باب

ابوجعفر کی تخت نشینی

ابوجعفر ابوالعباس کے چھوٹے اور محبوب بھائی تھے۔ ابوالعباس نے انہیں اپنی زندگی ہی میں اپنا ولیعہد نامزد کر دیا تھا، اور تمام لوگوں سے ان کے حق میں بعیت لے لی تھی،

ابوالعباس کی موت کی خبر جب ابوجعفر کو ملی تو اس وقت وہ اور ابومسلم خراسانی دونوں حج سے واپس ہو رہے تھے۔ دونوں ایک منزل کے فاصلے پر تھے۔ ابوجعفر آگے تھے اور ابومسلم پیچھے جیسے ہی ابوجعفر کو یہ خبر ملی، اس نے ایک تیز رو قاصد ابومسلم کی طرف دوڑایا اور لکھا،

ایک افسوسناک حادثہ پیش آ گیا ہے۔

یہ خط ملتے ہی ابومسلم گھوڑے کو بہت تیزی سے دوڑاتا ابوجعفر کے پاس آیا۔ ابوالعباس کی موت کی خبر سنی آنسو بہائے، اور دونوں ایک ساتھ کوفے

مرتے وقت ابوالعباس، ہر چیز عیسٰی بن موسٰی کی تحویل میں دے گئے تھے۔ جب ابوجعفر انبار آئے تو عیسٰی بن موسٰی نے ہر چیز ابوجعفر کو سونپ دی۔ وہیں لوگوں نے ابوجعفر کے ہاتھ پر ان کی خلافت اور عیسٰی بن موسٰی کی ولیعہدی کی بیعت کی۔ ابومسلم نے بھی تعزیت کے بعد ابوجعفر کی بیعت کرلی۔

ابوجعفر کو اپنی بیعت کے بارہ میں ندو ہی آدمیوں سے سوئے ظن تھا۔ ایک ابومسلم اور دوسرے عبداللہ بن علی سے ابومسلم نے بیعت کرلی۔ تو عبداللہ بن علی رہ گئے۔

طبری کا بیان ہے۔ کہ جب نامہ بر ابوالعباس کی موت، اور ابوجعفر کی تخت نشینی کی خبر لے کر عبداللہ بن علی کے پاس آیا تو وہ رومی علاقہ پر حملہ کرنے کی نیت سے ایک بڑی فوج ساتھ لیئے، دلوک کے مقام پر ڈیرے ڈالے تھے۔ شام۔ جزیرے اور خراسان کے کئی بہادر اور ممتاز سردار جہاد کا ثواب حاصل کرنے کی خاطر ان کے ساتھ ہو لیے تھے۔ عبداللہ بن علی نے یہ خبر پڑھی، تو نقیب کو حکم دیا کہ نماز کے لئے پکارے، ہر طرف دف پر تھاپ پڑنے لگی، اور فوج کے سردار اور سپاہی کھلے میدان کی طرف بھاگے۔ سب لوگ جمع ہو گئے تو عبداللہ بن علی منبر پر چڑھے۔ ابوالعباس کی موت کی خبر سنائی، اور لوگوں سے کہا، کہ جب ابوالعباس تخت پر بیٹھے۔ اور مروان سے مقابلہ کے لئے اپنے بھائیوں اور دوسرے رشتہ داروں کو دعوت دی۔ تو وعدہ کیا کہ جو شخص بھی مروان کے مقابلہ میں جائے اور اس پر فتح پائے گا وہی ان کے بعد خلافت کا مستحق ہو گا،

میں نے یہ دعوت قبول کی اور ان میں اور مجھ میں طے ہوا کہ فتح وکامرانی کے صلہ میں مجھے ان کی خلافت ملے گی اور آپ لوگ جانتے ہیں کہ میں نے کس طرح فتح پائی۔ مگر اب جبکہ خلافت کا وقت آیا ہے تو انہوں نے مجھے نظر انداز کر کے اپنے بھائی کو خلیفہ بنا دیا ہے۔ بہت سے سرداروں نے ان کے اس بیان کی تائید کی، اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ فوجوں نے بھی سرداروں کی پیروی کی اور عبداللہ کامیابی کے نشہ میں مخمور وہاں سے چل کر حرّان آئے، حران کے صوبیدار نے مقابلہ کیا، انہوں نے اسے شکست دی اور قتل کر دیا۔

یہ خبریں ایک ایک جب ابو جعفر کو ملیں تو انہوں نے ابو مسلم سے کہا۔ عبداللہ بن علی، میرے چچا ہیں۔ ان کے مقابلہ میں یا میں جا سکتا ہوں یا آپ۔ آپ جائیں تو مجھ پر احسان ہوگا۔ ابو مسلم نے ان کی بات مان لی اور بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ عبداللہ بن علی کی مزاج پرسی کو حران آیا۔ اور ایک چال چلی، صبح ہوتے ہی خیمے اکھاڑنے کا حکم دے کر عبداللہ بن علی کو لکھا۔ آپ یونہی پریشان ہو رہے ہیں، امیر المومنین نے مجھے آپ سے لڑنے نہیں شام کا گورنر بنا کر بھیجا ہے، اور میں شام جا رہا ہوں۔ خیمے اکھاڑتے وقت بھی اس نے فوج میں یہی خبر نشر کرا دی۔ اس کی فوج سے یہ خبر عبداللہ بن علی کے سپاہیوں میں جا پہنچی، عبداللہ کے سپاہی زیادہ تر شامی تھے، وہ سچ مچ ڈر گئے کہ اگر ابو مسلم شام گیا تو نہ جانے ان کے گھر والوں اور بچوں سے کیا سلوک کرے۔ عبداللہ بن علی نے انہیں بہتیرا سمجھایا مگر وہ نہ مانے ناچار عبداللہ بن علی کو جھکنا پڑا۔ عبداللہ بن علی کی فوج شام

کی طرف بڑھنے لگی تو ابو مسلم نے آگے بڑھ کر ان کے پڑاؤ پر قبضہ کر لیا - اور لڑائی کے مورچے نصب کر دیئے - اس علاقے میں جتنے کنوئیں تھے، ان میں سے اکثر بند کرا دیئے اور بعض میں مردار ڈلوا دیئے - کہ دشمن ان سے پانی نہ لے سکے - ابو مسلم کی اس چالاکی کا علم جب عبداللہ بن علی کو ہوا تو وہ بھی پلٹے، اور ابو مسلم سے تھوڑے فاصلے پر چھاؤنی ڈال دی، لڑائی کا آغاز ہوا - لڑائی کی رفتار بڑی مدھم تھی، دونوں فوجیں بڑی باقاعدگی اور نفاست سے سورج طلوع ہونے کے بعد ایک دوسرے کے مقابلہ میں آ جاتیں، کبھی جلد پلٹ جاتیں اور کبھی شام تک لڑتی رہتیں، ایسا معلوم ہوتا تھا، جیسے دونوں کوئی مصنوعی جنگ لڑ رہی ہیں -

متواتر چھ مہینے تک یہی عالم رہا، نہ ابو مسلم کی فوج ہاری، اور نہ عبداللہ بن علی ہی پیچھے ہٹے. شام کے لوگ، چونکہ گھروں سے دور تھے ان میں سے اکثر اس لمبی لڑائی سے اکتا گئے، تو انہوں نے ایک دن، بہت زور کا حملہ کیا - ایسا حملہ کہ ابو مسلم کی فوج کی صفیں بکھر گئیں اور اکثر سپاہی منہ موڑ کر پہاڑوں کے دامنوں میں چھپنے لگے مگر ابو مسلم پسپا نہیں ہوا، جہاں کھڑا تھا وہیں جما رہا - اس کے ایک نقیب نے اس کی طرف اشارہ کر کے سپاہیوں کو آواز دی -

محبت اور شفقت جن کا خاصہ ہے - وہ تو یہاں کھڑے ہیں -

اور تم بھاگ رہے ہو

لوگ ابو مسلم کو چاہتے تھے، وہ ایک ایک کر کے ان کے پاس آنے

لگے - اور بھاگتی فوج پھر پلٹ آئی - اور شرمندگی مٹانے کے لیے اس زور کا حملہ کیا - کہ شامیوں کے مزاج ٹھکانے آ گئے -

طبری کا بیان ہے - کہ ابو مسلم نے آج کے دن غیر معمولی مہارت اور تدبر سے کام لیا - اس نے آج فوج کو اس خوبی اور اس ہوشمندی سے لڑایا - کہ دشمن کے بڑھتے پاؤں بری طرح لرز گئے - ان کی جمعیت بکھر گئی ، اور پسپا ہوئے - فوج بھاگی تو سپہ سالار بھی بھاگا ، عبداللہ بن علی رستہ میں اپنے بال نوچتا اور بھرائی بھرائی آواز میں اپنے ساتھیوں سے کہتا :-

میں بھی کتنا بدنصیب ہوں - اس آدمی سے شکست کھائی ہے جو ہمارا نقیب تھا -

ساتھی کہتے :-

اگر ابو مسلم ہمارے مقابلہ میں نہ آتا - تو ہم کبھی شکست نہ پاتے - لیکن ابو مسلم کیوں نہ آتا - ابو جعفر نے چرب زبانی سے کام لے کر اسے پھنسا لیا تھا ، اور اب تو ابو مسلم نے ابو جعفر کے سامنے سے ہر رکاوٹ دور کر دی تھی - اور گویا چار دانگ عالم میں اعلان کر دیا تھا اب کوئی قوت ابو جعفر کے اقتدار میں رخنہ نہیں ڈال سکتی -

عبداللہ شکست کھا کر رصافہ آیا - وہاں کچھ دن چھپا رہا - اور پھر اپنے بھائی کے پاس بصرہ میں آن کر پناہ لی ، اور گمنامی کی زندگی اختیار کر لی ؎

ساتواں باب

سب سے بڑی غدّاری

ابوالعباس کے زمانہ ہی میں جب ابومسلم پہلی بار عراق آیا - تو ابوجعفر نے اسے مروانے کی بہت کوشش کی تھی مگر ابوالعباس راضی نہ ہوئے اور دونوں کو ایک ساتھ حج کرنے کی اجازت دے دی۔

طبری کا بیان ہے۔ کہ ابومسلم جب عراق سے مکہ کی طرف چلے تو انہوں نے بڑی سخاوت سے کام لیا۔ رستہ میں جو بھی ان کے سامنے آیا، اسے انہوں نے خالی ہاتھ نہیں جانے دیا۔ کسی جگہ کنویں کھدوائے، سڑک درست کرائی۔ عربوں کے بے شمار قبائل میں لحاف اور دوسری چیزیں تقسیم کیں۔ اور اسی طرح دولت کو دونوں ہاتھ سے لٹاتے مکہ پہنچے۔ ابوجعفر کے جاسوس ان کے ساتھ لگے تھے۔ ان کی اس سخاوت کو بھی خوب بڑھا چڑھا کر ابوجعفر تک پہنچایا گیا۔ اور ابوجعفر اس موقعہ کی تلاش میں رہے جب وہ اس شیر پر غفلت میں قابو پاسکیں۔

دونوں ایک ساتھ واپس ہوئے۔ رستہ میں ابوالعباس کی موت کی خبر ملی۔ تو ابومسلم کو سخت رنج ہوا۔ ابوجعفر سے یوں ان کی بنتی نہ تھی، پھر بھی انہوں نے رسمی طور پر ان سے تعزیت کی۔ اور انبار چلے آئے۔ وہ یہاں تھے کہ ابوجعفر کو عبداللہ کی بغاوت کا علم ہوا۔ وہ بھاگے بھاگے اور گھبرائے گھبرائے ابومسلم کے پاس آئے۔ ان کی خوشامد کی۔ اور انہیں عبداللہ بن علی کے مقابلہ پر آمادہ کر لیا۔

اور اب جبکہ عبداللہ بن علی شکست کھا کر بھاگے۔ تو ابوجعفر کو فکر ہوئی ابومسلم کو راہ سے ہٹائیں۔ وہ ان سے مقابلہ نہ کر سکتے تھے صرف فریب سے کام لیا جا سکتا تھا، مگر ان کی طرف سے چند ایسی حرکتیں اس دوران میں صادر ہو گئی تھیں۔ جن کے باعث ابومسلم ان کے قریب آنے کے لئے تیار نہ تھے۔

سب سے بڑی حرکت تو انہوں نے یہ کی کہ عبداللہ کی شکست کے فوراً بعد انہوں نے عبداللہ کے اموال پر قبضہ کرنے کے لئے اپنے ایک خادم کو ابومسلم کے پاس بھیجا اور لکھا کہ ان کو عبداللہ کی خیمہ گاہ اور سامان کی فرد دے دی جائے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عبداللہ کے قبضہ میں بے اندازہ زر و جواہر تھے۔ مگر ابومسلم خائن نہ تھے۔ انہیں ابوجعفر کی اس حرکت سے بے انتہا دکھ ہوا اور وہ اپنی فوجیں لے کر خراسان کی طرف بڑھے۔

اب ابوجعفر ڈرے کہ اگر یہ خراسان چلے گئے، تو پھر وہ ان کو فریب سے مار نہ سکیں گے۔ انہوں نے انہیں خط لکھا اور اپنے پاس بلایا۔

ابومسلم نے اس خط کا جواب دیا۔

بادشاہوں کے بارے میں یہ بات ہم سب کو معلوم ہے کہ جب ان کے رستہ کی ساری روکاوٹیں دُور ہو جاتی ہیں تو وہ اپنے وزیروں پر توجہ فرماتے ہیں اور پھر ان کی ہر بات ان کو کھٹکنے لگتی ہے۔

اور میں نہیں چاہتا۔ کہ ان وزرا کا سا میرا حشر ہو، دُور رہوں گا۔ تو آپ کے لئے بھی بہتر ہوگا اور میرے لئے بھی، اور اگر آپ مجھ پر مہربان رہے تو مجھے اپنا خادم پائیں گے اور اگر آپ نے سختی سے کام لیا تو مجھے اپنی جان بچانے کے لئے اپنا وعدہ توڑنا پڑے گا۔

ابوجعفر نے اس خط کے جواب میں پھر چرب زبانی اور خوشامد سے کام لیا۔ انہیں لکھا :۔

آپ اپنے آپ کو ان وزرا میں سے کیوں سمجھتے ہیں۔ آپ تو وفا، دوستی اور اخلاص میں اپنی مثال آپ ہیں۔ اور پھر آپ کی وجہ سے تو ہمیں اتنی کامیابی ہوئی ہے، آپ کی بدظنی ٹھیک نہیں آپ میرے پاس آئیں، مجھے اپنا رفیق اور مخلص پائیں گے۔

اس خط کے ساتھ ساتھ ابوجعفر نے اپنے بڑے سرداروں سے بھی ابومسلم کو اس قسم کی خوشامدانہ چٹھیاں لکھوائیں۔ اور پھر ابومسلم کے بہت قریبی دوستوں کو ایک اور بہت ہی خوشامدانہ خط لکھ کر اس کے پاس بھیجا۔ یہ دوست اپنے وقت کے بڑے چرب زبان اور بری کوششیں اتارنے میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ انہوں نے ابومسلم کے پاس آن

کر ابو جعفر کی محبت کے ایسے ایسے افسانے، اور ایسی ایسی حکایتیں بیان کیں کہ ابو مسلم سب کچھ بھول گئے۔ اور واپسی پر آمادگی ظاہر کر دی۔

طبری کی روایت ہے۔ کہ جب ابو مسلم، مدائن کے قریب آئے، ابو جعفر نے اپنے تمام بڑے سرداروں کو حکم دیا، ان کا استقبال کریں۔

وہ سب ان کا استقبال کر کے ابو جعفر کے خیمہ تک لائے۔ ابو جعفر ان سے بہت خندہ پیشانی سے ملے اور پھر رخصت کر دیا کہ صبح آئیں مقصد یہ تھا کہ اگر اس وقت عجلت میں قتل کیا تو کہیں ان کے ساتھی بدظن نہ ہو جائیں۔

صبح سویرے، ابھی ابو مسلم نہیں آئے تھے کہ شاہی خیمے کے پردوں کے پیچھے۔ کئی غلام، تیز فولادی تلواریں لے کر چھپ گئے۔ ابو جعفر نے انہیں حکم دیا، میں جب تالی بجاؤں تم ابو مسلم پر حملہ کر دینا۔

صبح ابو مسلم اپنے دوست عیسیٰ بن موسیٰ کے ہاں تھے کہ ابو جعفر کے نقیب ان کے پاس آئے اور انہیں خلیفہ کا پیغام دیا۔

عیسیٰ نہانا چاہتے تھے، انہوں نے معذرت کی، میں نہا لوں پھر آؤں گا۔ نقیبوں کو جلدی تھی۔ اس لئے ابو مسلم کو اپنے ساتھ لے آئے۔

وہ خیمے میں داخل ہوتے تھے کہ پہرہ دار نے انہیں جھک کر سلام کیا، اور کچھ مسکرایا، وہ اپنے خیال میں بڑھتے چلے گئے، ابو جعفر نے اٹھ کر ان کا استقبال کیا، اور ان کی تلوار سے کھیلتے ہوئے ان سے کہنے لگے۔ معلوم ہوتا ہے یہ تلوار بہت خوبصورت ہے۔ ابو مسلم مخلص تھے

تلوار میان سے نکال کر ان کے حضور پیش کردی، انہوں نے یہ تلوار ان کے ہاتھ سے لے کر اپنی مسند تلے چھپالی، اور عتاب فرمانے لگے۔ انہوں نے ان پر کئی جھوٹے الزام لگائے۔ اور جب ابومسلم نے ہر ایک کا جواب تسلی بخش دیا۔ تو وہ انہیں گالیاں دینے لگے۔ ابومسلم حیران رہ گئے۔ اور ابھی حیرت دور نہ ہوئی تھی کہ ان پر چاروں طرف سے تلواریں برسنے لگیں۔ پہلے ابوجعفر نے اپنے خاندان کی حکومت کے بانی کے ہاتھ اور پاؤں کٹوائے اور پھر جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرائے اور اسے دریا میں پھنکوادیا۔

ابومسلم کی موت کی خبر عام لوگوں سے پوشیدہ رکھی گئی، اور جب تک ان کے ساتھی سرداروں کو بہت بڑی رشوتیں اور حکومت کے پروانے دے کر خوش نہیں کر لیا گیا، اس وقت تک کسی کو موت کی خبر نہیں ہونے دی گئی۔

ابومسلم یہاں آتے وقت اپنے ساتھ تین ہزار آدمی لائے تھے۔ ان تین ہزار آدمیوں کو دوسرے دن بے اندازہ سونا اور جواہرات ملے۔ بے وقوف سمجھ گئے۔ کہ ان سے ان کا آقا خرید لیا گیا ہے۔ بعض نے اپنی اس خرید پر ایک دوسرے کو طعنے بھی دیئے۔ مگر اتنی بڑی بات آئی گئی ہو گئی۔

صرف ابونصر ایک ایسا شخص نکلا، جس نے ابومسلم کی موت پر صحیح وفاداری دکھائی۔ ابومسلم نے حران سے روانگی کے وقت اسے اپنا تمام روپیہ اور جواہرات سپرد کر کے کہا تھا۔ اگر میرا خط تمہارے پاس آیا اور اس پر میری پوری مہر ہوئی تو سمجھنا میں مارا گیا ہوں؟

اور یہ مہر کسی دوسرے نے لگائی ہے۔ اگر مہر آدھی ہوتی تو پھر یہ خط میرا ہوگا۔

ابومسلم کے قتل کے بعد ابوجعفر نے ابومسلم کی طرف سے ابونصر کو جعلی خط لکھا۔ اور نیچے پوری مہر ثبت کردی۔

ابونصر نے خط پڑھا، اور سمجھ گیا اس کا آقا مارا گیا ہے۔ اس نے ابومسلم کا سامان، ابوجعفر کے آدمیوں کے سپرد کرنے کی بجائے ان لوگوں کو ڈانٹا اور خود خراسان کی طرف بڑھا۔

ابوجعفر نے اسے ایک اور فرمان لکھا، جس میں اسے شہرزور کی ولایت کا لالچ دیا۔ مگر ابونصر اس فریب میں بھی نہیں آیا۔ ابوجعفر اب کھٹکے۔ انہوں نے ہمدان کے حاکم کو لکھا۔ اگر ابونصر یہاں سے گذرے تو اسے گرفتار کر لینا۔

ابونصر یہاں آیا تو گرفتار کر لیا گیا، گرفتاری نے ابونصر کے مزاج کچھ درست کر دیئے، اور اس نے ابوجعفر سے معافی مانگ لی۔

ابومسلم کے قتل کی خبر جب خراسان پہنچی تو سنباذ نے جسے ابومسلم نے پرورش کیا تھا۔ ابوجعفر کے خلاف عام بغاوت کر دی۔ دیکھتے دیکھتے ساٹھ ہزار آدمی اس کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ مگر سنباذ محض لاڈلا نوجوان تھا، سپہ سالاری کے آہنگ نہ جانتا تھا۔ ابوجعفر کی طرف سے جب جمہور نے اس سے جنگ کی تو بری طرح ہارا۔ اور مارا گیا۔

طبری کا بیان ہے۔ کہ جب ابومسلم کی نعش بنو عباس کے خاندان میں نشر ہوئی۔ تو سب نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اور جشن منائے۔ کہ اب

ان کی حکومت ہر خطرہ سے بچ گئی ہے ۔ بد عہد اور بے وفا اتنی جلدی یہ بات بھول گئے کہ ابو مسلم اگر نہ ہوتے تو ان کی تحریک کبھی کامیاب نہ ہوتی ۔ ابو جعفر خلافت کی مسند پر بیٹھ کر یہ کبھی کہہ نہ سکتے، تمہاری جگہ اگر ہم کسی بھیڑ کو بھیج دیتے تو وہ بھی تمہاری ایسی کامیابی پاتی ۔ ابو جعفر تو بھیڑ کے بارہ میں پیش گوئی کر رہے تھے ۔ ہم کہتے ہیں ۔ اگر وہ خود ان کے بھائی ابوالعباس اور خاندان کے سارے افراد ابو مسلم اور ابو سلمہ کی جگہ نگر نگر اور قریہ قریہ گھوم جاتے تو انہیں کوئی پانی کا پیالہ تک پیش نہ کرتا ۔ یہ تو خلافت تھی ۔ یقیناً ابو مسلم اور ابو سلمہ نے خاندانِ نبوت کا نام استعمال کیا تھا ۔ مگر بنو عباس کی تخصیص نہ کی تھی، بات مبہم رکھی تھی ۔ یہ تو ان کی ہوشمندی تھی کہ اس ابہام کو انہوں نے ابوالعباس کے حق میں مفید ثابت کر دیا ۔ اے کاش موت کے وقت ابو مسلم کو زبان ملتی اور وہ چار دانگ عالم میں پکار پکار کر کہہ سکتا ۔ ابو جعفر خلافت کے مستحق نہیں ۔ خلافت کا حق تو صرف اسے حاصل ہے، جسے رائے عامہ منتخب کرے ۔

مگر ابو مسلم کے کٹے ہوئے جسم کو تو دجلہ کی لہریں نہ جانے کہاں لے گئی تھیں اور اس کا عضو عضو کتنے ہزار ریزوں میں بٹ چکا تھا ۔

آٹھواں باب

چند بغاوتیں

سنباذ کی بغاوت کے بعد دو اور سرداروں نے بغاوت کی۔ ایک جمہور نے اور دوسرے ملبد نے جمہور تو وہی سردار ہے جس نے سنباذ کا مقابلہ کیا اور اسے شکست دی۔ ملبد جزیرے کا خارجی تھا۔

جمہور کی بغاوت بیان کرتے وقت طبری نے صرف ایک شے جو لکھی ہے کہ ابو مسلم کا وہ خزانہ جسے وہ چھوڑ گیا تھا۔ جمہور کے پاس تھا۔ ابو جعفر نے یہ خزانہ طلب کیا۔ تو جمہور کی نیت پھر گئی اور اس نے بغاوت کا علم بلند کر دیا۔

ابو جعفر جمہور کو پسند کرتا تھا۔ اس بغاوت کی خبر سنی تو بہت بگڑا اور محمد بن اشعث ایک مشہور نبرد آزما کو بہت بڑی فوج دے کر جمہور کے مقابلہ پر بھیجا۔ جمہور اور اس میں بڑے زور کی لڑائی ہوئی۔ جمہور کو شکست ملی، خزانے چھوڑ کر بھاگا۔ مگر پکڑا گیا اور قتل ہوا۔

البتہ بلبتد نے ابوجعفر کو بہت تنگ کیا۔ پہلے جزیرہ کی شاہی فوج کو شکست دی پھر موصل کی سپاہ کے دانت کھٹے کئے۔ پھر ابوجعفر کے منہ چڑھے خادم مہلل کو چاروں شانے چت گرایا، اور زیاد بن شکانی کو تو ایسے زخم لگائے کہ ابوجعفر تک تلملا اٹھے۔ صالح بن جبیم کو شوق ہوا، وہ ایک بڑی فوج کے گھمنڈ پر بلبتد کو سزا دینے آئے، تو بلبتد نے ان سے ایسا گستاخانہ سلوک کیا۔ کہ نہ صرف ان کا سارا سامان چھین لیا۔ بلکہ ان کی تلوار پر پاؤں رکھ کر اسے توڑ بھی دیا۔ صالح جان بچا کر بھاگے اور حمید بن قحطبہ کے پاس پہنچے۔ حمید بن قحطبہ نہ صرف خود ایک بڑے بہادر اور نامور سپہ سالار تھے۔ بلکہ ان کا سارا کا سارا خاندان بہادری میں مثال نہ رکھتا تھا، مگر نہ جانے کیا بات تھی۔ بلبتد جادوگر تھا یا شعبدہ باز کہ حمید نے بھی اس سے سخت شکست کھائی، اور مزید شکستوں سے بچنے کے لئے قلعہ بند ہو گیا، اور بلبتد کو ایک لاکھ درہم نذر کئے کہ کچھ دن چین سے رہنے دے۔

مگر ابوجعفر ان پے در پے شکستوں پر بھنا اٹھے، اور عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن کو حکم دیا۔ وہ قسمت آزمائیں۔ مگر ان کا ستارہ بھی گردش میں تھا وہ بھی پٹے، تو خادم کی باری آئی۔ خازم بلبتد کا ہم پلہ تھا۔ اور چیتے باز بھی تھا۔ اس نے بلبتد کو اس کے پڑاؤ سے نکالا، اور پھر ایک کھلے میدان میں اگلی پچھلی کسر نکال لی۔ بلبتد اپنے آٹھ سو ساتھیوں کی معیت میں قتل ہوا، جو بچے وہ بھاگے۔

اس دور کی بغاوتوں میں سب سے عجیب بغاوت ان خراسانیوں کی ہے۔ جو خراسان سے چل کر "کوفہ ہاشمیہ" آئے۔ یہ نیا شہر تھا، جسے

عباسیوں نے آباد کیا تھا۔ ان کی تعداد کوئی آٹھ سو کے قریب تھی اور سب کے سب شاہسوار تھے۔ ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ ابوجعفر خدا ہیں۔ جو ان کو کھانے کو دیتے ہیں۔ اور ابوجعفر کے خادم عثمان بن نہیک اور شبیب بن معاویہ۔ آدم اور جبرائیل ہیں، احمق اس عقیدے کی بنا پر روزانہ ابوجعفر کے محل کے باہر آن جمع ہوتے، اور خانہ کعبہ کی طرح اس کا طواف کرنے لگتے۔ ابوجعفر کیسا بُرا بھی بہرحال مسلمان تھا، ان کی اس بدخیالی اور بے ہودگی کو دیکھ کر اس نے ان کے بہت سے سرداروں کو پکڑ لیا، باقی لوگ بدظن ہو گئے، اور شہر میں ہگڑ مچانے لگے، انہوں نے قید خانہ توڑ دیا اور اپنے سرداروں کو جیل سے نکال لیا۔

شہر میں اس وقت کوئی فوج نہ تھی۔ ابوجعفر بہت گھبرایا۔ گھوڑے پر سوار ہو کر محل سے باہر آیا۔ اور ان سے لڑائی کرنے کے لئے شہر والوں کو پکارا۔ شہر والوں نے اس دن بڑی بہادری دکھائی، اور ان احمقوں کو گھیر کر قتل کر دیا۔ اس دن ابوجعفر نے بھی لڑائی میں حصہ لیا تھا، اور شہر والوں کی آج کی بہادری محض اس کی شرکت کا نتیجہ تھی، آج کے دن معن نے سب سے زیادہ قتل کئے۔ ابوجعفر اس سے بہت خوش ہوا۔ اسے اپنے ساتھ دستر خوان پر بٹھا کر کھانا کھلایا اور پھر بیس ہزار درہم انعام دے کر یمن کا حاکم بنا دیا۔

خراسان چونکہ مرکز سے بہت دور واقع تھا اس لئے جو گورنر بھی وہاں بھیجا جاتا۔ اس کے مزاج میں لازمی طور پر رعونت پیدا ہو جاتی۔ ابومسلم کے جانشین ابوداؤد کے انتقال کے بعد عبدالجبار بن عبدالرحمٰن خراسان کا گورنر بنایا گیا۔

ابوجعفر کو خدا ماننے والے اور ان کا انجام

عبدالجبار خراسان پہنچا - تو اس کے دماغ میں فتور پیدا ہوا۔ اس نے خراسان کے بڑے بڑے سرداروں پر مختلف الزام لگا کر قتل کر دیا- اور ہر طرف منادی کرادی، کہ جو کوئی بھی حکومت کے خلاف کسی سازش میں شریک پایا گیا، کسی مقدمہ کے بغیر قتل کر دیا جائے گا-

ابوجعفر کا وزیر اختیار ابو ایوب جو ابومسلم کے قتل، کا محرک بنا- بہت دُور اندیش اور محتاط آدمی تھا- جب عبدالجبار کے بارے میں اس قسم کی خبریں ابوجعفر کے پاس آئیں تو ابوایوب نے بہت تشویش کا اظہار کیا اور ابوجعفر کو رائے دی۔ کہ عبدالجبار کی نیت معلوم کرنے کے لئے اسے حکم دے کہ "روم پر فوج کشی کے لئے خراسانیوں کی ایک بڑی فوج بھیج دو" خیال یہ تھا کہ اگر عبدالجبار نے حکم مان لیا تو وہ فوج سے محروم ہوجائے گا- مگر عبدالجبار بڑا کائیاں تھا اس نے جواب لکھ دیا-

عالی جاہ! حکم کی تعمیل تو ضرور کرتا- مگر یہاں کے ترکوں نے بہت سر اٹھا رکھا ہے - اور اگر فوج باہر چلی گئی - تو یہاں کی حکومت ختم ہوجائے گی-

یہ خط پاکر ابوایوب نے جواب لکھوایا-

اگر ایسی ہی خطرہ کی بات ہے تو ہم ایک فوج یہاں سے وہاں بھیج دیتے ہیں-

عبدالجبار مطلب سمجھ گیا- لکھا،

عالی جاہ! یہاں قحط پڑا ہے اور خراسان باہر کی فوج کو خوراک مہیا نہ کرسکے گا-

یہ خط و کتابت بے نتیجہ نہ نکلی، عبدالجبار کی نیت معلوم ہو گئی، تو ابوجعفر نے اپنے بیٹے محمد مہدی کو ایک بہت بڑی فوج دے کر خراسان بھیجا۔

عبدالجبار کو یہ خیال نہ تھا کہ ابوجعفر اس کی مزاج پرسی پر اس درجہ توجہ کرے گا، مہدی کے ساتھ جو فوج تھی وہ تو خراسان جیسے تین ملکوں کو فتح کر سکتی تھی۔ بہرحال عبدالجبار نے مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھائی۔ اور قتل ہوا۔

نواں باب
طبرستان اور رومیوں پر فوج کشی

ابو جعفر کے دورِ حکومت میں گو رومیوں کے ملک پر کوئی باقاعدہ فوج کشی نہیں ہوئی۔ البتہ صالح بن علی اور عباس بن محمد کی توجہ سے کبھی کبھی مسلمان فوجیں رومی علاقوں پر چڑھ دوڑتیں۔ ملطیہ مسلمانوں اور رومیوں کی سرحد سمجھی جاتی تھی۔ صالح بن علی اور عباس بن محمد جب کبھی روم پر چڑھائی کرتے تو پہلے یہاں آن کر ٹھیرتے، اور پھر یہاں سے رومی قلمرو پر چڑھائی کرتے، اس فوج کشی سے گو کوئی خاص فائدہ تو نہیں نکلا، البتہ اتنا ضرور ہوا۔ کہ دونوں قومیں ایک دوسرے سے لڑ کر مذہبی فریضہ ادا کرلیتیں صالح اور عباس کی حالت تو یہ تھی کہ یہ کبھی کبھی بیٹھے بیٹھے ملطیہ کی طرف روانہ ہو جاتے اور منادی کر دیتے جو جہاد کا ثواب کمانا چاہے، ہمارے ساتھ ہو لے۔ بہت سے مسلمان جہاد کا ثواب کمانے کے لئے ان کے ساتھ ہو لیتے اور ایک بار تو ابو جعفر کی چچازاد بہنیں لبابہ اور ام عیسیٰ

ہتھیاروں سے سج کر جہاد میں شریک ہوئیں، اور خوب بہادری دکھائی
سنہ ۱۴۰ ھجری میں خود بادشاہ رُوم مسلمان مجاہدوں کے مقابلہ میں آترا۔ شاہ
رُوم کے ساتھ ایک لاکھ سپاہی تھے جیحان میں اس نے پڑاؤ ڈالا۔ اور مسلمانوں
کی تعداد معلوم کرنے کے لئے جاسوس بھیجے۔ مسلمانوں کی تعداد اس سے
بھی زائد تھی۔ وہ ڈر گیا اور چھاؤنی اُٹھا کر پسپا ہو گیا۔

رُوم کی طرح طبرستان پر بھی یوں ہی شوقیہ طور پر چڑھائی کی گئی۔
ابو جعفر نے جب محمد مہدی کو خراسان بھیجا۔ اور جمہور نے شکست
پائی۔ تو اس کے ساتھ جو فوج تھی اس کی تعداد بہت تھی اور اس پر
بہت خرچ آیا تھا۔ ابو جعفر نے مہدی کو لکھا، تم خود رے میں ٹھیرے
رہو۔ اور اپنے سپہ سالاروں۔ ابوالخصیب اور خازم بن خزیمہ کو
طبرستان بھیج دو۔

یہ دونوں سپہ سالار طبرستان آئے۔ ابوالخصیب ساریہ کی طرف
بڑھا اور خازم رویان آیا، رویان کو فتح کر لینے کے بعد انہوں نے
طاق پر حملہ کیا، اور اسے بھی فتح کر لیا، اب وہ آگے ہی آگے بڑھتے گئے
طبرستان کے سرداروں اور بادشاہ نے قدم قدم پر ان کا راستہ روکا۔
مگر وہ کہیں روکے نہ جا سکے۔ اور سارا طبرستان اسلامی قلمرو میں شامل ہو
گیا، اس لڑائی میں طبرستان کے بہت سے باشندے مارے گئے۔
اور بادشاہ بھاگ کر قلعہ بند ہوا، مگر شکست کھائی، اور اس کی ایک
بیٹی مہدی کے حرم میں پہنچی، پھر مصمغان کی باری آئی وہ بھی چڑھتی ہوئی
قوت کے سامنے جی نہ سکا۔ اس کی دو بیٹیاں پکڑی ہوئی مہدی کے حضور
آئیں۔ ایک اس کے حرم میں اور دوسری علی بن ربطہ کے حرم میں داخل ہوئی

دسواں باب
آلِ فاطمہؓ پر مظالم

بنو امیہ نے اپنے اقتدار کے دور میں فاطمہ کی اولاد پر جو ستم ڈھائے وہ پچھلے حصّہ میں بیان کئے جا چکے ہیں۔ یہ مصائب اس درجہ ہولناک تھے کہ عام خیال یہ تھا کہ اب فاطمہ کی اولاد کسی نئے فتنہ کا شکار نہ ہوگی اور خصوصیت سے جب بنو عباس برسرِ اقتدار آئے تو حضرت فاطمہ رضؓ کی اولاد سے محبت کرنے والے اللہ کا شکر ادا کرنے لگے کہ اس مظلوم خاندان کی ابتلا کا دور اب ختم ہوا۔ نہ صرف اس لئے کہ بنو عباس اور آلِ فاطمہ ایک ہی درخت کی دو شاخیں ہیں۔ بلکہ اس لئے بھی کہ بنو عباس نے جب خلافت کی تحریک شروع کی تو ان کے داعی لوگوں کو یہی کہتے سنتے کہ ہم بنو اُمیّہ کی حکومت کا تختہ اس لئے الٹنا چاہتے ہیں کہ ان سے فاطمہ کی اولاد کا انتقام لیں ان دو باتوں کی موجودگی میں کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس مظلوم خاندان کو ایک بار پھر رسوا ہونا

پڑے گا۔ اور یہ رسوائی جو ابوجعفر نے ان کو عطا کی، بڑی رسوائی تھی، حسین ہتھیار سج کر آئے تھے، وہاں تو مقابلے ہوئے وہاں تو حسین اور ان کے ساتھیوں کے سر ان لوگوں نے کاٹے۔ جو بدو اور وحشی تھے۔ مگر یہاں تو ان بیچاروں نے نہ ہتھیار سجائے۔ نہ مدینہ سے چل کر کربلا آئے۔ اور نہ حکومت و سیادت کا دعویٰ ہی کیا۔

یہاں تو بس ان کی خطا اتنی تھی کہ ابوجعفر نے ایک وقت جب ابھی خلافت کا چراغ اس کے ہاتھ میں نہیں آیا تھا۔ بنوامیہ سے انتقام لینے کی نیت سے، عبداللہ بن حسن بن امام حسین علیہ اسلام کے بیٹے محمد کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ یہ بیعت دہکتے ہوئے انگارے کی طرح، اب تک ابوجعفر کے دل پر رکھی تھی۔ ابوالعباس کی موت سے کچھ پہلے، جب وہ ابومسلم کے ساتھ حج کے لئے مکہ آیا، اور پھر مدینہ پہنچا۔ تو امام حسن کی اولاد اس سے ملنے آئی، ان آنے والوں میں محمد اور ان کے بھائی ابراہیم نہ تھے۔ ابوجعفر نے ایک ایک کے چہرہ کو دیکھا، اور ایک ایک سے پوچھا محمد اور ابراہیم کیوں نہیں آئے، اور جب وہ یہ بات پوچھ رہا تھا اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی ان مرئی قوت نے کئی سال روئی کی طرح دھن کر اس کے سامنے سے ہٹا دیئے ہیں۔ اور وہ گھڑی سامنے کر دی ہے جب ابوجعفر مسکین صورت بنائے، محمد کے سامنے دوزانو بیٹھا تھا، اور ان کے داہنے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر کہہ رہا تھا۔

محمد آپ آج سے میرے امام ہیں۔ میں خدائے بزرگ و برتر

اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی قسم کھا کر آپ سے اصرار کرتا ہوں کہ موت کی آخری گھڑی تک آپ کے علم تلے رہوں گا اور اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دوں گا اور یہ یاد کوئی معمولی یاد نہ تھی۔ اس نے ابوجعفر کے دل۔ دماغ، جسم کی ایک ایک رگ اور ایک ایک نس میں ہزار اضطراب بھر دیئے تھے۔ اور گو امام حسن کی اولاد کے ہر فرد نے اسے یقین دلایا کہ محمد اور ابراہیم کی غیر حاضری کا سبب یہ نہیں کہ وہ تمہارے مخالف ہیں بلکہ یہ وہم ہے کہ چونکہ تمہارے خاندان کی خلافت سے پہلے وہ مدعی خلافت تھے اور ہم سب بنو ہاشم نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اس لئے شاید تم کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو کر ان کے ساتھ برا سلوک کرو۔

اس وقت تو ابوجعفر نے آنکھیں جھکا لیں۔ مگر تھوڑی دیر بعد زیاد بن عبداللہ والی مدینہ کو تاکید کی، جیسے بھی ہو محمد اور ابراہیم کو میرے پاس لاؤ۔ اور دھمکی دی کہ اگر زیاد ان دونوں کو اس کے پاس نہ لایا۔ تو وہ اس سے سخت انتقام لے گا۔

اور خود زیاد یہ بات جانتا تھا کہ ان دونوں کو ابوجعفر کے پاس لانا۔ ان دونوں کی موت مول لینا ہے۔

محمد اور ابراہیم۔ دونوں بھی اس حقیقت سے آگاہ تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ ابوجعفر انہیں کبھی زندہ نہ چھوڑے گا۔ اور جان ہر ایک کو عزیز ہوتی ہے۔ ان دونوں کو بھی اپنی جان عزیز تھی، یہ چھپ گئے اور زیاد کی تلاش کے باوجود اس کے ہاتھ نہ آئے۔

طبری کا بیان ہے۔ کہ ابوجعفر جب خلافت کی مسند پر بیٹھا تو

محمد اور ابراہیم کے بارے میں اس کا اضطراب اور بھی بڑھ گیا۔ اور اس نے زیاد کو ایک بار پھر تاکید کی۔ کہ وہ ان دونوں کو پکڑ کر اس تک پہنچا دے۔ اور پھر خود کئی غلاموں کو سواریاں اور بے شمار روپیہ دے کر ان دونوں کی تلاش میں بھیجا، مگر ناکام رہا۔

یہ ناکامی اس کے اضطراب کو اور زیادہ بڑھانے کا باعث ہوئی اور اس نے ان دونوں کو پکڑنے کی ایک اور سازش کی۔ عقبہ بن مسلم ایک بہت چرب زبان اور دانا بدو کو بہت سارا روپیہ دے کر عبداللہ بن حسن کے پاس بھیجا۔ اور سمجھا دیا کہ وہ ان کے پاس جا کر یہ ظاہر کرے کہ وہ خراسان کے فلاں گاؤں سے آیا ہے۔

ابوجعفر نے عبداللہ بن حسن کو دینے کے لئے اسے بہت سے تحائف اور روپیہ بھی دیا، اور تاکید کر دی کہ اگر وہ پہلی بار نہ ملیں تو دوسری بار نہیں تو تیسری بار حاضری دینا اور اس طرح خدمت بجا لانا کہ وہ تمہیں اپنا سمجھنے لگیں۔

عقبہ نے ایسا ہی کیا، پہلی دوسری اور تیسری بار دھتکارا گیا تو بھی حاضری سے باز نہ آیا، اور ان کی خدمت کچھ اس طرح کی کہ وہ رام ہو گئے، اور اپنے بیٹوں کے بارے میں اسے بہت سی باتیں بتا دیں۔ عقبہ نے یہ باتیں ابوجعفر سے آن کہیں اور اس کا اضطراب اور بڑھا دیا۔ اس نے اپنے چچیرے بھائی فضل کو ایک بار پھر مدینہ بھیجا کہ ان دونوں کا پتہ چلائے۔ فضل وہاں آیا۔ عبداللہ بن حسن اور دوسرے حسینوں سے ملا مگر ان دونوں کا پتہ پانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔

اس زمانہ میں محمد کوفے میں تھے۔ اور ایک ایسی جگہ پر چھپے تھے

جہاں سے ان کے بارے میں کسی کو کچھ معلوم نہ ہو سکتا تھا - وہ کچھ عرصہ تک یہیں چھپے رہے - پھر یہاں سے بصرے آئے، بصرہ آتے وقت کسی نے انہیں دیکھ لیا - ابو جعفر کو خبر دی ابو جعفر اسی وقت بصرہ چل پڑا، مگر اس کے بصرہ آنے سے پہلے محمد کہیں اور جگہ تشریف لے گئے -

۱۴۰ھ ہجری میں ابو جعفر حج کے لئے مدینہ آیا، تو اس نے ایک بار پھر عبداللہ بن حسن کو پکڑ بلایا، اور اس دفعہ اس نے ان پر بہت سختی کی - انہیں گالیاں بھی دیں اور چاہا کہ ان کو قتل کر دے - مگر مدینہ کے حاکم زیاد نے ان کی ضمانت دی اور وعدہ کیا کہ ان کے دونوں بچوں کو حاضر کر دے گا -

ابو جعفر یہاں سے مکہ آیا - حج کیا - اور واپسی پر پھر مدینہ پہنچا اپنے اندرونی اضطراب کے باعث ایک بار پھر عبداللہ بن حسن کو بلا بھیجا - اور عقبہ کو ان کے سامنے پیش کیا - عبداللہ بن حسن اسے پہچان گئے - اور اب انہیں معلوم ہوا کہ عقبہ ان کے پاس ابو جعفر کے مخبر کے طور پر آیا تھا - انہوں نے ابو جعفر سے معذرت کی - مگر ابو جعفر نے انہیں بہت سی گالیاں دے کر قید کر دیا - اور مدینہ کے حاکم کو حکم دیا ان پر خوب سختی کرے -

عبداللہ بن حسن پر جیل میں خوب سختی کی جاتی رہی - اور جب ابو جعفر کا جی اس سے بھی نہ بھرا - تو حکم دیا، ان کے گھر اور ان کی ہر چیز نیلام کر دی جائے، جس دن نیلامی بولی جاتی تھی - ایک صاحب عبداللہ بن حسن کے پاس جیل میں آئے اور کہنے لگے -

مجھے ابو جعفر کی عقل پر حیرت ہے کہ وہ تمہارے سامان کو نیلام کرا رہا ہے۔ اس مدینہ میں بھلا کون ایسا آدمی ہو گا، جو تمہارا مال خریدے گا،

عبداللہ بن حسن رو پڑے اور کہنے لگے۔

یہ تو میرا سامان ہے اگر ابو جعفر، مجھے اور میری بیویوں اور بچیوں کو بھی نیلام کر دے تو خدا کی قسم ہماری بولی دینے کے لئے بھی لوگ مل جائیں گے۔

عبداللہ نے یہ صحیح بات کہی تھی۔ وہ کربلا کا واقعہ بھولے نہ تھے۔ اور جانتے تھے کہ کس طرح کوفہ کے لوگوں نے امام حسین ان کی اولاد اور اعزا کو چند سکوں اور عہدوں کے لالچ میں ہزار ہزار عذاب دے کر شہید کیا تھا۔

اب بھی سچ مچ اگر عبداللہ اور ان کی بیویوں اور بچیوں کو برسر عام نیلام کیا جاتا۔ تو ان کو خریدنے اور لونڈی غلام بنانے والے جواں ہمت لوگ نکل آتے۔

ابو جعفر کی تشویش عبداللہ بن حسن کی گرفتاری اور ان کے املاک کی نیلامی سے بھی دور نہ ہوئی۔ اور اب وہ اکثر رات رات بھر عجیب وہم میں مبتلا رہتا۔

طبری نے زیاد حاکم مدینہ کی ایک روایت بیان کی ہے کہ ایک رات ابو جعفر کے ہرکارے اسے کئی بار بلانے آئے۔ اور جب وہ ابو جعفر کے پاس گیا تو ابو جعفر سخت پریشانی کی حالت میں زمین پر بیٹھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک گرز تھا۔ اس گرز سے وہ بار بار

زمین کو ٹھونکے دیتا زیاد اس کے پاس آکر بہت دیر تک کھڑا رہا، مگر ابو جعفر اپنے شغل میں اس درجہ منہمک تھا کہ زیاد کی طرف نگاہ نہیں اٹھائی، بہت دیر کے بعد جب نظر اٹھائی تو اسے گالی دے کر پوچھا :-

بتا - محمد، اور ابراہیم کہاں ہیں -

زیاد کانپ گیا، مگر حاضر دماغ آدمی تھا - فوراً جواب دیا :-

عالی جاہ میں کیا عرض کروں - قصور خود عالی جاہ کا ہے عالی جاہ نے اپنے جو آدمی بنو ہاشم میں روپیہ تقسیم کرنے کے لئے بھیجے تھے - وہ قادسیہ پہنچے تو چھریاں تیز کرنے لگے لوگوں نے پوچھا یہ چھریاں کیوں تیز کر رہے ہو تو انہوں نے جواب دیا - امیر المومنین نے ہمیں ان چھریوں سے محمد اور ابراہیم کو ذبح کرنے کا حکم دیا ہے -

آپ ہی بتائیں کہ اس عالم میں وہ دونوں آپ کے پاس کیسے آئیں -

ابو جعفر نادم ہو گیا اور زیاد کی خلاصی ہوئی، ورنہ ابو جعفر نے طے کیا تھا کہ زیاد کو اس گرز سے ہلاک کر دے گا -

ابو جعفر اس پریشانی میں مدینہ سے چلا - رستہ میں اس نے ایک اور سازش کی - کچھ آدمیوں کو بہت سا روپیہ دے کر عبداللہ بن حسن کے پاس ایک جعلی خط دے کر بھیجا - یہ خط کوفے کے شیعوں کی طرف سے لکھا گیا تھا - اور عبداللہ بن حسن سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ خدا کے لئے ان پر رحم کریں اور اپنے بیٹوں

کو خروج کا حکم دے کر انہیں ابو جعفر کی لعنت سے بچائیں۔
اس خط کا مضمون اس درجہ دلنشیں تھا کہ عبداللہ بن حسن اسے پڑھ کر اسے صحیح سمجھ بیٹھے۔ اور ان لوگوں کو اپنے بیٹوں کا پتہ دے دیا۔
یہ لوگ پتہ لے کر ابھی رخصت ہی ہوئے تھے کہ ابو جعفر کے ایک شیعہ کاتب کا پیغامبر عبداللہ کے پاس حاضر ہوا، اور انہیں اس سازش سے اطلاع دی۔ عبداللہ بہت پریشان ہوئے اور اسی وقت ابو ہبار کو حکم دیا۔ تیز رو اونٹ پر سوار ہو کر ان لوگوں کا تعاقب کرے۔
ابو ہبار نے تعاقب کیا۔ مگر وہ لوگ اس سے پہلے ہی محمد کے پاس جا پہنچے تھے۔ مگر ابھی کچھ کر نہیں پائے تھے کہ ابو ہبار پہنچا۔ تو محمد اسے دیکھ کر جلدی سے اس کے پاس آیا۔ ابو ہبار نے اس سے ساری بات کہہ دی۔ اور مشورہ دیا کہ ان لوگوں کو اسی وقت قتل کر دیا جائے محمدؒ نہ مانے کہنے لگے :۔
میں ان لوگوں کا خونِ ناحق اپنے ذمہ لینا نہیں چاہتا۔
یہ لوگ چور تھے۔ خود ہی بھاگ گئے۔ اور محمد کو اپنی جگہ بدلنی پڑی۔
طبری کا بیان ہے کہ محمدؒ پر یہ زمانہ بڑے ابتلا اور پریشانی کا زمانہ تھا بے چارے صبح کہیں ہوتے اور شام کہیں۔ ان کے پاؤں میں چھالے پڑ گئے تھے۔ اور کپڑے بری طرح پھٹ گئے تھے۔
محمد اور ابراہیم کبھی کبھی چھپ کر مدینہ آتے اور اپنے عزیزوں سے مل کر پھر دور دراز کے پہاڑوں میں نکل جاتے۔ ایک بار وہ رات

بجنسہ یہی صورت حال ہمارے کشمیری مجاہدین کی ہے۔ اللہ ان سے راضی ہو اور اپنی نصرت سے نوازے۔ (س۔ مش)

کے وقت مدینہ آئے۔ زیاد سے ملے۔ اس نے انہیں امان دی اور وعدہ لیا کہ وہ ان کے ساتھ ہو کر۔ مدینہ والوں کو اپنا منہ دکھا دینگے محمد نے ایسا ہی کیا زیاد کے ساتھ مدینہ کی ایک عام گذرگاہ پر آئے اور پھر گم ہو گئے۔

اس سے زیاد کا مقصد یہ تھا۔ کہ وہ ابوجعفر پر یہ ظاہر کرے، کہ اس نے محمد کو پکڑ تو لیا تھا، مگر وہ دھوکہ دے کر نکل بھاگے۔

مگر ابوجعفر کے پاس جب یہ خبر پہنچی تو اس نے اس سے یہ سمجھا کہ زیاد نے جان بوجھ کر انہیں چھوڑا ہے۔

اس نے زیاد کو معزول کر کے قید کر دیا۔ اس کے مال کی نیلامی بلوائی اور اعزا و اقربا پر سختیاں کرنے لگا،

زیاد کی جگہ محمد بن خالد مدینہ کا حاکم بنایا گیا۔ اور ابوجعفر نے اُسے حکم دیا کہ مدینہ کے خزانے میں جتنا روپیہ ہے تم چاہو تو محمد اور ابراہیم کے کھوج لگانے پر صرف کر دو

خالد مدینہ آیا۔ بیت المال کا جائزہ لیا تو اس میں ستر ہزار دینار اور دس لاکھ درہم تھے۔ یہ سارا روپیہ خالد نے ان دونوں کی تلاش پر صرف کر دیا۔ مگر پھر بھی یہ دونوں ہاتھ نہیں آئے۔ اس کوشش ناکام کے سبب ابوجعفر کی پریشانی بہت بڑھ گئی۔ خالد بھی معزول ہوا اور اس کی جگہ ایک سخت قسم کے بدو ریاح کو مدینہ کی گورنری سونپی گئی۔

ریاح نے اس پاس کے بہت سے کھوجی اور پہاڑوں کی حالت جاننے والے لوگ جمع کئے اور ان دونوں کی تلاش میں بڑی محنت کی۔ وہ کئی بار خود مہموں کا سرغنہ بن کر ان دونوں کی تلاش میں نکلا، اور دو بار

تو محمد اس کے ہاتھ میں آتے آتے بچے۔

ادھر ابو جعفر کا پیمانہ صبر لبریز ہوتا گیا اور جب اس مسلسل کوشش کے باوجود محمد اور ابراہیم اس کے ہاتھ نہ لگے۔ تو اس نے امام حسن کی ساری اولاد کو جن کی تعداد بارہ تھی پکڑ لیا۔ ان کے پاؤں میں وزنی بیڑیاں ڈال دیں اور ان پر دن رات بہت سختی کی جانے لگی۔

ابھی تک انہیں مدینہ میں قید رکھا گیا تھا، محمد کو اپنے خاندان کی اس تباہ حالی کا علم ہوا تو وہ چھپ کر مدینہ آئے، اپنی ماں سے ملے، اور درخواست کی باوا سے جا کر اذن لے دیں کہ میں خود کو ابو جعفر کے سپرد کر دوں۔

ماں بھیس بدل کر اپنے خاندان والوں کے پاس آئی۔ اور محمد کی درخواست بیان کی۔ مگر خاندان والوں نے اسے خروج کی اجازت نہ دی۔ اور تاکید کی۔ کہ وہ اپنے کام میں لگے رہیں۔ محمد روتے روتے پھر پہاڑوں میں آ گئے اور چھپ گئے۔

طبری کا بیان ہے کہ جب خاندان حسن کی گرفتاری کا بھی کوئی خاص نتیجہ نہ نکلا تو ابو جعفر نے ان سب قیدیوں کو مدینہ سے اپنے پاس منگوا بھیجا۔ جس وقت ان لوگوں کا قافلہ مدینہ سے روانہ ہوا تو عجیب عالم تھا۔ ان سب کے پاؤں میں وزنی بیڑیاں۔ گلوں میں بوجھل طوق اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں۔ اور سب اونٹوں کی ننگی پشتوں پر اس طرح سوار کیے گئے تھے جیسے یہ کوئی خوفناک لٹیرے ہیں۔

جہاں جہاں سے ان کا قافلہ گذرتا لوگ انہیں دیکھنے کے لئے جمع

ہو جائے اور یہ بدنصیب محمد مصطفےٰ کی اولاد ہونے کے باوجود اپنے منہ چھپا لیتے۔

اس قافلہ کی حالت ویسی ہی تباہ تھی جیسی کہ اس قافلہ کی تھی، جو کربلا سے شام کی طرف روانہ ہوا تھا۔ اس قافلہ میں حسین کی اولاد تھی عورتیں تھیں۔ وہ لٹ کر آیا تھا اور یہ لٹنے کے لئے جا رہا تھا

محمد اور ابراہیم دونوں بدنصیب بیٹے۔ بدوؤں کے لباس پہنے کئی بار اپنے اس خاندان کا حال دیکھنے آتے اور باپ اور خاندان سے ہزار منتیں کیں۔ ہمیں خروج کی اجازت دیجئے۔ مگر انہوں نے اجازت نہ دی۔ اور حکم دیا۔ اس وقت تک چھپے رہو جب تک حالات سازگار نہ ہو جائیں۔ اور جب حالات سازگار ہو جائیں تو مردانہ وار میدان میں نکلو، اور مردانہ وار لڑ کر حسین کی طرح شہادت پاؤ۔ دونوں بیٹے پھر چھپ گئے۔ اور یہ قافلہ ابو جعفر کے حضور لایا گیا، ان میں عبداللہ بن عمرو بن عثمان رض بھی تھے۔ یہ حضرت عثمان کے پوتے تھے ان کی ایک بیٹی ابراہیم سے بیاہی تھی، ابو جعفر نے سب سے پہلے انہیں طلب کیا۔ جب یہ حاضر ہوئے تو انہیں گالیاں دیں۔ دیوث اور کمینہ ٹھیرایا۔ انہوں نے ابو جعفر سے کہا، ابو جعفر ہوش کرو، مجھے دیوث کہتے ہو، حالانکہ میں نے ساری عمر ایسا کوئی کام نہیں کیا۔ ابو جعفر بولا۔ جب ابراہیم کے بارے میں تمہیں کچھ علم نہیں تو تمہاری بیٹی حاملہ کیسے ہوئی۔

عبداللہ بن عمرو نے جواب دیا مجھے اس بارے میں کچھ معلوم نہیں میری بیٹی میرے پاس نہیں رہتی، اپنے سسرال میں رہتی ہے اور اگر

وہ حاملہ ہے تو اس کا بچہ اس کے شوہر کا ہے۔ اور تو نے جو الزام لگایا ہے وہ جھوٹا ہے۔ یہ الزام لگاتے وقت تجھے اتنا بھی خیال نہیں آیا کہ تو رسول اللہؐ کی ایک بیٹی پر تہمت لگا رہا ہے۔

ابو جعفر جھوٹا تھا۔ اس کے غصّہ کا پارہ چڑھ گیا۔ اس نے اپنے غلاموں کو حکم دیا، آگے بڑھ کر اس شخص کے کپڑے پھاڑ ڈالو۔ ایسا ہی ہوا، محمد بن عبداللہ بن عمرو کے کپڑے پھاڑ دیئے گئے۔ وہ بالکل ننگے ہو گئے۔ ابو جعفر کھلکھلا کر ہنسا۔ اور حکم دیا اس کے سارے جسم پر ڈیڑھ سو کوڑے مارے جائیں، حکم کی تعمیل ہوئی، ان کے جسم پر ڈیڑھ سو کوڑے مارے گئے۔ جلاد نے شرارت میں آن کر ایک کوڑا ان کے منہ پر بھی مارا۔ محمد بن عبداللہ بن عمرو نے احتجاج کیا، منہ پر نہ مارو اسے تو بچا رہنے دو، اسے تو رسول اللہؐ کی قرابت حاصل ہے۔

ان کے احتجاج پر ابو جعفر کا غصہ اور بڑھا۔ اور اس نے حکم دیا۔ اب کوڑے صرف ان کے منہ اور سر پر مارے جائیں۔ تیس کوڑے ان کے سر پر مارے گئے۔ اس پر بھی ابو جعفر کو تسلّی نہ ہوئی، لکڑی کی تختی منگوائی گئی، اسے بیچ میں سے کاٹ کر ان کے گلے میں ڈال کر اس سے ان کے دونوں ہاتھ باندھ دیئے گئے۔ اور پھر انہیں ننگے جسم کے ساتھ باہر بھیج دیا گیا کہ سارے شہر میں ان کی نمائش کرائی جائے۔

رستہ میں ان کے ایک غلام نے روتے روتے ان پر اپنی چادر ڈال کر ان کا جسم ڈھکا۔ نمائش کے بعد انہیں اولادِ حسن کے پاس بھیج دیا گیا کہ اپنے اس عزیز کا تماشہ کریں، محمد بن عبداللہ نو خیر بوڑھے

آدمی تھے ابوجعفر نے ان کے نواسے۔ اور ابراہیم کے بیٹے محمد کو جو کم عمر تھے۔ چونے کی ایک دیوار میں زندہ چنوا دیا۔ اور یہ اسی کے اندر انتقال کر گئے۔

طبری کا بیان ہے کہ محمد بن ابراہیم اس قدر خوبصورت تھے کہ لوگ انہیں دُور دُور سے دیکھنے آتے۔

ابراہیم کے بیٹے محمد اور محمد بن عبداللہ بن عمرو کے پوتے کو اس طرح قتل کر دینے کے بعد بھی ابوجعفر کا غصّہ سرد نہ ہوا تو اس نے محمد بن عبداللہ بن عمرو کو ایک بار پھر اپنے سامنے بلوایا۔ اور اتنا پٹوایا کہ وہ وہیں شہید ہو گئے۔ ابوجعفر نے ان کا سر کاٹا اور ساری مملکت میں اس کی تشہیر کی۔ تشہیر کے وقت اس کے نقیب لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے اعلان کرتے۔ یہ محمد بن عبداللہ کا سر ہے۔ اس سے ابوجعفر کا مقصد یہ تھا کہ لوگ یہ سمجھ جائیں کہ امام محمد شہید کر دیئے گئے ہیں۔

ان کے بعد عبداللہ بن حسن، محمد اور ابراہیم کے والد محترم کی باری آئی۔ یہ بڑے بزرگ بڑے متقی اور بہت ہی پرہیز گار تھے۔ ان کے ساتھیوں کا بیان ہے کہ جیل میں نماز کے اوقات کا علم ان کو محض ان اوراد اور وظائف سے ہوتا، جنہیں حضرت عبداللہ بن حسن پڑھا کرتے۔

عبداللہ بن حسن کی موت اس بُری طرح نہیں ہوئی، انہیں جیل کے اندر ہی ذبح کر دیا گیا۔ اور باقی لوگوں کو زہر دے دیا گیا۔

ابوجعفر کے ظلم اور زیادتیوں کی خبریں محمد اور ابراہیم کو پہنچیں

اور گو ابھی ان کے ساتھ اتنے آدمی نہ تھے، جتنے کہ لڑائی کے لئے کافی ہو سکتے۔ مگر پھر بھی اُنہوں نے اس ظالم ابو جعفر کے خلاف خروج کو ضروری سمجھا۔

سب سے پہلے محمدؒ نے ۲۸ جمادی الاخر ۱۴۵ھ ہجری کو رات کے وقت خروج کیا، خروج کے وقت ان کے ساتھ صرف ڈھائی سو آدمی تھے۔ وہ مدینہ میں آئے، ریاح اور اس کے عملے کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا خزانے پر قبضہ کیا، اور مدینہ کے لوگوں کے سامنے ایک تقریر کی۔ انہیں اپنی طرف بلایا۔ اور ان کو خوشخبری سنائی کہ عالم اسلام کے بہت لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے، محمد کا یہ بیان یوں تو صحیح تھا کہ ان کو قلمرو کے مختلف حصوں سے روزانہ جو خطوط ملتے ان میں یہی لکھا ہوتا۔ مگر یہ ایک بہت بڑی سازش تھی جو ابو جعفر نے محمدؒ کے خلاف کی تھی۔ یہ خطوط ابو جعفر آپ اپنے سرداروں سے لکھواتا۔ یہ سردار محمد کو لکھتے آپ خدا کے لئے خروج کریں، ہم آپ کے خروج کرتے ہی آپ کے ساتھ مل جائیں گے۔ مگر ان میں سے کوئی بھی محمدؒ کے ساتھ نہ ملا۔ صرف مدینہ اور مدینہ کی نواحی بستیوں کے لوگ جن کی تعداد زیادہ سے زیادہ دو ہزار کے قریب ہوگی، محمد کے تابع بن گئے۔ امام مالک اس زمانہ میں مدینہ ہی میں تھے۔ ان سے فتویٰ لی پوچھا گیا کہ ابو جعفر کے ہاتھ پر بیعت کر چکنے کے بعد آیا امام محمدؒ کے ہاتھ پر بیعت کی جا سکتی ہے۔ امام مالک حضرت امام محمدؒ کے حق میں تھے۔ انہوں نے فتویٰ دیا، کی جا سکتی ہے۔ کیونکہ ابو جعفر امامت کا اہل نہیں ہے، امام مالک کے فتویٰ کا اثر بس اتنا ہوا کہ مدینہ کے

جو لوگ متذبذب تھے وہ ان کے ساتھ آملے،

ابو جعفر کو اس خروج کی اطلاع ہوئی۔ تو اس کا رنگ اڑ گیا۔ وہ سمجھا، محمدؐ کے ساتھ ساری خدائی اس کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی ہے اس نے اپنے خاندان کے سارے لوگوں کو جمع کیا اور بہت پریشانی اور تشویش ظاہر کی، خاندان کے لوگ بھی بہت پریشان ہو گئے۔ اور ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ کیا کریں۔ خود ابو جعفر نے ان سے درخواست کی عبداللہ بن علی (ابو جعفر کے چچا جو قید میں تھے) کے پاس جائیں، اور ان سے صلاح پوچھیں۔ بنو عباس سارے کے سارے عبداللہ بن علی کے پاس گئے۔ عبداللہ نے طنز کی کیوں خیر تو ہے، کیسے آنا ہوا، سب لوگ شرمندہ تو بہت ہوئے باتیں بھی بنائیں، مگر عبداللہ تاڑ گئے۔ اور کہنے لگے۔ جو مصیبت تم پر پڑی ہے۔ اب اسے خود نپٹو۔ نہیں تو مجھے آزاد کر دو میں اس سے نپٹتا ہوں۔

ابو جعفر سے یہ بات کہہ دی گئی۔ تو اس نے جواب دیا میں اپنا مرنا قبول کر لوں گا۔ مگر عبداللہ کو آزاد نہیں کرونگا اس کے خاندان نے جب بہت سمجھایا تو اس نے مشورہ دیا۔ کہ ابو جعفر خود فوراً کوفہ پہنچ جائیں اور کوفہ کی خوب ناکہ بندی کر لیں۔ تاکہ نہ کوفے میں کوئی باہر سے آسکے اور نہ یہ لوگ باہر جاسکیں۔

یہ رائے سب کو پسند آئی۔ یہ لوگ جانتے تھے کہ کوفہ میں ایسی ہر نئی تحریک چلائی جاسکتی ہے۔ ابو جعفر کوفے آیا۔ اس نے اس کی ناکہ بندی کر لی۔ تو عیسیٰ بن موسیٰ کو جسے ابوالعباس اس کے بعد ولیعہد بنا گئے تھے محمد کے مقابلہ پر بھیجا۔

اور اس سے پہلے محمدؒ کو حسب ذیل خط لکھا ،

میں اللہ اور اس کے رسولؐ کے سامنے عہد کرتا ہوں اور ذمہ لیتا ہوں کہ اگر تم قبل اس کے کہ میرا قابو تم پر چلے تائب ہو کر اپنی حرکات سے باز آجاؤ ، تو میں تم کو ، تمہاری اولاد کو ، تمہارے تمام بھائیوں ، اہل خاندان اور تمام ماننے والوں کو ، ان کی جان و مال کے متعلق امان دیتا ہوں۔

تم کو دس لاکھ درہم نقد دوں گا۔ تمہارے تمام اخراجات کا متحمل ہوں گا اور تم جہاں کہو گے تمہیں وہیں رہنے کی اجازت دوں گا۔

یہ خط جب محمد کے پاس پہنچا تو انہوں نے لکھا :-

تم نے پہلے جن لوگوں کو امان دی۔ ان کے ساتھ جو تم نے سلوک کیا ہیں اس سے آگاہ ہوں۔ اور پھر تم مجھے امان دینے والے کون ہو۔ میں تمہیں ویسی ہی امان دیتا ہوں ، جیسی کہ تم نے مجھے دی ہے۔

اس کے بعد انہوں نے اپنے خاندان کی فضیلت بیان کی۔ اور اپنے آپ کو رسول اللہؐ کا جائز وارث قرار دیا۔

اس کے جواب میں ابوجعفر نے انہیں ایک لمبا چوڑا خط لکھا ، ان کی وراثت کا مذاق اڑایا اور اپنے آپ کو رسول اللہؐ کا جائز وارث قرار دیا ، وجہ یہ بیان کی۔ کہ تم فاطمہؓ کی اولاد ہو ، اور بیٹیاں ، امامت کی اہل نہیں ہوتیں ، اور تمہارے باپ پر تو رسول اللہؐ نے اپنی زندگی میں ایک دوسرے شخص کو ترجیح دی تھی۔

یہ خط بہت مہمل اور گستاخانہ ہے۔ ہم اسے درج کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔ یہی سبب تھا کہ محمدؒ نے اس خط کا جواب نہیں دیا۔ اور لڑائی کی تیاری کرنے لگے۔

عیسیٰ بن موسیٰ بڑی تیزروی کے ساتھ مدینہ بڑھ رہے تھے ان کے ساتھ چالیس ہزار سپاہی اور بہت سا سامانِ جنگ تھا، روانگی کے وقت ابو جعفر نے مدینہ کے بہت سے سرداروں کے نام خطوط بھی لکھ کر دیئے اور حکم دیا کہ مدینہ کے قریب پہنچ کر یہ خطوط ان لوگوں کو پہنچا دیئے جائیں۔

عیسیٰ مدینہ کے قریب آئے تو یہ خطوط مدینہ کے لوگوں کو بھیج دیئے گئے۔

طبری کا بیان ہے کہ ان خطوط کے سبب بہت سے مدنی سردار محمدؒ کا ساتھ چھوڑ کر مدینہ سے باہر چلے گئے۔

محمدؒ نے مدینہ ہی میں لڑنا پسند کیا۔ اور وہ خندق پھر سے کھود دی، جسے رسول اللہؐ نے جنگ احزاب میں کھودا تھا۔ محمدؒ خود اپنے نانا کی طرح یہ خندق کھودنے میں شریک ہوئے، فرق صرف اتنا تھا کہ جنگِ احزاب میں ان کے نانا پاکؐ کے ساتھ جو جماعت شریکِ جنگ تھی وہ فدویوں اور وفاشعاروں کی جماعت تھی۔ اور نواسے کے ساتھ جو لوگ تھے، ان میں سے بہت کم ایسے تھے، جن پر وفا فخر کرتی، عیسیٰ نے مدینہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا، اس کی فوجیں مدینہ پر چاروں طرف سے حملہ کر رہی تھیں۔ محمدؒ کی پاک باطنی قابلِ ملاحظہ ہے کہ انہوں نے جنگ چھڑنے سے ہی اپنے ہر ساتھی کو اجازت دے دی کہ وہ اگر چاہے تو

ان کا ساتھ چھوڑ کر کسی امن کی جگہ جا چھپے، بہت سے بدو مدینہ کے نواح میں بسنے والے ان سے الگ ہو گئے۔ مدینہ کے کچھ لوگوں نے بھی کنارہ کشی اختیار کر لی، اب صرف محمدؒ اور ان کے چند سو ساتھی باقی رہ گئے۔ عیسیٰ بن موسیٰ کے سپاہی مدینہ میں گھس آئے تھے، محمد ان کے حملوں کو روکتے اور ان پر اپنے دادا حسینؓ کی طرح اس زور سے حملہ کرتے کہ دُور تک دھکیل لے جاتے، مگر کہاں چند سو اور کہاں ہزاروں شامی۔ محمدؒ کے اکثر ساتھی لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ محمدؒ صرف باقی رہ گئے۔ اور اس محمدؒ پر بھی دشمن نے اچانک پیچھے سے تیر برسائے، یہ تیر محمدؒ کی گردن میں اٹک گئے، محمد تیر کو نکالنے کے لئے جھکے تھے کہ شامیوں نے ان پر پیچھے سے وار کئے، محمد گھٹنے کے بل زمین پر بیٹھ گئے، اور اپنے چاروں طرف کھڑے شامیوں سے کہنے لگے۔

لوگو تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ اپنے نبیؐ کے نواسے کو اس مظلومی کی حالت میں بھی مارنے سے گریز نہیں کرتے۔

محمدؒ کو یہ کہتے سُن کر حمید بن قحطبہ آگے بڑھا، اور ان کے سینہ پر اس زور کا نیزہ مارا کہ وہ گر گئے۔ وہ گھوڑے سے اُترا۔ ان کا سر کاٹا اور عیسیٰ بن موسیٰ کے پاس لے آیا۔

یہ سر عیسیٰ کے سامنے رکھا تھا، اور وہ لوگوں سے ان کے بارے میں کچھ پوچھ رہا تھا۔ عیسیٰ کے کچھ ساتھیوں نے محمدؒ کے بارے میں بہت بے ہودہ باتیں کہیں...... ایک سپہ سالار نے، ان سب کو ڈانٹا کہنے لگا۔ تم سب غلط بیانی سے کام لے رہے ہو۔ محمد میں کوئی

بھی بُرائی نہ تھی، وہ بہت متقی، بہت پرہیز گار اور بہت بہادر آدمی تھے، ان کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ امیر المومنین ابو جعفر کے خلاف اٹھے۔ اور بغاوت کی۔

محمد کی یہ خوبیاں دوسرے لوگوں نے بھی بیان کی ہیں ان کی انہی خوبیوں کی بنا پر مدینہ کے لوگوں نے ان کا ساتھ دیا۔ اگر اسلام کے طریق انتخاب پر شخصی اقتدار اور جبر غالب نہ آجاتا، تو محمد خلافت کے مستحق تھے۔ اور مدینہ کے لوگوں کی بیعت کے بعد وہی اصل خلیفہ تھے۔

عیسیٰ بن موسیٰ محمد کے قتل کے بعد بنو حسین کے دوسرے افراد پر متوجہ ہوئے، سب کے سب قید کر کے اس محمد کے سر کے ساتھ ابو جعفر کے پاس بھیج دیئے گئے۔ اور ان کی جائیدادیں ضبط کر لی گئیں۔

جب محمد کا سر ابو جعفر کے پاس پہنچا۔ تو اس نے اسے ایک سفید طباق میں رکھ کر تمام شہر میں پھرایا، اور پھر اسے نمائش کے لئے قلمرو کے دوسرے حصوں میں بھیج دیا۔

مدینہ والوں نے محمد کا ساتھ دیا تھا اس کی سزا انہیں تو انہیں لڑائی میں مل گئی تھی۔ لیکن ابو جعفر کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا تھا، اس نے ان پر سمندر کے رستے بند کر دیئے۔ اب اس طرف سے مدینہ کوئی چیز نہیں پہنچ سکتی، مدینہ والوں کو بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا مگر ابو جعفر نے ان پر رحم نہ کھایا۔ طبری کا بیان ہے۔ کہ محمد کے ساتھ حضرت زبیر اور حضرت عمر کی اولاد بھی تھی۔ ان میں سے اکثر قتل ہوئے۔

ابن خضیر کی ایک بہن امینہ زبیر بن خبیب سے بیاہی تھی، بہن اپنے شوہر کے ساتھ سفر پر تھی، جب مدینہ میں یہ لڑائی لڑی گئی،
ایک دن ایک مسافر مدینہ سے عراق جاتا ہوا گزرا۔ امینہ نے اس مسافر سے محمدؒ کا حال پوچھا۔ اس نے کہا وہ مارے گئے پھر اس نے اپنے بھائی کا حال پوچھا۔ اس نے کہا وہ بھی مارے گئے۔ امینہ سجدے میں گر پڑی، مسافر حیران ہوا پوچھا، اس میں سجدے میں گرنے کی کیا بات ہے۔

امینہ بولیں:-

وہ دونوں بہادر تھے۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ وہ میدانِ جنگ میں مارے گئے۔ بھاگے نہیں۔

محمدؒ کے قتل کے بعد جو لوگ میدانِ جنگ سے بھاگے اس میں عثمان بن محمد، موسیٰ بن عبداللہ بن حسن اور عثمان محمد کے نو عمر بیٹے بھی تھے یہ کچھ دیر تک چھپے رہے، بصرہ میں پکڑے گئے تو انہیں ابوجعفر کے پاس بھیج دیا گیا۔ ابوجعفر نے عثمان بن محمد سے پوچھا، مدینہ کا سرکاری روپیہ جو تمہارے پاس تھا اسے تم نے کیا کیا۔ عثمان نے جواب دیا۔ امیرالمومنین کو دے دیا۔ ابوجعفر نے پوچھا، امیرالمومنین، کون عثمان بولے، محمد جن کی میں نے اور تم نے ایک ساتھ بیعت کی تھی۔ ابوجعفر نے اسے گالی دی۔ اس کی ماں کو فاحشہ کہا، عثمان نے جواب دیا فاحشہ تو زیادہ تر لونڈیاں ہوتی ہیں شریف زادیاں نہیں ہوتیں۔ اس میں ابوجعفر پر طنز کی گئی تھی کہ ابوجعفر کی ماں ایک لونڈی تھی۔

ابوجعفر نے غصّہ میں پوچھا۔ تم نے میرے خلاف خروج کیوں کیا۔ عثمان نے جواب دیا۔ اس لئے کہ میں وفائے عہد کا قائل ہوں اور تم نہیں ہو، تم نے بیعت کر کے توڑ دی۔ مگر میری غیرت کو یہ گوارا نہ ہوا،

ابوجعفر نے پہلے انہیں پٹوایا۔ اور پھر قتل کرا دیا، اس کے بعد ان کے نو عمر بیٹے ابوجعفر کے سامنے لائے گئے۔ ابوجعفر نے انہیں بھی قتل کا حکم دیا۔ عیسیٰ بن موسیٰ پاس تھے کہنے لگے۔ یہ ابھی نابالغ ہے ابوجعفر نے اسے پچاس کوڑے مروا کر چھوڑ دیا۔

علی بن عبدالمطلب محمدؐ کے ایک اور ساتھی جب ابوجعفر کے سامنے لائے گئے تو اس نے انہیں پانچ سو کوڑے مروائے، پھر عبدالعزیز بن ابراہیم پیش ہوئے۔ انہیں بھی پانچ سو کوڑوں کی سزا ملی، مگر انہوں نے ذرا بھی گھبراہٹ ظاہر نہ کی، حالانکہ ان کو ابوجعفر کی پولیس نے چالیس دن سے اوندھے منہ لٹا لٹا کر خوفناک سزائیں دی تھیں۔

یہ محمدؐ کے چند ساتھی تھے جو ابوجعفر کے ہتّھے چڑھے۔ اور جو لوگ گرفتار نہ کیے جا سکے۔ ان کی جائیدادیں ضبط ہوئیں اور خاندان بھر نے ان کی خاطر ہزار ہزار سزائیں پائیں۔

ابراہیم کا خروج

محمدؐ کے بھائی ابراہیم نے محمدؐ کے خروج کے کچھ دن بعد بصرہ میں خروج کیا۔

طبری اور ابن خلدون کے بیان کے مطابق ابراہیم مسلسل پانچ سال کی غریب الوطنی کے بعد یکم رمضان ۱۴۵ھ ہجری کو بصرہ میں داخل ہوئے اور حارث بن عیسیٰ کے مکان میں چھپ گئے۔ وہ دن کو باہر نہ نکلتے۔ اندر چھپے رہتے، رات کو باہر نکلتے، اور اپنے مشن کی اشاعت کرتے۔ ابو جعفر برابر ان کی تلاش میں تھا، ان کے جاسوس اور سپاہی ابراہیم کی تاک میں لگے تھے۔ مگر ابراہیم دن کو باہر نہ نکلتے۔ دو تین بار ایسا ہوا کہ وہ اپنے دوستوں کے ہاں سے جائے قیام پر لوٹے کہ سرکاری سپاہ سے مڈھ بھیڑ ہو گئی۔ اور وہ ہوشمندی سے کام لے کر فوراً روپوش ہو گئے۔ بصرہ میں سب سے پہلے موسیٰ بن عمر نے ان کی بیعت کی۔ اور پھر ہو لیے ہو لیے۔ بصرہ کے کئی بڑے بڑے سرداروں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ سفیان بن معاویہ اس زمانہ میں بصرہ کا گورنر تھا۔ ابراہیم اور سفیان میں پوشیدہ دوستانہ تھا۔ اس لئے سفیان ان کے خلاف کوئی ایسی کارروائی نہ کرتا، جس سے ان پر برا اثر پڑتا۔ ابو جعفر کو گو صحیح طور پر یہ معلوم نہ ہوا تھا کہ ابراہیم بصرہ آ گئے ہیں۔ مگر اسے گمان غالب تھا کہ وہ نہ کوفے میں ہیں۔ نہ شام۔ نہ مدینے۔

اور نہ اہواز ہیں، اس ڈر کی بنا پر اس نے پندرہ سو سپاہی عقیل کے دو بہادر بیٹوں کی ماتحتی میں دے کر بصرہ بھیج دیئے۔ سفیان نے ان دونوں کو شاہی قصر میں جگہ دے دی البتہ سپاہیوں کو بیرونی چھاؤنی میں رکھا۔

ابراہیم غالباً ابھی خروج نہ کرتے۔ مگر جب فوج کے دستے

شہر میں آنے شروع ہو گئے تو انہوں نے مجبوراً خروج کیا۔ ان کے ساتھی جوق در جوق ان کے علم تلے آتے گئے۔ شاہی سپاہیوں نے ان سے مقابلہ میں شکست کھائی۔ اور بصرہ پر ان کا قبضہ ہو گیا بصرہ پر قبضہ کرنے کے بعد وہ شاہی محل میں آئے، وہاں قیام کیا اور سفیان بن معاویہ کو بظاہر قید کر کے اس کے پاؤں میں ہلکی سی بیڑیاں ڈال دیں۔

ابراہیم کے خروج کے وقت ابو جعفر کے پاس کوفے میں صرف دو ہزار فوج تھی، اور اگر جناب ابراہیمؓ اس پر فوراً حملہ کر دیتے تو ابو جعفر کو فرار کے سوا اور کوئی تدبیر نہ سوجھتی۔ مگر ابراہیم کو یہ حالت معلوم نہ تھی اس لئے فوری حملہ سے باز رہے اور ابو جعفر کو موقعہ مل گیا کہ وہ مدینہ اور شام کی فوجوں کو بلا سکے۔ اس کے نامہ بر تیر کی طرح اڑتے مدینہ اور شام پہنچے۔ عیسیٰ بن موسیٰ ادھر سے چلے۔ اور ادھر سے شام کی فوجیں کوفے آنے لگیں۔

اس دوران میں ابراہیم کی فوجیں اہواز، فارس، اور بصرہ پر قبضہ کر چکی تھیں۔ ان تینوں مقامات پر ابراہیمؓ کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ ان کامیابیوں کی خبریں جیسے جیسے ابو جعفر کو ملتیں اس کا رنگ متغیر ہوتا جاتا تھا۔

طبری کا بیان ہے کہ ابو جعفر نے ابراہیم کے خروج سے لے کر اس کی ناکامی تک سوائے مصلیٰ کے پلنگ کی صورت تک نہیں دیکھی۔ وہ ہر وقت مصلی پر بیٹھا سامنے کی طرف تکتا رہتا، وہ نہیں جانتا تھا اس کا انجام کیا ہو گا۔

ان پے در پے فتوحات کے بعد ابراہیمؒ اور ان کی فوج کے حوصلے بہت بڑھ گئے تھے۔ اور وہ کوفہ پر حملہ کرنے کے لئے گھڑیاں گننے لگے تھے۔ بشیر بن سلمہ نے جو ابراہیمؒ کے ساتھیوں میں سے ایک دانا آدمی تھے۔ ابراہیم کو رائے دی۔ کہ وہ خود بصرہ سے باہر نہ نکلیں۔ یہیں رہ کر فوج کو لڑائیں، اگر شکست ہوئی تو فوج پسپا ہو کر ان کے پاس آئے گی اور اگر فتح ہوتی۔ تو یہی مقصود ہے مگر بصرہ کے لوگ کچھ اس قسم کے ضدی تھے کہ ان کو ساتھ لے جانے پر مصر ہوئے، کہتے یہ تھے کہ اگر ابراہیمؒ نہ گئے تو کوفے کے لوگ ان کی مدد پر نہیں آئیں گے۔ مجبوراً ابراہیمؒ کو خود فوج کی کمان ہاتھ میں لے کر کوفہ کی طرف بڑھنا پڑا۔

رستہ میں ایک رات ابراہیمؒ عبداللہ بن جعفر کے ساتھ اپنے فوجی کمپ کا دورہ کر رہے تھے۔ کہ انہوں نے کسی جگہ گانے بجانے کی آواز سنی۔ ابراہیم کو بڑا رنج ہوا، اور انہوں نے اپنے ساتھی سے کہا جو فوج میدانِ جنگ میں جاتے وقت بھی اس قسم کی لغویات سے احتراز نہیں کرتی وہ کیا فتح پا سکتی ہے۔

اندازہ کیا گیا ہے کہ ابراہیمؒ جب بصرہ سے چلے تو ان کے ساتھ دس ہزار آدمی تھے۔

ادھر سے عیسٰی بن موسیٰ پندرہ ہزار اور حمید بن قحطبہ تین ہزار سپاہی لے کر مقابلہ میں بڑھے،

ابراہیم کرفشا پہنچے تو وہاں کے قبیلہ کے لوگ ان کے پاس آئے اور ان سے کہا۔ آپ اگر چاہیں تو ہم آپ کو ایک پوشیدہ رستہ

سے کوفہ پہنچا دیں - آپ کوفے پہنچ بھی جائیں گے اور ابوجعفر کو علم تک نہ ہو پائے گا ، ابراہیم نہ مانے کہنے لگے ، بہادر آدمی اس طرح چھپ کر اپنے مقصد میں کامیابی نہیں حاصل کر سکتے - اس قبیلے کے لوگوں نے کہا اچھی بات ہے اگر آپ ایسا نہیں چاہتے تو ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم عیسٰی بن موسٰی کی فوج پر شب خون ماریں - ابراہیمؒ نے اس کی بھی اجازت نہ دی اور اس فعل کو بھی مردانگی کے خلاف سمجھا -

سعید بن ہریم کہتے ہیں کہ ان کے باپ ابراہیمؒ کے جانثاروں میں سے تھے ، انہوں نے ابراہیمؒ سے درخواست کی -

مجھے کوفے بھیج دیجئے - میں چھپ کر آپؒ کے لئے بیعت لوں گا - اس طرح آپ جس وقت کوفہ پہنچیں گے - کوفہ کے لوگ آپ کی مدد کو آ جائیں گے -

ابراہیمؒ نے اس بارے میں بشیر سے مشورہ لیا - اس نے کہا اگر آپ کو شکست ہوئی تو ابوجعفر کوفہ کے ان لوگوں کی وجہ سے سارے کوفے کی آبادی پر ہزار ہزار مظالم توڑے گا - ابراہیمؒ یہ بات سن کر اس ارادہ سے باز آ گئے اور انہوں نے ہریم کو کوفے جانے کی اجازت نہ دی -

ہریم نے ایک اور درخواست کی - فوجی چھاؤنی کے سامنے خندق کھودی جاتی - خندق کھودنے کی تجویز پر سارے بصری سردار بھڑک اٹھے اور عجیب عجیب بولیاں بولنے لگے - اور یہ تجویز بھی رد ہو گئی ، پھر تجویز ہوئی کہ عیسٰی کی فوج پر پیچھے سے حملہ کر دیا جائے یہ تجویز بھی منظور نہ ہوئی -

دونوں فریق کوفہ سے سولہ فرسنگ کے فاصلہ پر میدانِ جنگ میں اُترے، بصرہ کے لوگ بہت تازہ دم اور جری تھے۔ انہوں نے دشمن کی فوج پر اس زور کے حملے شروع کیے کہ دشمن ہزار سپاہی کٹوانے کے بعد میدان سے بھاگ نکلا۔ بھاگنے والوں میں حمید بن محطبہ بھی تھا' عیسٰی بن موسٰی اپنی فوج کے ہر اس سپاہی کو جو اس کے پاس سے بھاگ کر نکلتا۔ آواز دیتا۔

میرا سلام میرے خاندان والوں کو دینا اور کہنا میں نے
ان کی خاطر میدان جنگ سے فرار نہیں کیا۔

جب حمید بھاگتا ہوا عیسٰی بن موسٰی کے پاس آیا۔ تو عیسٰی نے اسے لعن طعن کی اور بہادری دکھانے پر ترغیب دی، حمید بھاگتا ہوا کہنے لگا:۔

عالیجاہ! آپ بھی بھاگیئے کہ یہ ٹھیرنے کا موقعہ نہیں ہے۔

عیسٰی بن موسٰی نے منہ پھیر لیا۔ اس طرح اس کی ساری فوج بھاگتی ہوئی آگے نکل گئی۔ اب عیسٰی بن موسٰی کے پاس صرف ایک سو سوار باقی رہ گئے۔

عیسٰی کی فوج بھاگی تو ابراہیمؒ کی فوج اس کے تعاقب میں بڑھی۔ مگر ابراہیمؒ نے اسے تعاقب سے روک دیا۔ ابراہیمؒ کی فوج امام کا حکم سن کر واپس ہو رہی تھی کہ عیسٰی بن موسٰی اور حمید بن محطبہ کو اپنی فوج کو دھوکہ دینے کا موقعہ مل گیا اور انہوں نے اپنے نقیب دوڑائے کہ فوج کو کہیں دشمن تو بزدل ہے۔ اور تم کو بزدلوں کے سامنے بھاگتے شرم نہیں آتی۔ وہ تو خود بھاگ رہا ہے۔

فوج لوٹی - ادھر سے یہ فوج لوٹی ادھر سے سلیمان کے دو بیٹوں جعفر اور محمد نے اپنے چند سواروں کو لے کر پیچھے سے ابراہیم کی فوج پر دھاوا بول دیا، ابراہیم کی فوج سمجھی ابو جعفر نے کوئی تازہ فوج کمک کو بھیج دی ہے - ابراہیم ادھر متوجہ ہوئے - کہ حمید بن قحطبہ اور عیسیٰ بن موسیٰ فوج کو للکار للکار کر آگے بڑھانے لگے - بھاگی ہوئی فوج پھر میدان میں جم گئی -

طبری نے اس بھاگی ہوئی فوج کی واپسی کی ایک اور وجہ یہ بیان کی ہے - کہ ابراہیم نے باخمریٰ کی بڑی نہر کو اس خیال سے کاٹ دیا تھا کہ دشمن بھاگ نہ سکے، عیسیٰ کی فوج جب بھاگتی ہوئی ادھر پہنچی تو پانی کی طوفانی موجیں اس کی راہ میں رکاوٹ بن گئیں - اور عیسیٰ اور حمید اس کو واپس لانے میں کامیاب ہو گئے - لڑائی پھر چھڑی بڑے زور کا رن پڑا - دونوں طرف کے ہزاروں سپاہی کام آئے، ادھر پیچھے سے حملہ برابر جاری تھا، ابراہیم کی فوج دو طرف ہو کر لڑ رہی تھی - اس کی ترتیب بگڑ چکی تھی اور ساتھی ساتھی سے جدا ہو چکا تھا -

مگر ابراہیم بڑی بہادری سے کبھی اس جگہ پہنچتے اور کبھی اس جگہ، وہ دشمن کی صفیں الٹ دیتے کہ اچانک ایک تیر آڑتا ہوا ان کے حلق پر آن لگا - وہ گھوڑے سے اترے ان کا گھوڑے سے اترنا تھا کہ یہ خبر آگ کی طرح فوج میں پھیلی - اور فوج جی ہار گئی - مگر ان کے ساتھ اب بھی پانچ سو سوار تھے - انہوں نے ان کے گرد گھیرا ڈال لیا تھا - اور دشمن کو ان تک آنے نہ دیتے تھے -

عیسیٰ بن موسیٰ نے اپنی ساری فوج اس مقام پر جمع کر دی جہاں یہ لوگ ابراہیم کو گھیرے ہیں لئے لڑ رہے تھے۔ یہ ایک ایک کر کے کٹنے لگے۔ اور ابراہیم تنہا رہ گئے۔ زخم کے باعث وہ زمین پر گر پڑے تھے۔ کہ حمید بن قحطبہ نے ان کا سر کاٹا پہلے اسے عیسیٰ بن موسیٰ کے پاس لائے اور پھر ابو جعفر کے پاس بھیج دیا۔

ابو جعفر اضطرابی حالت میں کوفے سے بھاگنے کی تیاریاں کر رہا تھا کہ عیسیٰ بن موسیٰ کے آدمی ابراہیم کا سر اس کے پاس لائے، وہ اس سر کو دیکھ کر رو پڑا، اور کہنے لگا:-

"خدا جانتا ہے میں مجبور تھا یا تم زندہ رہتے یا میں"

ابراہیم کے قتل کے بعد ابو جعفر کو کئی سال کے بعد ایک بار پھر اطمینان نصیب ہوا، گھی کے چراغ جلے، انعامات تقسیم کئے گئے، لونڈیاں بٹیں اور ابو جعفر مصلیٰ سے اٹھ کر پلنگ پر آیا۔ اور وہ حسین وخوبرو لونڈیاں جو اس وقفے میں اس کے سرداروں نے اسکے پاس تحفہ کے طور پر بھیجی تھیں اس کی خدمت میں پیش کی گئیں۔

ابراہیم کا قتل بنو حسن کی تباہی کا آخری باب ہے --- ابو جعفر نے اس موقع پر بھی جہاں تک ہو سکا۔ اس خاندان کی بربادی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

جن لوگوں نے ابراہیم کا ساتھ دیا تھا ان میں زیادہ معززاور بہادر تو ابراہیم کے ساتھ ہی کٹ مرے تھے جو بچ گئے تھے۔ وہ ابو جعفر کے عتاب کا شکار ہوئے، ان کو برسرِ عام سولیاں دی گئیں اور ان کی نعشیں نمائش کے لئے قلمرو کے اطراف واکناف میں بھیج

دی گئیں۔

ابراہیم نے بصرہ کے قیام کے وقت جن مکانوں میں اقامت اختیار کی تھی۔ انہیں گرا دیا گیا۔ اس کے بڑے ساتھیوں کے مکانوں کا بھی یہی حشر ہوا ۔

گیارہواں باب
بغداد کی تعمیر

گو بغداد کی تعمیر کا اصل کام محمدؒ اور ابراہیمؒ کی شہادت کے بعد شروع ہوا۔ مگر اس کی بنیاد محمدؒ اور ابراہیمؒ کے خروج سے پہلے ہی رکھی جا چکی تھی۔

اس نئے شہر کی بنیاد رکھنے کا خیال ابو جعفر کو اس وقت ہوا جب وہ ہاشمیہ میں رہتا تو ایک فاسق گروہ نے اس کے خلاف خروج کیا تھا۔

طبری کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد وہ ایک نئے شہر کو آباد کرنے پر مائل ہوا۔ اپنے اس شہر کو وہ ایک ایسی جگہ آباد کرنا چاہتا تھا۔ جس کی آب و ہوا معتدل بھی ہو، اور جہاں ہر قسم کی چیزیں خشکی اور تری کے راستے ہر وقت پہنچتی رہیں۔

اس کے آدمی ایسی جگہ کی تلاش میں دجلہ اور فرات کے بہت

سے مقامات پڑ گئے۔ ہر ایک، ایک ایک جگہ، ایک یا دو رات ٹھیرا، آس پاس دیکھا۔ آب و ہوا کا اندازہ کیا۔ اور واپس آن کر ابو جعفر کو پوری کیفیت سے آگاہ کیا۔ مگر اسے کوئی جگہ پسند نہ آئی

غالباً یہی زمانہ تھا، گرمی کے دن تھے وہ دجلہ اور فرات کے درمیان شاداب اور سرسبز علاقوں کی سیاحت کر رہا تھا کہ عصر کے وقت قصر گاؤں پہنچا، یہ گاؤں بڑا شاداب اور سرسبز تھا۔ اس کی سرسبزی اور شادابی نے ابو جعفر کے پاؤں میں زنجیریں ڈال لیں۔ وہ رات اس نے یہیں بسر کی۔ صبح اٹھا تو بڑا خوش تھا۔ اپنی خوش رو لونڈیوں کے جھرمٹ کے جھرمٹ ساتھ لے کر چہل قدمی کو نکلا۔ قدم قدم پر قدرتی رعنائیوں نے ہنس ہنس کر اس کا استقبال کیا، خوش رو باندیاں جب سبزہ پر بھاگتیں اور ایک دوسری سے چھیڑ چھاڑ کرتیں تو ابو جعفر کو ایسا معلوم ہوتا جیسے وہ جنت میں پہنچ گیا ہے۔

دوسرے دن اس جگہ کو قبول کی سند عطا ہوئی۔ یہاں کے زمیندار کو بلا کر اس سے سودا طے ہوا۔

نقشے مرتب ہوئے۔ جگہ جگہ سے ماہرین طلب کئے گئے، پہلی اینٹ ابو جعفر نے خود اپنے ہاتھ سے رکھی۔ بنیاد رکھ چکا تھا کہ محمد اور ابراہیم کا خروج ہوا بغداد کی تعمیر رک گئی۔ ان دونوں کی شہادت کے بعد تعمیر کا کام دوبارہ شروع ہوا۔ اینٹیں بنوائی گئیں، لکڑی منگوائی گئی، ہزاروں کی تعداد میں راج۔ ترکھان۔ اور مزدور جمع کئے گئے۔

بیچ میں شاہی محل اور چاروں طرف سرداروں، وزراء درباریوں اور دوسرے افسروں کے مکان تعمیر ہوئے، شہر کے آٹھ دروازے تجویز ہوئے، چار اندرونی اور چار بیرونی، پانچ دروازوں کی جوڑیاں اسے شہر واسط سے ملیں، یہ بہت مضبوط بھی تھیں اور قدیم بھی۔ ان کے بارے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ حضرت سلیمانؑ کے زمانہ میں تیار ہوئے تھے۔

دو فصیلیں بنوائیں۔ ایک اندرونی اور ایک بیرونی۔ اپنے محل کے ساتھ مسجد کی تعمیر کی۔

جو اینٹیں عمارت میں لگیں ان کا طول و عرض ایک ایک گز تھا، اکثر فوجی عہدیداروں اور وزراء کے دروازے مسجد کی طرف کھلتے۔

شروع میں بازار شہر کے اندر بنے تھے۔ بعد میں ابو جعفر نے ان بازاروں کو شہر سے باہر بنوایا۔ ان بازاروں کی موجودگی میں بادشاہ خود کو مامون اور محفوظ نہ سمجھتا تھا۔

طبری کا بیان ہے۔ کہ بغداد کی تعمیر میں جو اینٹیں لگیں، ان کے گننے کا کام حضرت امام ابو حنیفہ سے لیا گیا۔ جیسے جیسے اینٹیں تیار ہو جاتیں حضرت امام یہ اینٹیں ایک بانس کی مدد سے گنتے جاتے۔ طبری نے اس خدمت کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ بادشاہ حضرت امام کو شہر کا قاضی بنانا چاہتا تھا، مگر انہوں نے بادشاہ کی خدمت کرنی منظور نہ کی۔ بادشاہ ناراض ہوا اور قسم کھائی کہ ان سے کوئی نہ کوئی سرکاری کام ضرور لے گا۔ اینٹوں کے گننے کا کام بطور سزا انہیں سونپا گیا۔

اس سلسلہ میں ایک دلچسپ روایت یہ بیان کی گئی ہے۔ کہ بادشاہ نے

تعمیر کے صحیح خرچ کا اندازہ کرنے کے لئے ایک کمرہ اپنی نگرانی میں بنوایا اور اسی اندازے کے مطابق تمام حسابات کی جانچ پڑتال کی - چھ ہزار درہم کا فرق نکلا - بے چارا مسیب جس کے ہاتھ سے خرچ ہوا تھا - قید ہوا اور جب تک اس نے یہ چھ ہزار درہم شاہی خزانہ میں داخل نہ کر دیئے اس وقت تک اسے سزا بھگتنی پڑی -

بغداد کی تعمیر پر چار کروڑ آٹھ سو تینتیس درہم خرچ آئے - راج کو ایک درہم - اور معمولی مزدور کو تین پیسے روزانہ مزدوری دی گئی - بادشاہی شہر ہونے کے سبب بغداد ہوتے ہوتے مملکت کے تمام دوسرے شہروں سے بازی لے گیا - اور اس کی منڈیوں میں ہیرے - جواہرات سونے چاندی کے علاوہ جو لونڈیاں فروخت ہوتیں اُن کی خوبصورتی اس شہر کی خوبصورتی کی طرح بے مثال تھی ؎

خدا جانے مصنف نے اس بات کا تذکرہ کیوں نہیں کیا ہے کہ امام مالکؒ کی طرح امام ابوحنیفہؒ نے بھی امام محمدؒ و امام ابراہیمؒ کی مذکورہ تحریک کی بڑے زور و شور سے کھلم کھلا حمایت کی تھی اور وہ اس خروج میں شرکت کو کفار کے خلاف جہاد کرنے سے افضل قرار دیتے تھے جیسا کہ مولانا مودودیؒ نے "خلافت و ملوکیت" میں تفصیل سے ارقام فرمایا ہے - ([illegible])

بارہواں باب
عیسیٰ بن موسیٰ کی باری

ابوالعباس نے اپنی موت سے پہلے۔ ابوجعفر اور اپنے بھتیجے عیسیٰ بن موسیٰ کے لئے عوام سے بیعت لی تھی۔ خود ابوجعفر نے خدا اور اس کے رسولؐ کی قسم کھا کر ابوالعباس سے اس بات کا اقرار کیا تھا کہ اپنے بعد عیسیٰ بن موسیٰ کو خلافت دے گا۔

اور چونکہ وہ ولیعہد تھا اس سبب سے، ابوجعفر اور اس کے سردار اس کا پورا احترام کرتے، ابوجعفر جب دربار میں آتا تو اپنے تخت کے دائیں طرف عیسیٰ بن موسیٰ کو اور بائیں طرف اپنے بیٹے مہدی کو جگہ دیتا۔ یوں بھی دربار میں حاضری کے وقت ہمیشہ عیسیٰ بن موسیٰ مقدم رکھا جاتا۔ دربار کے علاوہ گھر میں جب بھی کوئی تقریب ہوتی تو سب سے پہلے۔ عیسیٰ بن موسیٰ ابوجعفر کے خاص کمرہ میں داخل ہوتا۔ پھر مہدی اور دوسرے لوگ بار پاتے۔

یہ صورتِ حال اس وقت تک رہی، جب تک ابوجعفر کے

دل میں اپنے بیٹے مہدی کو ولیعہد بنانے کا خیال پیدا نہیں ہوا، جب یہ خیال پیدا ہوا تو اس نے عیسیٰ بن موسیٰ سے اس سلسلہ میں خود بھی بات چیت کی اور اپنے سرداروں کے ذریعے بھی کہلایا۔ مگر عیسیٰ بن موسیٰ نے ہر بار انکار کیا۔ ابو جعفر نے اسے خطوط بھی لکھے، اپنے بیٹے مہدی کی تعریف کی اور مہدی کی ولیعہدی کے بارے میں لوگوں کی رائیں بھی لکھیں، مگر عیسیٰ بن موسیٰ راضی نہ ہوا، اور ابو جعفر کو اپنے وعدہ کی وفا پر توجہ دلائی جیسے جیسے عیسیٰ بن موسیٰ انکار کرتا۔ ابو جعفر کا غصّہ بڑھتا جاتا، جب دونوں میں خط و کتابت ہوتی تو عیسیٰ بن موسیٰ نے جو دلائل دیئے ابو جعفر سے ان کا کوئی جواب بن نہ آیا۔ اور اپنی ضد سے باز آنے کی بجائے عیسیٰ بن موسیٰ پر سختی شروع کردی، دربار میں اسے جو جگہ حاصل تھی وہ مہدی کو دے دی گئی۔ عیسیٰ دربار میں آتا تو اسے پہلے بار پانے کی اجازت نہ تھی، پہلے مہدی اندر جاتا۔ پھر عیسیٰ کو اجازت ملتی، عیسیٰ بھی ضد سے باز نہ آیا۔ اس نے دربار میں ایک دن بھی مہدی کی جگہ پر بیٹھنا گوارا نہیں کیا۔ تخت کے نچلے حصّہ پر بادشاہ سے ذرا ہٹ کر بیٹھ جاتا مگر زبان سے کبھی شکایت نہیں کی، پھر یہ ہوا کہ عیسیٰ بن موسیٰ نے اس پر بھی شکایت نہ کی تو بادشاہ نے ایک اور چال چلی۔ دربار کے باہر جہاں سب لوگ بیٹھ کر اندر جانے کا انتظار کرتے۔ عیسیٰ بن موسیٰ کو بہت دیر دیر تک بٹھا دیا جاتا۔ ایک دن وہ اپنے بیٹے موسیٰ کے ساتھ وہاں بیٹھا تھا کہ عیسیٰ پر اوپر سے کچھ مٹی گری، موسیٰ نے جستجو کی تو معلوم ہوا۔ بادشاہ کے خادم اس دیوار کو منہدم کر رہے تھے۔ یہ گستاخی بہت صریح گستاخی تھی۔ مگر عیسیٰ جب تھوڑی دیر بعد بادشاہ کے حضور حاضر ہوا،

اور اس نے پوچھا تمہارے کپڑوں پر یہ مٹی کیسی ہے۔ کیا سفر سے آئے ہو
عیسیٰ مسکرایا جواب دیا :۔
جی ہاں ایسا ہی ہوا ہے
ابو جعفر کو یہ بات بہت کھلی۔ اس کا جی چاہتا تھا۔ عیسیٰ شکایت کرے اور
وہ اسے ڈانٹے۔ عیسیٰ نے نہ شکایت کی اور نہ ابو جعفر کو ڈانٹنے کا
موقع دیا۔

آخر میں یہ ہوا کہ ابو جعفر نے عیسیٰ کو کوفہ اور اس کے ملحقات کی
گورنری سے الگ کر دیا۔ اور سرداروں کو شہ دی۔ کہ وہ اس پر
پھبتیاں کسا کریں۔ اور سردار بادشاہ کے تقرب کے بھوکے تھے۔ عیسیٰ
جیسے ہی دربار سے نکلتا۔ یہ لوگ اس پر پھبتیاں کستے۔ مگر یہ ضبط کرتا
اس کی اپنی ڈیوڑھی پر بادشاہ کے سردار پہرہ دیتے۔ اسے کسی سے ملنے
کی اجازت نہ دی جاتی، جب وہ دربار آتا تو اس کے ساتھ ساتھ دربار آتے
اور رستہ میں کہیں رکنے یا کسی سے ملنے کا موقعہ نہ دیا جاتا۔ ابو جعفر
نے سرداروں کو اس کے سامنے تو ڈانٹ دیا۔ مگر اس کے پیچھے بلا کر سمجھا
دیا۔ کہ اپنی روش سے باز نہ آئیں، ادھر اس کے ساتھ یہ سلوک
کیا جاتا، اور ادھر اونچے اور بڑے سرداروں کے ذریعہ اس پر
زور دیا جاتا کہ وہ اپنی ضد سے باز آ جائے، مگر وہ باز نہ آیا، تو ابو جعفر
نے کھانے میں اسے زہر دے دیا۔ یہ زہر اس قسم کا تھا کہ
اس کا فوری اثر نہ ہوا۔ البتہ عیسیٰ کی طبیعت سخت خراب ہو گئی۔
وہ دستر خوان سے اٹھ آیا، ابو جعفر نے مزاج پوچھا۔ تو عیسیٰ نے
طبیعت کی گرانی کا شکوہ کیا، ابو جعفر نے محبت سے اس کے کندھوں

پر ہاتھ رکھا اور اپنی آرام گاہ میں آرام کرنے کا مشورہ دیا۔ عیسیٰ وہاں آیا تو بادشاہ بھی پیچھے پیچھے وہاں پہنچا، وہ چاہتا تھا عیسیٰ وہیں رہ جائے اور اس طرح اس کو زہر دینے کا راز افشا نہ ہو پائے، مگر عیسیٰ کی ضد یہاں بھی کام آئی - وہ ایک لمحہ کے لئے وہاں نہ ٹھہرا اور بادشاہ سے اپنے مکان جانے کی اجازت لے لی۔ بادشاہ نے بادلِ ناخواستہ اجازت تو دے دی، مگر ساتھ ہی کہہ بھی دیا کہ ہم بھی کچھ دنوں کے لئے تمہارے ہاں مہماں ہوں گے۔

عیسیٰ کوفہ آیا اور اپنے طبیب خاص سے علاج کرایا۔ زہر بہت مہلک قسم کا تھا۔ طبیب نے اس کے اثرات کو زائل کرنے میں بڑی جد و جہد کی تو کہیں جا کر اس کے اثرات ختم ہوئے۔ مگر عیسیٰ کو اس سلسلہ میں کئی ہفتوں تک صاحبِ فراش رہنا پڑا۔ اس کے سر کے سارے بال جھڑ گئے، اور جسمانی قوت بھی بہت حد تک جواب دے گئی۔

عیسیٰ سخت جان نکلا تو ابو جعفر نے ایک اور تدبیر کی، اپنے باغی چچا عبداللہ بن علی کو جو اس کے پاس قید تھا۔ حج پر جانے سے پہلے خفیہ طور پر رات کے وقت اس کے سپرد کر دیا اور بہت محبت پیار اور راز داری کے لہجہ میں فرمائش کی کہ میرے جاتے ہی اسے قتل کر دینا،

دوسری صبح وہ خود تو حج کے لئے روانہ ہو گیا - اور عیسیٰ بن موسیٰ کو ایک عجیب مصیبت میں گرفتار کر گیا۔ عیسیٰ نے اس سلسلہ میں اپنے دوستوں اور رفقا سے مشورہ کیا۔ کئی نے اسے رائے دی کہ بادشاہ کے فرمان کی تعمیل کی جائے۔ مگر ایک دوست نے جو اس سے بہت اخلاص

رکھتا تھا مشورہ دیا کہ بادشاہ کی نیت نیک نہیں معلوم ہوتی۔ وہ چاہتا ہے اپنے چچا کے قتل کے قصاص میں تمہیں قتل کردے۔ عیسیٰ نے اس دوست کا مشورہ مانا۔ اور اپنے چچا کو ایک بہت ہی پوشیدہ مقام پر منتقل کر گئے۔ بادشاہ کو خبر دے دی کہ ان کے ارشاد کی تعمیل ہو گئی۔

وہ خوشی خوشی حج سے واپس آیا۔ اپنے سارے چچاؤں اور ان کے اعزا کو بلایا۔ اور ان سے کہا میں عبداللہ بن علی کو عیسیٰ کے سپرد کر گیا تھا۔ کہ وہ اسے آرام سے رکھے۔ تم سب اس وقت جب دربار لگا ہو اور عیسیٰ بھی موجود ہو۔ مجھ سے عبداللہ بن علی کے بارے میں سفارش کرو۔ میں عبداللہ بن علی کو تمہارے سپرد کر دینے کا حکم دوں گا۔

دربار لگا۔ سب چچا اور ان کے اعزا عیسیٰ بن موسیٰ کے ساتھ دربار میں موجود تھے۔ بادشاہ نے ان سب کی موجودگی میں اپنے چچا عبداللہ بن علی کے بارے میں ان سے پوچھا۔ عیسیٰ نے جواب دیا۔ آپ تو مجھے اس کو قتل کرنے کا حکم دے گئے تھے، میں نے حکم کی تعمیل کی اور اسے قتل کرا دیا ہے۔ ابو جعفر کی بھنویں تن گئیں۔ آنکھیں لال سُرخ ہو گئیں اور وہ بُری طرح چیخا، میں نے ایسا کرنے کا تمہیں کبھی حکم نہیں دیا۔ اور پھر اپنے اعزا سے کہا، اگر آپ لوگ چاہیں تو عیسیٰ سے قصاص لے سکتے ہیں۔ انہوں نے عیسیٰ کو قصاص میں مانگا اور ابو جعفر نے جلاد کو حکم دیا عیسیٰ کو چچا کے قصاص میں قتل کر دے۔ عیسیٰ اُٹھا مسکرایا اور بادشاہ سے کہا:

میں جانتا تھا میرا یہ حشر ہو گا، میں نے چچا کو قتل نہیں کیا۔

وہ میرے پاس ہے۔

دربار پر ایک حیبت چھا گئی۔ مگر بادشاہ کے رعب سے لوگ بولے نہیں چپ رہے۔ عیسیٰ نے غلام کو بھیج کر عبداللہ بن علی کو بلوالیا اور بادشاہ کے سامنے ان کے اعزا کے سپرد کر دیا۔ بادشاہ نادم ہو گیا اور سختیاں بڑھا دیں۔

اور ایک دن تو بادشاہ جب خاص خاص لوگوں کے ساتھ دربار میں بیٹھا تھا تو اس نے عیسیٰ سے کہا۔

اگر تم باز نہ آتے تو میں تمہارے بیٹے کو جس کے لئے تم خلافت چاہتے ہو، قتل کر دوں گا۔

اور یہ کہہ کر اپنے خاص خادم وکیع کو حکم دیا۔ موسیٰ کا گلا داب دے۔ وکیع نے موسیٰ کو آن پکڑا۔ اور اپنے مضبوط ہاتھ اس کے گلے پر رکھ دیئے۔ موسیٰ بری طرح چیخنے لگا۔ بوڑھے باپ کے دل میں محبت پدری کا ایک عجیب طوفان اٹھا۔ وہ سرو قد اٹھا اور بادشاہ سے درخواست کی۔

میں اپنے حق سے دستبردار ہوتا ہوں، آپ میرے بچے پر رحم کیجئے، اس کی جان نہ لیجئے۔

بادشاہ نے موسیٰ کی جان بخشی کی۔ اور ولیعہدی سے دستبرداری کا معاہدہ لکھوالیا۔

طبری نے اس دستبرداری کی تین حکایتیں بیان کی ہیں، ایک حکایت کی رو سے عیسیٰ نے دستبرداری کے عوض ایک کروڑ درہم مانگے بادشاہ نے یہ مطالبہ منظور کر لیا، دوسری حکایت کی رو سے عیسیٰ کے

بہت گہرے دوست مسلم بن قتیبہ نے اس کے سامنے بادشاہ کی یہ تجویز پیش کی کہ وہ مہدی کو اپنے اوپر مقدم کر دے تو بادشاہ اسے مہدی کے بعد ولیعہد مقرر کر دیں گے۔

تیسری حکایت کی رُو سے خالد بن برمک تیس سرداروں کی معیت میں عیسیٰ کے پاس آیا۔ بادشاہ کی خواہش اس سے بیان کی، اگر وہ دستبرداری پر آمادہ نہ ہوا، خالد نے اسے دھمکیاں دیں بادشاہ کے عتاب سے ڈرایا تو بھی عیسیٰ کی نہ ہاں میں نہ بدلی۔ خالد لوٹا۔ تو رستہ میں اس نے اپنے ساتھیوں سے سازش کی، بادشاہ سے کہیں عیسیٰ دستبرداری پر تیار ہے۔ بادشاہ انتظار میں تھا، یہ لوگ آئے دستبرداری پر رضامندی کی خبر دی تو بادشاہ بہت خوش ہوئے اور اسی وقت تمام قلمرو میں خطوط اور فرمان لکھے کہ ہمارے بعد مہدی ولیعہد ہو گا۔ یہ خبر عیسیٰ کو ملی تو وہ بہت سیخ پا ہوا۔ بادشاہ کے پاس آیا، اور شکایت کی۔ بادشاہ نے ان لوگوں کو بلایا۔ اُنھوں نے عیسیٰ کے بیان کی تردید کی، بادشاہ نے عیسیٰ پر عتاب کیا - اور عیسیٰ کو واپس بھیج دیا۔

بہر حال کچھ بھی ہو، عیسیٰ دستبردار ہوا - اور بادشاہ نے مہدی کی ولیعہدی کے لئے اس سے بھی اس کے بیٹے سے بھی اور دوسرے لوگوں سے بھی بیعت لی۔ بادشاہ کے مخصوص سردار جب بیعت کرنے آتے۔ تو بادشاہ اور مہدی کے ہاتھ چومتے مگر عیسیٰ بن موسیٰ کے وقت بہت بددلی سے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر جلدی سے کھینچ لیتے۔

عیسٰی بن موسٰی اس واقعہ کے بعد بہت حد تک گوشہ نشین ہو گیا۔ دربار میں آتا بھی تو بہت کم بات چیت کرتا۔ اس کے دل پر بادشاہ کے اس طریق کا بہت بُرا اثر پڑا تھا ؎

تیرھواں باب

محمدؒ کے بیٹے

اُن دنوں جب امام محمد اور ان کے بھائی ابراہیم - ابوجعفر کے ڈر سے آوارہ و سرگرداں پھر رہے تھے - اور کوئی جگہ انہیں پناہ نہ دے سکتی تھی، یہ دونوں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ سندھ کے ساحل پر بھی اُترے تھے - سندھ کے گورنر عمر بن حفص نے ان کو خوش آمدید کہا تھا - ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی، مگر ابوجعفر کے ڈر سے ان سے درخواست کی تھی یہاں سے تشریف لے جائیں اور خروج کے وقت یاد فرمائیں -

محمدؒ نے خروج کیا - تو اپنے چند مخصوص ساتھیوں کو اپنے بیٹے عبداللہ اشتر کے ساتھ بصرہ بھیجا اور ہدایت کی وہاں سے چند خوبصورت گھوڑے خرید کر تاجروں کے بھیس میں سندھ جائیں - اور وہاں کے گورنر سے خفیہ طور پر ملیں -

عبداللہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک جہاز میں لدے۔ اور تاجروں کے بھیس میں سندھ پہنچے۔ گھوڑے منڈی میں بھیجے اور خود عمرو بن حفص کے پاس حاضر ہوئے۔ عمرو بن حفص انہیں سچ مچ گھوڑوں کا تاجر سمجھا۔ گھوڑوں کو ملاحظہ کے لئے پیش کرنے کا حکم دیا۔

گھوڑے حاضر کر دیئے گئے۔ عمرو بن حفص انہیں ملاحظہ کر رہا تھا کہ وفد کے صدر نے عمرو بن حفص سے درخواست کی، ہمیں خلوت میں حاضری کی اجازت بخشیں۔

عمرو بن حفص نے حاضری کی اجازت دی۔

وفد کے صدر نے عبداللہ کا تعارف کرایا۔ محمد کے خروج اور ابراہیم کے بصرہ پر قبضہ کی خبر دی۔ عمرو بہت خوش ہوا۔ عبداللہ کے ہاتھ پر ان کے باپ کے لئے بیعت کی۔ انہیں اپنے محل میں اتارا ان کے اعزاز میں ایک دعوت دی۔ سارے رشتہ داروں اور سرداروں کو عبداللہ سے متعارف کیا۔ اور ان سب کو امام محمد کے لئے عبداللہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی دعوت دی۔ سب لوگوں نے بیعت کر لی۔ اور سندھ کے سرکاری محل اور دفاتر پر فاطمی جھنڈا لہرانے لگا۔ سیاہ لباس کی جگہ سفید نے لے لی۔ اور ابوجعفر کی جگہ امام محمد کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

ادھر یہ کیفیت تھی۔ ادھر محمد اور ابراہیم شہید ہوئے۔ اور عمرو بن حفص کی بیوی نے۔ جو ان دنوں بصرہ میں تھی۔ اپنے خادم کے ہاتھ شوہر کو سارے حالات لکھ بھیجے۔

عمر اور اس کے سردار بہت پریشان ہوئے۔ جمع ہوئے اور

نئی صورت حال پر غور کرنے لگے۔ بغاوت کے امکانات ذرا کم تھے اور پھر بصرہ میں ان میں سے اکثر کے اہل و عیال اور گھر تھے۔ صلاح ٹھہری کہ ابو جعفر کا علم پھر شاہی محل پر لہرا دیں۔ اور سفید کی جگہ سیاہ لباس پہننے لگیں۔ یہ تو ہوا، مگر عبداللہ ابھی ان میں تھے ان کو وہ نہ ابو جعفر کے سپرد کر سکتے تھے اور نہ ان کو پناہ دے سکتے تھے۔ اس رات عمر عبداللہ کے پاس آئے۔ ان کے باپ کی موت کی خبر دی۔ ان سے تعزیت کی۔ اور آئندہ کے لئے پروگرام پوچھا، عبداللہ اشتر۔ جنگجو نہ تھے، بہت غریب اور صلح پسند نوجوان تھے عمرو سے کہنے لگے۔

میں نہیں چاہتا، میری وجہ سے آپ لوگ پریشانی میں مبتلا ہوں۔ آپ مجھے گرفتار کر کے ابو جعفر کے پاس بھیجدیں اور خود نجات پالیں عمرو سوچ میں پڑ گئے۔ انہوں نے عبداللہ کی طبیعت سے اندازہ لگا لیا، کہ وہ لڑائی کی طرح نہیں ڈال سکتے۔ اور خود وہ ابو جعفر سے خواہ مخواہ لڑنا نہیں چاہتے تھے۔ انہوں نے، سندھ کے ایک راجہ کو اپنے ہاں بلایا۔ اور عبداللہ کو اپنے مہمان کے طور پر اس کے سپرد کر دیا، یہ راجہ گو ہندو تھا مگر بڑا ایماندار، اور وعدے کا پکا تھا، اور رسول اللہ سے عقیدت رکھتا تھا۔ وہ ان کے نواسے کو گھر لایا تو اس طرح جیسے کوئی عقیدت مند پجاری اپنے کسی مذہبی پیشوا کو گھر لاتا ہے۔ اس نے ان کے لئے اپنا ایک محل مخصوص کر دیا۔ ان کے اخراجات کے لئے ایک بہت بڑی رقم نذر کی۔ اور خادموں اور خادمات کی ایک بڑی تعداد ان کی خدمت پر مامور کر دی۔

اس راجے کی شرافت کا اندازہ اس بات سے بھی کیا جا سکتا ہے۔ کہ جب حضرت عبداللہ کے ہم خیال علما اور بہادروں کی ایک بڑی جماعت ان کے پاس آ گئی تو اس نے ان سب کے لئے نہ صرف مکان دیئے بلکہ ان کے تمام اخراجات اپنے ذمے لے لئے۔ عبداللہ اب باقاعدہ ایک شہزادہ کی طرح رہتے اور ریاست کے دورہ اور سیر و سیاحت پر اس طرح جاتے جیسے یہ ان کی اپنی ریاست ہے۔

سندھ کے پرچہ نویس اور سرکاری مخبر ان خبروں کو بڑھا چڑھا کر ابوجعفر کو پہنچا رہے تھے۔ ابوجعفر بہت پریشان ہوا۔ اور عمرو بن حفص کو حالات کی وضاحت کے لئے لکھا۔ عمرو کو یہ خط ملا تو خاندان کے ایک فرد نے اسے مشورہ دیا۔ کہ آپ عبداللہ کے بارے میں کسی بات کا اقرار نہ کریں، سارا بوجھ مجھ پر ڈال دیں کہ میں نے خفیہ طور پر عبداللہ کو پناہ دی۔ اور یہ سازش کی۔ اور اس سزا میں مجھے قید کر دیں اور میرے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں۔

عمرو نہیں مانے، مگر اس شخص نے ان پر بہت زور ڈالا۔ خاندان کے لوگوں نے بھی اس کی تائید کی۔

عمرو نے اسے قید کر دیا۔ اس کے پاؤں میں بیڑیاں پہنا دیں اور اور ابوجعفر کو لکھ بھیجا۔

یہ قصور میرا نہ تھا، میرے ایک عزیز کا تھا۔ میں نے اسے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا ہے اور اس پر پوری سختی کر رہا ہوں۔

اور عبداللہ ایک ہندو ریاست میں بھاگ گئے ہیں۔

ابوجعفر نے اس داستان کو صحیح سمجھ لیا۔ عمرو کے اس فعل کی تعریف کی۔ اور حکم دیا۔ اپنے اس عزیز کو ہمارے پاس فوراً بھیج دو۔ یہ عزیز جس وقت رخصت ہو رہا تھا۔ عمرو کے کلیجے پر چھریاں چل رہی تھیں۔ مگر عبداللہ کو بچانے کے لئے یہ قربانی ضروری تھی۔ جیسے کہ سب کا خیال تھا یہ عزیز جب ابوجعفر کے پاس لایا گیا۔ ابوجعفر نے اسے بہت گالیاں دیں اور قتل کرا دیا۔

گو ابوجعفر کا دل عمرو کی طرف سے صاف ہو گیا تھا۔ مگر وہاں عبداللہ کی موجودگی کو بہت خطرناک سمجھتا تھا، اس نے عمرو کو کئی بار لکھا عبداللہ کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دو، مگر عمرو نے ہر بار جواب لکھا۔ عبداللہ کی گرفتاری میرے بس میں نہیں ہے۔ وہ جس راجہ کے ہاں پناہ گزیں ہے میں اس سے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا، ابوجعفر اس جواب پر بہت جھنجھلاتا۔ مگر اسے سندھ کے لئے کوئی مناسب گورنر نہ ملتا۔ اس لئے عمر کو تبدیل نہ کر سکا۔

اس کے سرداروں میں سے ایک شخص ہشام بن عمرو تھا، وہ بادشاہ کے ساتھ عموماً سیر کے وقت جاتا۔ اور چاہتا تھا۔ بادشاہ اس کو کوئی بڑی خدمت دے، ایک دن یہ شام کے وقت بادشاہ کے ساتھ پھرتے پھرتے محل میں آیا تو بادشاہ سے کہنے لگا،

میری ایک بہن ہے جو خوبصورتی میں مثال نہیں رکھتی۔ اور دانائی اور معاملہ فہمی میں تو لاکھوں میں ایک ہے۔ میں چاہتا ہوں عالی جاہ اسے اپنے نکاح میں قبول فرمائیں۔

ابوجعفر بہت دیر تک سر جھکائے رہا۔ وہ کوئی نیا نکاح کرنا نہیں چاہتا

تھا۔ مگر ہشام کی اس پیشکش سے بہت متاثر تھا۔ بہت حوصلے سے جواب دیا۔

یہ مسئلہ بڑا اہم ہے، ابھی اس پر مجھے غور کرنے دیجئے۔

دوسرے دن اپنے خاص خادم ربیع کو اس کے پاس بھیجا۔ بہت بہت شکریہ ادا کیا اور کہلوایا۔

ابھی میں خود کو اس نکاح کے قابل نہیں پاتا، اگر کبھی مجھے ضرورت محسوس ہوئی تو میں آپ کو اطلاع دوں گا۔

آپ کی اس پیشکش کے صلہ میں میں آپ کو سندھ کا گورنر بناتا ہوں، امید ہے آپ اسے قبول کریں گے۔

ہشام یہی چاہتا تھا، سندھ کی گورنری قبول کی۔ بادشاہ نے رخصت کے وقت عبداللہ اشتر کے بارہ میں ہدایت کی۔ اگر سندھی راجہ عبداللہ الاشتر کو تمہارے سپرد کر دے۔ تو خیر ورنہ اس سے جنگ کرو۔

عمرو بن حفص نے ہشام کو سندھ کی گورنری کا چارج دیا۔ اور خود شاہی حکم کے مطابق افریقہ کی راہ لی۔

عبداللہ الاشتر کے مسئلہ میں ہشام نے بھی عمرو بن حفص کی حکمت عملی اختیار کی، اس کے دل نے اسے اجازت نہ دی کہ وہ محمد رسول اللہ کے خاندان کے اس فرد کو بغیر کسی وجہ کے گرفتار کر کے ابوجعفر کے پاس بھیج دے۔

یوں بظاہر جب کبھی اس کے سردار عبداللہ کا ذکر چھیڑتے۔ وہ عبداللہ کے لئے اچھے الفاظ استعمال نہ کرتا۔ اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ وہ عبداللہ کو اچھا نہیں سمجھتا دکھاوے کے لئے وہ اپنے سفیر راجہ کے پاس

بھیجتا رہا، اور وہاں سے جو جواب آتے۔ ان کو اپنے پاس رکھ لیتا اور اپنے ساتھیوں سے کہہ دیتا راجہ اسے سپرد کرنے پر آمادہ ہے کتنے دنوں تک یہی ہوتا رہا۔ ابو جعفر کے جاسوس اس کے اس طریق پر جھنجلاتے اور بادشاہ کو اس سے آگاہ کرتے رہے۔ اور بادشاہ کی طرف سے ہشام کو حکم دیا جاتا رہا کہ عبداللہ کے معاملے میں جلدی کرو۔

ہشام کا ایک بھائی سفنج اس کے ساتھ سندھ آیا تھا، سندھی فوجوں کی کمان اس کے ہاتھ میں تھی، وہ ہشام کی طرح خدا ترس اور نرم خو نہ تھا۔ اس کی خواہش تھی کسی نہ کسی طرح ابو جعفر کا دل جیت لے اور اس کی یہ خواہش اچانک پوری ہو گئی، وہ ایک فوجی مہم لئے دریائے سندھ کے ساتھ ساتھ بڑھ رہا تھا کہ سامنے سے کچھ غبار اٹھا اس نے تحقیق حال کے لئے اپنے ساتھیوں کو بھیجا، تو معلوم ہوا عبداللہ الاشتر دریائے سندھ کے کنارے سیر کر رہے ہیں۔

وہ ساتھیوں کے منع کرنے کے باوجود آگے بڑھا۔ عبداللہ الاشتر پر حملہ کیا اور ان کو اور ان کے دس ساتھیوں کو شہید کر دیا۔

عبداللہ الاشتر کی شہادت کی خبر مہاراج کو ملی۔ تو اس نے سر پیٹ لیا، اور ملک کے طول و عرض میں جنگ کی منادی کر دی۔

سفنج، سندھی فوج کے ساتھ اس کے مقابلہ میں بڑھا۔ دونوں فوجوں میں بڑی سخت لڑائی ہوئی، اسفنج نے فتح پائی اور راجہ ہند و تاریخ میں پہلی دفعہ ایک مسلمان کو پناہ دینے کے جرم میں قتل ہوا۔ اسفنج نے اس کے محل کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ اس کی بیٹیوں۔ بیویوں اور دوسری رشتہ دار عورتوں کو قید کر لیا۔ ان قیدیوں میں عبداللہ الاشتر

کی ایک بیوی اور بچہ بھی اسفنج کے ہاتھ آیا۔ یہ بچہ اس کی ماں اور دوسری قیدی عورتیں بغداد بھیج دی گئیں۔

اس بچے کی عمر اس وقت بہت تھوڑی تھی۔ ابوجعفر نے اسے اور اس کی ماں کو سرکاری قاصدوں کے ساتھ مدینہ بھیج دیا۔ یہی بچے آگے چل کر، ابوالحسن محمد العلوی کے نام سے مشہور ہوئے۔

چودھواں باب

ابو جعفر کی موت!

شوال ۱۵۸ھ ہجری تھا جب ابو جعفر منصور نے اپنے خاندان اور بہت سے سرداروں کے ساتھ حج کی نیت سے مکہ کا سفر اختیار کیا کوفہ سے گذر کر ابن عامر کے باغ تک پہنچا تھا کہ پیٹ میں سخت درد اٹھا اس درد کی حالت میں اس نے سفر جاری رکھا بیر میمون تک پہنچتے پہنچتے حالت غیر ہو گئی۔ اپنے خادم ربیع سے کہا۔ معلوم ہوتا ہے یہ میرا آخری وقت ہے۔ ربیع نے تسلی دی مگر آخری وقت ٹل نہ سکا، اور ابھی صبح نہیں ہوئی تھی کہ موت کا فرشتہ آن پہنچا۔ ابو جعفر نے کچھ وصیتیں کیں اور موت کے دامن میں جا سویا۔

عورتیں روئیں مگر ربیع نے ان کو روک دیا وہ اپنے آقا کی موت کو سورج طلوع ہونے تک چھپانا چاہتا تھا، سورج طلوع ہوا اور خاندان کے لوگ حسب معمول بادشاہ کی خدمت میں حاضری دینے کے لئے آئے

تو ربیع نے سب کو باہر کے خیمہ میں جگہ دی - اور ایک ایک کر کے اندر بلایا وہ ایک ایک سے، مہدی اور اس کے بعد عیسٰی بن موسٰی کے لئے بیعت لیتا گیا جب خاندان کے سارے لوگوں سے بیعت لے چکا تو فوجی سرداروں اور وزرا کو اندر آنے کی اجازت دی - ان سب سے یہی بیعت لی،

مہدی اس وقت وہاں نہ تھا - اس کے بیٹے موسٰی نے اس کی نیابت کی - دربار کیا اور خطبہ پڑھا -

خاندان کے کچھ دوسرے لوگ مہدی کی بیعت لینے کے لئے مکہ گئے - کچھ نے نواح کا رخ کیا -

ابراہیم بن یحیٰی نے ابوجعفر کی نماز جنازہ پڑھی - اور ثنیۃ المحلاۃ میں جو مکہ کی ایک اونچی سی جگہ ہے ابوجعفر کو دفن کر دیا -

ابوجعفر کی عمر میں اختلاف ہے - بعض کا خیال ہے کہ یہ جب مرا تو چونسٹھ سال کا تھا - بعض اسے پینسٹھ اور بعض ترسٹھ سال کا کہتے ہیں اس نے بائیس سال کے قریب حکومت کی -

اس کا مزاج گرم اور رنگ سانولا تھا - لمبے ہونے کے باوجود وہ بہت غصہ ور - زود رنج اور منتقم تھا - حکومت سے اسے بڑی محبت تھی اس وجہ سے اس نے حکومت کو قائم رکھنے کے لئے بڑی بد عہدیاں کیں، بہت سے لوگوں کو قتل کیا -

اس نے رسول اللہ ؐ کے خاندان کے ساتھ جو ظلم کئے - اتنے تو یزید نے بھی نہ کئے تھے - مگر یزید مخالف خاندان کا فرد تھا اس لئے زیادہ بدنام ہوا - اور یہ اپنا چچیرا بھائی تھا - اس لئے اس کے حصہ میں بدنامی

کام آئی۔

جب جمہوریت ختم ہوتی ہے اور اس کی جگہ شخصی حکومت لے لیتی ہے۔ تو دو ہی صورتیں نکلتی ہیں۔ حکومت پر بیٹھنے والا اگر اچھا ہوا۔ تو خلقِ خدا بچ جاتی ہے ورنہ اگر اس کے مزاج میں ابوجعفر کی سی گرمی ہوتی ہے۔ تو رعایا کا اللہ ہی بیلی ہوتا ہے۔

ابوجعفر کے مزاج میں گرمی کے علاوہ حرص بھی تھی۔ وہ روپے کو جمع کرنے کا بہت شوقین تھا۔ عمال میں سے اگر کسی سے کوئی لغزش ہوتی، تو ابوجعفر اس پر مالی جرمانہ کرتا، ایک بار تو بے چارے خالد بن برمک پر یوں ہی بلا وجہ عتاب نازل کیا، اور تیس لاکھ درہم جرمانہ وصول کر لئے مدینۃ السلام کی تعمیر کے وقت اپنے ایک محاسب پر بگڑا۔ تو ایک ایک اینٹ، ایک ایک لکڑی کا شمار کیا۔ ہزار مصیبت کے بعد صرف پندرہ درہم اس غریب کے نام زاید نکلے۔ اور ان درہموں کے عوض ابوجعفر نے اسے قید کر دیا۔

اس کے خاص خادم کہتے ہیں کہ ابوجعفر جب تک محل میں رہتا نرم خو ہوتا۔ سب سے اچھی طرح پیش آتا۔ مگر جیسے درباری لباس پہن کر کمرہ سے باہر نکلتا اس کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں۔ پیشانی پر شکن پڑ جاتے اور مٹھیاں بھنچ جائیں۔ (Harmonal change)

وہ ذاتی طور پر بہادر نہ تھا۔ دانا اور سیاست دان تھا۔ دُور بیٹھ کر اور دُوسروں کے کندھوں پر بندوق رکھ کر چلانے کا عادی تھا، اس کے دامن پر ابو مسلمؒ، محمدؒ اور ابراہیمؒ۔ عبداللہ بن حسنؒ اور ان کے خاندان کے بہت سے سرداروں کے خونِ ناحق کے دھبے

ہیں۔

اپنے مقصد کے لئے وہ اپنوں کے ساتھ ہر وقت غداری کر سکتا تھا، اسی لئے اس کے ساتھی اور وزرا بے چارے ہمیشہ اس کے ڈر سے کفن باندھے رہتے۔

ان خامیوں کے باوجود وہ مذہبی آدمی تھا، نماز روزہ کی پابندی کرتا۔ فضول باتوں سے احتراز کرتا۔ اور محل میں کسی قسم کی بے ہودگی نہ ہونے دیتا۔ ایک بار ایسا ہوا کہ محل کا ایک خدمت گار محل کی لونڈیوں باندیوں میں بیٹھا طنبورہ بجا رہا تھا۔ ابوجعفر طنبورہ کی آواز سُن کر کمرہ سے نکلا۔ وہ سب بے چاری اسے دیکھ کر بھاگ گئیں۔ خادم پکڑا گیا، ابوجعفر نے حکم دیا۔

یہی طنبورہ اس کے سر پر مارا جائے، طنبورہ سے اسے اس وقت تک مار پڑتی رہی جب تک وہ ٹوٹ نہیں گیا۔ طنبورہ ٹوٹ گیا۔ تو حکم دیا۔ اسے محل سے نکال دو۔ اور غلام بیچنے والے کے پاس بھیج کر کہو اسے بھی بیچ ڈالے۔

مزاج میں گرمی ہونے کے باعث وہ گالیاں بہت بکتا۔ جو سامنے آتا گالی کھاتا۔ ایک بار ایک خارجی جس نے ابوجعفر کی فوجوں کو پے در پے کئی شکستیں دی تھیں۔ اس کے سامنے لایا گیا۔ ابوجعفر نے چھوٹتے ہی اسے ایک فحش گالی دی۔ خارجی بہت جری آدمی تھا کہنے لگا:۔

بڑے بداخلاق ہو۔ کل تک تو میرے اور تمہارے درمیان تلوار حائل تھی۔ کل تک تمہاری فوجیں مجھ سے ہارتی رہیں،

اور آج جب میں تمہارے سامنے آیا ہوں ۔ تم گالی بکنے لگے ہو ۔

اور اگر میں بھی تمہیں اس کے جواب میں گالیاں دوں تو تمہارا کیا بنے گا ۔

ابو جعفر بہت شرمندہ ہوا ۔ اسے چھوڑ دیا ۔ اور ایک سال تک اسے اپنی صورت نہیں دکھائی ۔

ابو جعفر بہت عقلی اور جفاکش تھا ، نماز فجر کے بعد سے سرکاری کام شروع کر دیتا ۔ اور یہ کام عصر تک جاری رکھتا ۔ عصر کی نماز پڑھتے ہی گھر آتا ۔ گھر کے لوگوں سے باتیں کرتا ۔ اور عشا تک ان کے پاس رہتا عشا کی نماز کے بعد بعض ضروری خطوط اور ان کے جوابات لکھواتا ، بعض خاص دوستوں سے بات چیت بھی کرتا ۔ پھر اپنے کمرہ میں چلا جاتا اور رات کے آخری حصّہ تک آرام کرتا ۔ رات کے آخری حصّہ میں بستر سے اٹھتا ، نہاتا ، وضو کرتا اور تہجد کی نماز پڑھنے لگتا ، فجر کی اذان تک عبادت میں مشغول رہتا ۔ اذان ہوتی تو باہر آتا ، محل کی مسجد میں نماز پڑھاتا اور پھر کام میں لگ جاتا ۔

طبری نے مہدی کی ایک لونڈی کی روایت بیان کی ہے ۔ وہ کہتی ہے ، ایک بار وہ ابو جعفر کے کمرے میں گئی دیکھا کہ وہ اپنے جبڑوں پر ہاتھ رکھے بیٹھے ہیں ، میری آہٹ پائی تو مجھے پاس بلایا ۔ اور پوچھا تمہارے پاس اس وقت کتنے روپے ہیں ۔ میں نے جواب دیا :-

ایک ہزار درہم ۔

کہنے لگے - میرے سر پر ہاتھ رکھ کر قسم کھا کر کہو کتنے روپے تمہارے پاس ہیں -

میں نے کہا دس ہزار دینار -

حکم دیا - یہ روپے مجھے لادو - خالصہ مہدی کے پاس آئی - اور یہ واقعہ بیان کیا، مہدی اس سے ناراض ہوا کہنے لگا، تم ان کے پاس کیوں گئی تھیں - وہ محض بہانہ کئے پڑے ہیں - میں نے ان سے کچھ روپیہ مانگا تھا - اس کوشش کر وہ بیمار بن گئے - خیر اب تم یہ روپیہ ان کے پاس لے جاؤ - خالصہ یہ روپیہ ابو جعفر کے پاس لے گئی - اور ابو جعفر نے اسی وقت مہدی کو بلا کر یہ روپیہ اس کے حوالے کر دیا -

ابو جعفر کے ایک غلام واضح کی روایت ہے کہ ایک دن ابو جعفر نے مجھے حکم دیا کہ گھر میں جتنے پرانے کپڑے ہوں - وہ سب جمع کر رکھو - اور جس وقت مہدی میرے پاس آنے والا ہو، اس وقت یہ کپڑے مجھے دے جاؤ - مہدی آنے کو ہوا تو واضح یہ کپڑے ابو جعفر کے پاس لے گیا - ابو جعفر انہیں کھول بیٹھا اور ان کی پھٹی جگہوں کو نمایاں کر دیا - مہدی آیا تو وہ ہنسا کہنے لگا :-

تبھی لوگ کہتے ہیں آپ دینار اور درہم تو کجا پیسے تک پر نگاہ رکھتے ہیں -

ابو جعفر نے جواب دیا :-

کیا کروں سردی آرہی ہے اور میرے گھر والوں کے پاس نئے کپڑے نہیں ہیں -

مہدی نے درخواست کی -

عالیجاہ ان کپڑوں کو رہنے دیجئے۔ میں اپنے خرچ سے آپ کے سارے گھرانے کے کپڑے سلوا دیتا ہوں۔

ابو جعفر ہنس پڑے اور کہنے لگے:-

بہت اچھی بات ہے، جب تم یہ کہتے ہو تو ہم پیوند نہیں لگاتے۔

مہدی نے اپنی ولیعہدی کے زمانہ میں جبکہ وہ رے میں مقیم تھا۔ ایک شاعر ابن امیال کو قصیدہ لکھنے کے صلہ میں بیس ہزار درہم انعام دیئے ابو جعفر کو خبر ہوئی۔ تو اس نے مہدی کو ڈانٹا اور حکم دیا اس شاعر کو ہمارے پاس بھیج دو۔ یہ شاعر تلاش کیا گیا اور پکڑا ہوا ابو جعفر کی خدمت میں لایا گیا۔ ابو جعفر نے پوچھا۔ تم نے ہمارے نوجوان بیٹے کو کیوں دھوکا دیا، اور یہ اتنی بڑی رقم کیوں اینٹھ لی۔

موسل ڈرا مگر کہنے لگا:-

عالیجاہ میں نے اس کی تعریف کی وہ خوش ہوا اور اپنی سخاوت کی وجہ سے مجھے انعام بخشا۔

ابو جعفر نے کہا وہ شعر سناؤ۔ موسل نے وہ شعر سنائے۔ ابو جعفر مسکرایا۔ کہنے لگا:-

یہ شعر صرف چار ہزار درہم کے قابل ہیں۔ اس کے سوا باقی رقم ہمیں واپس کر دو۔

اور ربیع کو حکم دیا۔ اس کے اسباب کی تلاشی لو۔ اور چار ہزار درہم اس کو دے کر باقی ہمارے پاس لے آؤ۔ ربیع نے اس بے چارے کی تلاشی لی، چار ہزار درہم اس کے پاس رہنے دیئے اور باقی چھین

رلیئے۔

جب مہدی خلیفہ ہوا تو یہ شاعر پھر حاضر ہوا۔ عرضی لکھی، مہدی ہنسا اور بیس ہزار درہم اسے دے دیئے۔

وضین بن عطا ابو جعفر کا بچپن کا دوست تھا۔ ابو جعفر خلیفہ ہوا تو اسے بلا بھیجا۔ وہ سمجھا بادشاہ نے اسے اس لیئے بلایا ہے کہ کوئی جاگیر عطا کریگا، مگر ابو جعفر نے اس سلسلہ میں کئی دن تک کوئی بات نہ کی۔ اور ایک دن تنہائی میں پوچھا:--

تمہاری کتنی جائیداد ہے۔

وضین نے عرض کیا جو کچھ ہے اس سے آپ بے خبر نہیں ہیں پھر پوچھا تمہاری کتنی بیٹیاں ہیں۔ وضین نے کہا تین بیٹیاں ہیں اور ایک بیوی ہے، بادشاہ ہنسا کہنے لگا۔ تم خدا کی قسم بڑے مالدار ہو۔ تمہارے ہاں چار چرخے چلتے ہیں۔ ایک بار بشیر نجومی کو بلایا۔ اور اپنی مسند کے نیچے سے ایک دینار نکال کر اسے دیا۔ اور کہنے لگا، اس دینار کی حفاظت کرنا۔

بشیر نجومی نے یہ دینار ہمیشہ حفاظت سے رکھا۔ اسے کبھی خرچ نہیں کیا۔

ابو مقاتل خراسانی کا ایک غلام اپنے آقا کے ساتھ ابو جعفر کی خدمت میں آیا۔ ابو جعفر نے اس کے بارہ میں پوچھا۔ کسی نے چغلی کھائی اس غلام کے پاس دس ہزار درہم ہیں۔ ابو جعفر نے اسی وقت اسے حکم دیا۔ یہ روپیہ مجھے واپس کر دو۔ یہ روپیہ میرا ہے۔ غلام روپیہ تو ڈر کے مارے لے آیا۔ مگر پوچھا عالیجاہ یہ روپیہ آپ کا کیسے ہوا

ابو جعفر بولا۔ تم نے عیینیہ کی ایک لونڈی سے شادی کی ہے۔ اور یہ روپیہ تمہیں اس لونڈی سے ملا ہے۔ اور اس لونڈی کو یہ روپیہ اس کے آقا سے ملا تھا، جبکہ وہ سندھ کا گورنر تھا، غلام بے چارا چپ ہو گیا اور سر پیٹتا ہوا گھر پہنچا کہ اس شخص کے پاس کیوں آیا تھا۔

ایک بار ابو جعفر نے ایک شخص کو ہاروں کا والی مقرر کیا۔ یہ شخص کافی دنوں کے بعد سلام کے لئے حاضر ہوا۔ تو ابو جعفر نے اسے بہت ڈانٹا۔ اور بددیانتی اور خیانت کا مجرم گردانا۔ وہ غریب بہت پریشان ہوا۔ جیب میں ہاتھ ڈال کر عرض کیا۔

عالیجاہ میں نے آپ کے مال میں سے کبھی کوئی خیانت نہیں کی، اور نہ ایک کوڑی تک اپنے پاس رکھی، صرف یہ ایک درہم ہے۔ جسے میں نے واپسی کے لئے رکھا ہے کہ خچر کا کرایہ دے سکوں۔

ابو جعفر نے ہاتھ بڑھا کر یہ درہم اس سے چھین لیا۔ اور کہنے لگا اب جاؤ ٹھنڈی ہوا کھاؤ۔

ابو جعفر جب خلافت کی گدی پر نہ بیٹھا تھا تو ازہر السمان کے ہاں کچھ دن رہا تھا، جب یہ خلیفہ ہوا تو ازہر حاضر ہوا، پوچھا کیسے آنا ہوا۔ اس نے عرض کیا چار ہزار درہم مجھ پر قرض ہیں، میرا مکان ٹوٹ گیا ہے اور بیٹے کی شادی ہے ابو جعفر نے حکم دیا اسے بارہ ہزار درہم دے دو۔ اور کہا آئندہ کبھی کوئی غرض لے کر میرے پاس نہ آنا۔

کچھ دن بعد وہ پھر حاضر ہوا۔ پوچھا کیسے آنا ہوا۔ اس نے عرض کیا سلام مقصود تھا۔ ابو جعفر مسکرایا۔ کہا۔ نہیں تم اب پھر

مانگنے آئے ہو، بارہ ہزار درہم ولوا دیئے اور حکم دیا آئندہ نہ عرض لے کر آنا اور نہ سلام ہی کے لئے تکلیف کرنا۔

مگر وہ پھر حاضر ہوا۔ ابوجعفر نے پوچھا کیسے تکلیف کی۔ اس نے عرض کیا مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کوئی ایسی دُعا جانتے ہیں، جو قبول ہوتی ہے۔ ابوجعفر نے جواب دیا۔ نہیں یہ غلط خبر ملی ہے۔ میری کوئی دُعا قبول نہیں ہوتی۔ مثال کے طور پر میں نے خدا سے دُعا کی تھی کہ تم آئندہ میرے پاس نہ آؤ، مگر یہ بھی قبول نہیں ہوتی۔

وہ بہت شرمندہ ہوا۔ اور ابوجعفر نے اسے کچھ دیئے بغیر محفل سے اُٹھا دیا۔ وہ غریب پھر کبھی نہیں آیا۔

محمد بن سلیمان کی روایت ہے کہ ایک بار وہ ابوجعفر سے ملنے کے لئے اس کے خاص کمرہ میں گئے۔ پہلے کبھی وہاں تک ان کا گذر نہ ہوا تھا . . . .

. . . . دیکھا کہ ایک معمولی سے کمرہ میں جس کے دروازہ پر ایک موٹا سا کپڑا پڑا تھا ابوجعفر ایک ٹاٹ پر بیٹھا ہے، وہیں اس کا لحاف اور دوسرے کپڑے رکھے تھے، سلیمان بہت حیران ہوئے، پوچھا، یہ کیا حالت بنا رکھی ہے۔ ابوجعفر نے کہا۔

اسی طرح زندگی گذارتا ہوں۔ اور یہی کچھ میری کائنات ہے۔

حقیقت میں ابوجعفر گھر میں بہت سادہ رہتا تھا۔ اور یہ سادگی اس کے بخل اور طبیعت کی کم سوادی کے باعث تھی۔

اصبغ کے قصہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابوجعفر بہت حساس تھا یہ اصبغ پہلے ابوجعفر کا غلام تھا۔ اس زمانہ میں جبکہ اسے خلافت

نہیں ملی تھی۔ ابوجعفر بادشاہ ہوا تو اس نے اصبغ کو آزاد کر کے اسے ایک اہم جگہ کا گورنر بنا دیا۔ اصبغ نے بغاوت کی اور دشمن سے مل گیا۔ پکڑا ہوا آیا۔ ابوجعفر نے اُسے طعنے دیتے۔ اصبغ رو پڑا۔ اور کہنے لگا مجھ سے خطا ہوئی۔ ابوجعفر مسکرایا۔ درہموں کی ایک تھیلی ہاتھ میں پکڑا کر اسے ہلانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد یہ تھیلی اصبغ کو دے دی اور خطا معاف کر کے اسے اس کے عہدہ پر بحال کر دیا۔

لوگوں نے اصبغ سے پوچھا۔ اس غیر معمولی سلوک کا جو تمہارے ساتھ ہوا ہے کیا سبب ہے۔ اصبغ کہنے لگا جس زمانہ میں میں ابوجعفر کا غلام تھا اور وہ خلافت کی گدی پر نہیں بیٹھے تھے تو میں رسیاں بٹا کرتا۔ اور اس سے جو آمدنی ہوتی اسے ہم دونوں اپنے اوپر صرف کرتے۔

اسی طرح ایک اور روایت عیسٰی بن نہیک کے بارے میں ان کے ایک غلام نے بیان کی ہے۔ کہتا ہے جب اُس کے آقا کا انتقال ہوا تو ابوجعفر نے اسے بلایا پوچھا:۔

تمہارے آقا نے کیا ترکہ چھوڑا،

زید نے جواب دیا:۔

ایک ہزار دینار چھوڑے تھے وہ ان کی بیوی نے ان کے ماتم میں خرچ کر دیئے۔

ابوجعفر کو بڑی حیرت ہوئی پوچھا اتنی رقم کیسے خرچ کر دی۔ زید کوئی جواب نہ دے سکا۔

تو ابوجعفر نے پھر پوچھا:-

تمہارے مالک کی کتنی بیٹیاں ہیں؟

زید نے جواب دیا:-

چھ بیٹیاں ہیں جن کی شادی نہیں ہوئی۔

ابوجعفر سن کر چپ ہو گیا۔ اور تھوڑی دیر بعد حکم دیا۔ کل تم مہدی کے ہاں جانا۔ زید مہدی کے ہاں پہنچا تو وہاں سے اسے ایک لاکھ اسی ہزار دینار ملے۔ اور ساتھ ہی حکم دیا گیا کہ ہر بیٹی کو تیس تیس ہزار دینار دیئے جائیں۔ زید روپیہ گھر پہنچا کر ابوجعفر کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکریہ ادا کیا۔ ابوجعفر نے حکم دیا۔ کل تم اپنے مالک کی برادری کے تین نوجوان بچوں کو لے کر میرے پاس آجاؤ، میں ان کی شادی خود کروں گا۔ حکم کی تعمیل ہوئی، ابوجعفر نے ان لڑکیوں کی شادی تیس تیس ہزار درہم کے بدلہ میں خود کی۔

ایک بار ابوجعفر نے چند لمحوں میں اپنے خاندان کے لوگوں کو ایک کروڑ درہم بانٹ دیئے۔

اسی طرح اپنے چچا سلیمان علیلی، صالح اور اسماعیل کے بیٹوں کو دس دس لاکھ درہم بیت المال سے دلوائے۔

ابوجعفر کے ذاتی حالات کا دامن اس سے بھی وسیع ہے۔ اس نے بائیس سال حکومت کی تھی اور اس بائیس سال میں اس سے بہت سی حرکتیں سرزد ہوئیں۔ اس نے بہت سے نیک کام بھی کئے۔ اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ وہ اگر مطلق العنان بادشاہ نہ ہوتا تو شاید اس کا نامۂ اعمال اس سے مختلف ہوتا۔

اس میں جو عیب تھے وہ شخصی حکومت کے عیب تھے ۔ اور جو
اچھائیاں تھیں وہ اس کی برائیاں چھپا نہیں سکتیں ؎

مہدی

پندرہواں باب
مہدی کی تخت نشینی

ابو جعفر کو اپنا یہ بیٹا مہدی بہت عزیز تھا۔ اس کی محبت میں اندھے ہو کر ابو جعفر نے عیسیٰ بن موسیٰ سے بد عہدی کی۔ اسے ذلیل اور رسوا کیا اور پھر زبردستی اس کے لئے بیعت لی، ابو جعفر کی یہ عادت تھی کہ مہدی کو جب بھی کہیں باہر بھیجتا۔ خود کتنی دور تک اس کے ساتھ جاتا۔ رخصت کے وقت سینہ سے لگاتا ہاتھ منہ چومتا، اور پریشان پریشان واپس آتا، اسے اپنی زندگی سے زیادہ مہدی کی زندگی عزیز تھی، اس کو دشمنوں سے بچانے کے لئے اس نے رصافہ تعمیر کرایا۔ یہ گو شہر تو نہ تھا، ایک بڑے محل اور چند فوجی بارکوں۔ باغات اور سڑکوں کے سوا اس میں اور کچھ نہ تھا، لیکن اس کے گرد اتنی مضبوط فصیل اور فوجی چوکیاں تھیں کہ کوئی شخص بھی مہدی تک بری نیت لے کر پہنچ نہ سکتا تھا۔ باپ کے زمانہ میں مہدی کو بڑا اقتدار رہا۔ جس

شخص کی وہ سفارش کر دیتا۔ باپ اسے قتل یا قید کرنے کا مجاز نہ تھا۔
باپ کی زندگی میں خراسان۔ جزیرہ اور آذربائیجان اس کی حکومت میں
رہے۔ وہ ان علاقوں کا مطلق العنان فرمانروا تھا۔ جسے چاہتا معزول
کرتا اور جسے چاہتا، قائم رکھتا۔ مگر ان باتوں کے باوجود مہدی کو بھی
اپنے باپ سے بہت محبت تھی۔ وہ اس کا بہت احترام کرتا۔ کبھی
کبھی اس کی کنجوسی، اور مکاری پر ناراض بھی ہوتا، مگر پھر باپ کی محبت
اس کے اس جذبہ پر غالب آجاتی۔ مہدی ایک ایسا شہزادہ
ہے کہ اس نے اپنے باپ کی موت کی دعا نہیں کی۔ اور جب ربیع اس
کے باپ کی موت کی خبر لے کر اس کے پاس آیا تو مہدی فرطِ غم سے حواس
کھو بیٹھا۔ اور ربیع کو ان گستاخیوں کی بنا پر بہت گالیاں دیں جو
موت کے بعد ربیع نے ابو جعفر سے کیں۔ یہ گستاخیاں نہ تھیں ربیع کا
حسنِ انتظام تھا۔ مگر مہدی انہیں جذبات کی شدت میں گستاخیاں سمجھا۔
مہدی تخت نشین ہوا۔ اس خوشی میں تمام قیدی بجز حسن بن ابراہیم کے
رہا کر دیئے گئے، شاہی محلوں میں جشن ہوئے۔ مہدی کی باندیاں خوب
بنی سنوریں۔ اور آج کی رات اس خوشی میں ان میں اکثر نے نبیذ پی۔
گانا بھی ہوا۔

عیسیٰ کی پھر شامت آئی

مہدی نے خلافت پاتے ہی بوڑھے عیسیٰ بن موسیٰ کو پھر ایک
عجیب عذاب میں ڈال دیا۔ ابو جعفر کی زندگی میں اس غریب نے جتنی
تکلیفیں اٹھائیں وہ پھر اس کے گلے ملنے کے لئے بڑھیں۔ مہدی نے

اسے بلایا اپنے بیٹے الہادی کے حق میں دستبردار ہونے کی خواہش کی ۔ عیسیٰ بوڑھا ہونے کے باوجود ضدی تھا ۔ اس نے مہدی سے کہا ۔ پہلے تمہارے لئے دستبردار ہوا ۔ اب تم اپنے بیٹے کے لئے دستبردار ہونے کا حکم دیتے ہو ۔ آخر یہ کیا مذاق ہے ۔ پہلے ہی باوا سے کہا ہوتا تمہارے بیٹے کو میری جگہ ولیعہد بنانا ۔ میں نے اس وقت بھی ان سے کہہ دیا تھا ۔ مجھے یہ کانٹوں کا تاج نہیں چاہیئے ۔

مہدی شرمندہ تو ہوا ، مگر اپنی بات سے باز نہ آیا اور جب عیسیٰ اس کے ہاں سے اٹھ کر اپنے کوفہ کے مکان میں چلا گیا تو مہدی نے کوفہ کے گورنر کو لکھا ۔ عیسیٰ کے خلاف کوئی ایسی سازش کرو ۔ جس میں ہم اسے بڑی سزا دے سکیں ۔

مگر یہ بوڑھا بڑا ہشیار تھا ، کوفہ سے اٹھ کر ، کوفہ کے ایک قریبی گاؤں رحبہ میں جو اس کی جاگیر میں تھا جا رہا ۔ رمضان کے مہینہ میں ۔ صرف نماز جمعہ پڑھنے کے لئے کوفہ آتا رستہ میں کسی سے نہ ملتا نہ کسی سے بات چیت کرتا ۔ گھوڑے پر سواری ہی کی حالت میں مسجد کے دروازہ پر پہنچ جاتا ۔ اور وہیں کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ۔ اور پھر واپس ہو جاتا یہاں بھی وہ نہ کسی سے ملتا اور نہ بات چیت کرتا ۔ ایسی حالت میں گورنر اس کے خلاف کوئی سازش نہ کر سکا ۔ البتہ اس پر یہ الزام لگایا کہ اس کے گھوڑے مسجد کے دروازوں پر لید کر دیتے ہیں اور اس طرح غلاظت پھیل جاتی ہے ۔ یہ الزام اس نے مہدی کو لکھ بھیجا ادھر سے حکم آیا ۔ تم مسجد کے ان رستوں میں لکڑیاں لگوا دو جہاں سے سواری اندر آ سکتی ہو ۔

عیسیٰ بھی ضدی تھا، رستے بند ہو گئے تو اس نے مسجد کے دروازہ سے قریب کا ایک مکان بہت بڑی رقم دے کر خرید لیا۔ اس کی مرمت کرائی حمام اور دوسری ضرورت کی چیزیں بنوائیں۔ وہ جمعرات ہی کو وہاں آجاتا۔ رات وہیں بسر کرتا۔ اور جمعہ کی نماز کے وقت ایک گدھے پر سوار ہو کر مسجد کی طرف آتا، یہ گدھا بہت تیز اور طاقتور تھا۔ یہ مسجد کے دروازوں پر کی روکاوٹوں کو پھاند جاتا۔

مہدی نے اس دوران میں اس کے پاس بہت سے لوگوں کو بھیجا، دھمکیاں بھی دیں اور صلہ کی اُمید بھی دلائی۔ مگر یہ ضدی باز نہ آیا۔ اور مہدی نے تنگ آن کر اسے مار ڈالنے کی سازش کی۔ اور اس نے تنگ آن کر اس شرط پر دستبرداری قبول کر لی۔ کہ مہدی اسے دس کروڑ درہم دیں۔ مہدی نے اسے دس کروڑ درہم دے دیئے، اور اس نے دستبرداری کی تحریر لکھ کر مہدی کے حوالہ کر دی۔ اور عوام کے جلسہ میں مہدی کے ساتھ ل کر اس دستبرداری کا اعلان بھی کر دیا۔

مہدی بہت خوش ہوا اس نے مسجد میں اپنے بیٹے کے لئے عوام سے بیعت لی۔ اور عیسیٰ کی اس قربانی پر اس کی تعریف کی۔ باپ کی طرح مہدی میں بھی بڑا تلون تھا۔ اور کانوں کا تو اس قدر کچا تھا۔ کہ آس پاس کے لوگ جو کچھ بھی کہتے اسے سچ سمجھ لیتا۔

ابو عبید اللہ۔ جو شہزادگی کے زمانہ میں اس کا اتالیق۔ اس کا محافظ اور ایک طرح کا ناظم تھا، خلافت کے بعد وزیر اعظم بن گیا تھا۔ مہدی کے سارے اختیارات قریب قریب اسی کے ہاتھ میں تھے۔ ربیع غلاموں کے جس گروہ کا سردار تھا وہ ابو عبید اللہ کے اس اقتدار کے خلاف

تھا۔ ہر صبح اور ہر شام اسے نیچا دکھانے میں لگا رہتا۔

ربیع اور عبیداللہ کی دشمنی کا آغاز اس وقت ہوا، جب مہدی خلافت کے تخت پر بیٹھا۔ ربیع اس سے ملنے گیا۔ مگر ابو عبیداللہ نے اس سے کچھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ ربیع نے اس بدسلوکی پر قسم کھائی، کہ ابو عبیداللہ سے بدلہ لے گا۔ اور اس نے یہ بدلہ لے لیا، مہدی کے دربار میں اس کی وہ عزت نہ رہی جو پہلے حاصل تھی، وزارت کے منصب سے گرا اور اس کی جگہ یعقوب بن داؤد نے لے لی۔

یہ یعقوب بن داؤد۔ امام ابراہیم کے پیروکاروں میں سے ایک بہت دانا اور ذہین عالم تھا، جب ابراہیم شہید ہو گئے۔ تو یعقوب بھاگ نکلا۔ مگر ابو جعفر کے آدمی اسے پکڑ لائے۔ ابو جعفر نے اسے حسب عادت گالیاں دیں اور پھر قید کر دیا۔ مہدی تخت نشین ہوا، جہاں دوسرے قیدی رہا ہوئے وہاں یعقوب کو بھی یہ دولت ملی۔ وہ کبھی کبھی مہدی کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ اور اس طرح باتیں کرتا کہ مہدی اسے پسند کرنے لگا، یہاں تک کہ یعقوب سے مشورہ لئے بغیر مہدی کوئی کام نہ کرتا۔ اور ایک دن وہ آیا۔ کہ مہدی نے اسے اپنا وزیر اعظم مقرر کر کے ساری قلمرو میں فرمان بھیج دیئے کہ جسے یعقوب کی منظوری حاصل نہ ہو گی وہ سرکاری عامل نہ سمجھا جائے گا۔

یعقوب نے یہ اقتدار پاکر، ساری قلمرو کو اپنی مٹھی میں لے لیا۔ ہر صوبہ کے گورنر۔ قاضی، محصول وصول کرنے والے بڑے افسر محاسب اور کوتوال اپنے آدمی مقرر کیئے۔ مہدی اس کے کسی کام میں دخل نہ دیتا۔ یعقوب جس فرمان پر چاہتا اس سے دستخط لے لیتا، اور جسے چاہتا

سلطنت کا اہتمام کرتا یہ حالت کافی دنوں تک رہی، بادشاہ رات کا زیادہ حصّہ اس کے ساتھ بسر کرتا۔ دونوں ایک دوسرے کو عجیب عجیب قصّے سناتے۔ مہدی اپنی لونڈیوں کی داستانیں کہتا اور یعقوب اپنی باندیوں کے افسانے سناتا۔

اور ان دونوں کی یہ محبت اہلِ دربار اور حوالیوں کے لئے وجہ حسد بن گئی۔ اور ان سب نے مِل کر ایک سازش کی، ان میں سے جو کوئی بادشاہ کے پاس آتا۔ یعقوب کے خلاف بادشاہ کے کان بھرتا۔ خادم، لونڈیاں اور درباری، مہدی کے پاس آتے، اور باتوں باتوں میں یعقوب کے خلاف زہر اُگل جاتے۔ مگر جیسے ہی رات کے وقت یعقوب مہدی کے پاس آتا نہ جانے کیا بات تھی مہدی مسکرا کر اس کا استقبال کرتا۔ اور دونوں بڑی دیر تک باتیں کرتے، جب الگ ہوتے تو مہدی اس سے بہت خوش ہوتا،

یہاں تک کہ خود مہدی کی طرف سے ایک ایسی بات ہو گئی۔ جس کی پاداش میں غریب یعقوب پر عتاب گرا۔ خود یعقوب کا بیان ہے کہ ایک دِن مہدی نے اسے بُلا بھیجا، وہ جب مہدی کے حضور حاضر ہوا، مہدی اپنے محل کے ایک بہت خوبصورت دریچہ میں ایک نہایت عمدہ قالین پر بیٹھا ایک خوش رو باندی سے شغل فرما رہا تھا۔

یعقوب کہتا ہے کہ اس نے آج تک ایسی خوبصورت لونڈی دیکھی نہ تھی۔ اس لونڈی کے حسن و رعنائی نے مہدی کی محفل کو عجیب رونق دے رکھی تھی۔ میں حاضر ہوا۔ اور اس حسنِ جہاں تاب کو دیکھ کر آنکھیں نیچی کر کے مہدی کے قریب بیٹھ گیا۔ مہدی نے پوچھا،

کیوں، آج کا رنگ کچھ پسند آیا۔

یعقوب نے خوب تعریف کی، مہدی اس تعریف سے خوش ہوا، اور اس دریچہ کی ساری چیزیں قالین، مسندیں اور خوبصورت لونڈی اسے بخش دی۔ اور جب وہ اُٹھنے لگا تو اس سے فرمائش کی میری ایک بات مانو گے، یعقوب نے حامی بھر لی تو مہدی نے اُسے کہا، میرے سر پر ہاتھ رکھ کر تین بار قسم کھاؤ کہ میری اس بات کو پورا کرو گے اور دھوکا نہ دو گے۔

یعقوب نے قسم کھائی۔ تو مہدی نے اسے ایک علوی کے قتل کا حکم دیا۔ جو انہی دنوں رصافہ آئے تھے۔ یعقوب اقرار کر کے اُٹھا تو مہدی نے اُسے ایک لاکھ درہم دیئے کہ اس سلسلہ میں کام آئیں گے۔ یعقوب کہتا ہے کہ وہ ایک لاکھ درہم اور سارا ساز و سامان لے کر گھر آیا۔ وہ قتالۂ عالم لونڈی بھی اس کے ساتھ تھی۔ اور اس کے حسن نے اس پر ایسا جادو کر دیا تھا کہ وہ ایک لمحہ کے لئے بھی اس کو خود سے جدا نہ کرتا۔ اپنے کمرہ کے ایک خاص حصہ میں اسے بٹھا کر اس کے سامنے پردہ ڈال دیتا یہیں اس نے اس علوی کو بلایا، اس سے بات چیت کی تو اسے معلوم ہوا یہ علوی بڑا ذہین، بڑا دانا اور بہت نیک ہے، اور اُسے قتل کر کے وہ اپنی عاقبت تباہ کرلے گا۔ اس نے اسے قتل کرنے کا نہ صرف ارادہ ملتوی کر دیا۔ بلکہ وہ رقم جو بادشاہ نے اسے دی تھی، علوی کے سپرد کر کے درخواست کی یہاں سے بھاگ جائیں علوی اس کا شکریہ ادا کر کے نکلے ہی تھے کہ اس لونڈی نے جسے یعقوب جان و دل سے چاہنے لگا تھا، اپنے ایک خادم کے ذریعہ

مہدی کو ساری گفتگو سے اطلاع دے دی، مہدی نے سارے شہر کی ناکہ بندی کرادی۔ اور علوی صاحب کو پکڑ لیا۔

صبح کے وقت حسبِ معمول یعقوب مہدی کے حضور حاضر ہؤا۔ مہدی نے پوچھا کیوں ہمارے حکم کی تعمیل ہوئی۔ یعقوب نے قسم کھا کر کہا، جی ہاں حرف بحرف تعمیل کر چکا ہوں۔ مہدی کی حالت غیر ہو گئی اس نے تالی پیٹی۔ خادم اس علوی اور لونڈی کو لئے حاضر ہو گئے۔ یعقوب مجرم تھا، انہیں دیکھ کر آنکھیں نیچی کر لیں، مہدی نے اسے گالیاں دیں۔ اور حکم دیا۔ قید کر دو یعقوب قید ہؤا تو اس کے ساتھ اس کے گھر والوں پر بھی عتاب ہؤا، اس کی ساری جائیداد ضبط کر لی گئی۔ اور عزیز اولاد۔ بیویاں اور دوسرے متعلقین، نظر بندی کی زندگی گزارنے لگے یعقوب کو کبھی جیل میں رکھا جاتا اور کبھی اندھے کنوئیں میں اُتار دیا جاتا۔ اس کی آنکھیں جاتی رہیں اور جسم میں ہزار بیماریاں پنپنے لگیں۔ ہارون کی تخت نشینی تک کسی نے اسے نہیں پوچھا۔ ہارون تخت نشین ہؤا، تو اسے اس جیل سے رہائی ملی، مگر جب اُسے باہر لایا گیا۔ تو کوئی اسے پہچان نہ سکتا تھا۔ اس کے تمام بال جھڑ چکے تھے، اور آنکھیں دو گہرے غاروں کی صورت اختیار کر چکی تھیں، اسی عالم میں غریب نے جان دے دی ؎

سولھواں باب
رومیوں کے خلاف جہاد

مہدی کی زندگی کا بڑا کارنامہ صرف ایک ہے۔ کہ اس نے ۱۶۵ھ میں اپنے بیٹے ہارون کو ایک لاکھ سپاہی اور بے شمار ساز و سامان اور روپے کے ساتھ روم پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ اور ربیع یحییٰ بن خالد اور خالد برمکی کو اس کے ساتھ روانہ کیا۔

طبری کا بیان ہے کہ آج تک اتنی بڑی اور ایسی مسلح مسلمان فوج روم پر حملہ آور نہ ہوئی تھی۔ یحییٰ، ہارون کے سیکرٹری یا ناظم تھے۔ خود مہدی، ہارون کو رخصت کرنے کے لئے کتنی دور تک ساتھ گیا۔ موسیٰ بن عیسیٰ۔ اور عبد الملک بن صالح، اور کئی دوسرے عباسی شہزادے بھی ہارون کے ساتھ کر دیئے گئے۔

حسن جانا نہ چاہتا تھا۔ کتنی دور سے واپس آیا۔ اور مہدی کے حضور حاضر ہو کر محمد بن عباس کے ذریعے پیغام بھجوایا۔ کہ عالی جاہ نے اپنے

سب سے بڑے معتمد خادم ربیع کو بھی جہاد پر بھیج دیا ہے، اور سب سے بڑے سپہ سالار کو بھی ایسا ہی حکم دیا ہے، مناسب یہ تھا، کہ دونوں میں سے ایک کو بھیجتے اور ایک کو پاس رکھتے۔

محمد نے یہ بات مہدی سے کہہ دی، مہدی نے اسے واپس آجانے کی اجازت دے دی۔ اس کی جگہ اب ربیع نے لے لی۔ جنگی مسائل میں ربیع کا حکم چلتا اور انتظامی مسائل یحییٰ بن خالد کے ماتحت تھے۔

ہارون، رُوم کی سرحد پر پہنچا۔ رُومی سرحدی فوج نے اس کی مدافعت کی۔ مگر وہ ہر قدم پر اسے شکست دیتا۔ اجدہ تک پہنچ گیا، یہاں وہ کچھ دیر رُکا۔ ساجدہ فتح کیا۔ اور چھوٹے چھوٹے دستے آس پاس میں بھیجے۔ اس کی اس یلغار سے سارا رُوم لرز اُٹھا۔ اور جب کچھ دیر بعد اس کی فوج یلغار کرتی۔ خلیج قسطنطنیہ تک پہنچ گئی تو روم کی ملکہ نے اس کے پاس صلح کے لئے سفیر بھیجے۔ صلح کے یہ سفیر —— کئی بار آئے۔ ادھر کے سفیر ادھر گئے۔ اور آخران شرائط پر صلح ہوئی۔

(۱) رومی ملکہ مسلمان بادشاہ کو ہر سال چھ چھ مہینے کے وقفہ پر دو بار نوّے نوّے ہزار دینار خراج دیا کرے گی۔

(۲) واپسی پر مسلمان فوج کی راہ میں بازار لگوائے گی، رسد مہیا کرے گی۔ اور رہنما ساتھ دے گی۔

(۳) یہ معاہدہ تین سال کے لئے کیا گیا۔

یہ معاہدہ کرنے کے بعد ہارون واپس ہوا، طبری کا بیان ہے۔ کہ اس جنگ میں مسلمانوں کو اس قدر مالِ غنیمت ملا کہ گھوڑے کی قیمت صرف ایک درہم ہو گئی مگر اس پر بھی کوئی اسے خریدتا نہ تھا۔ فوجی

سپاہی ایک ایک درہم میں بیس بیس تلواریں بیچ رہے تھے، مگر خریدار نہ ملتا۔

جب وہ مدینۃ السلام پہنچا۔ تو مالِ خمس کا اندازہ کیا گیا۔ خمس میں حکومت کے حصّے چونسٹھ ہزار دینار رومی، ڈھائی ہزار دینار عربی اور تیرہ ہزار رطل نہایت باریک اون آئی۔

مہدی بیٹے کے استقبال کو بڑھا، اور بڑی شان سے اسے محل میں لایا اس کے اعزاز میں بڑے جشن ہوئے، ماؤں نے بلائیں لیں۔ اور لونڈیاں وارے صدقے گئیں۔

ہارون کی کامیابی پر موسٰی الہادی کو بھی رشک ہوا، دوسرے سال وہ بھی جہاد پر روانہ ہوا اور جرجان اور طبرستان کے سرکش سرداروں کو روندتا اور مارتا ہوا اس سال واپس آیا۔ مگر وہ کامیابی نصیب نہ ہوتی جو ہارون کے حصّہ میں آئی تھی۔

سترہواں باب

مہدی کی موت

مہدی شکار کا بہت شوقین تھا، ہر موسم میں شکار پر جاتا۔ حسبِ عادت ۱۶۹ھ میں بھی اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ شکار پر روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ اس کی محبوب ترین لونڈیاں بھی تھیں۔ صبح کو وہ شکار کھیلتا اور شام کو شکار گاہ کے محل میں قیام کرتا۔ گانا سنتا، لونڈیوں سے تفریح کرتا۔ اس طرح کی ایک شام تھی وہ شکار سے واپس آ کر اپنے محل کے دریچہ میں بیٹھا تھا۔ کہ اس کی ایک باندی حسنہ نے ناشپاتیوں کی قاشوں میں زہر بھر کر اپنی ایک رقیب لونڈی کے پاس بھیجیں۔ جو باندی ناشپاتیوں کی قاب اٹھا کر لے جا رہی تھی، وہ بدبخت اس جگہ سے گذری جہاں مہدی بیٹھا تھا۔ باندی کے ہاتھ پر ایک خوبصورت قاب ایک خوبصورت رومال میں ڈھکی دیکھی تو سمجھا کوئی اچھی چیز کہیں جا رہی ہے۔ اس نے باندی کو بلایا۔ اور ناشپاتی کی چند قاشیں اٹھا کر منہ میں ڈالیں۔ جو زہر آلود

میں بھرا گیا تھا۔ بڑا تیز اور مہلک تھا۔ فانوں کو حلق سے اُترے ابھی چند لمحے ہوئے تھے کہ مہدی مچھلی کی طرح تڑپنے لگا حسنہ باندی جس نے اپنی رقیب کے لئے یہ سازش کی تھی سر پیٹتی ہوئی آئی ۔ وہ مہدی کے اوپر گر پڑی ۔ اس نے اپنا گریبان پھاڑ ڈالا ۔ اور بال نوچتی جاتی اور پاگلوں کی طرح چیختی جاتی،

میں تو تمہیں اپنے لئے مخصوص کر لینا چاہتی تھی، بدنصیب یہ نہ جانتی تھی کہ آپ اپنے ہاتھوں سے اپنی دولت لٹا دوں گی۔

مگر احمق تھی، مہدی اب زندہ نہ رہ سکتا تھا ۔ اسی رات انتقال کر گیا۔ اور اپنے پیچھے اس بے وقوف کو چھوڑ گیا کہ ہر صبح و شام روئے ۔ اور دیوانہ وار سر پیٹتی اور بال نوچتی رہے۔

مہدی میں بہت سی خوبیاں تھیں ۔ امام طبری کا بیان ہے کہ مہدی کے ایک مختار نے مسور بن مساور کی زمین پر قبضہ کر لیا۔ مسور دربار آیا اور بادشاہ کے مختار کے خلاف عرضی داخل کر دی ۔ مہدی اپنے چچا عباس بن محمد اور قاضی عافیہ کے ساتھ بیٹھا درخواستیں سن رہا تھا ۔ یہ درخواست پیش ہوئی تو مہدی نے حکم دیا، عرضی گذارنے والے کو پیش کرو ۔ مسور پیش کیا گیا مہدی نے قریب بلایا اور پوچھا تمہارے پاس جو دلائل ہوں ان دونوں حضرات کے سامنے بیان کر دو ۔ اور یہ جو فیصلہ دیں اسے قبول کر لو،

مسور نے قاضی عافیہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا امیر المومنین نے میری فلاں زمین پر جبراً قبضہ کر لیا ہے، قاضی صاحب نے مہدی سے کہا آپ صفائی پیش کیجئے ۔ مہدی نے جواب دیا، صفائی کیا پیش کروں

اس زمین پر آپ کا قبضہ خلافت سے پہلے کا ہے یا بعد کا - مہدی نے جواب دیا خلافت کے بعد کا - قاضی صاحب نے فیصلہ دیا - امیر المومنین مدعی کے حق میں زمین چھوڑ دیں -

مہدی نے قاضی صاحب کا فیصلہ قبول کر لیا ، اور زمین سے دستبرداری لکھ دی - ایک دفعہ مہدی شکار کھیل رہا تھا شکار کھیلتا کھیلتا دور نکل آیا - بھوک لگی - ساتھیوں سے پوچھا کسی کے پاس کچھ کھانے کو ہے کسی کے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا ، سب نے انکار میں سر ہلا دیا ، مگر مہدی کی بھوک برداشت سے باہر ہو گئی ، سامنے ایک جھونپڑی اور کھیت تھے - مہدی اس طرف بڑھا - اور جھونپڑی میں پہنچ کر کسان سے پوچھا -

کیا کچھ کھانے کو ہے -

کسان کے پاس جو کی روٹی - زیتون کا تیل اور گندنا تھا - یہ چیزیں اس نے بادشاہ کے سامنے لا رکھیں - مہدی نے خوب سیر ہو کر کھائیں - جاتی دفعہ کسان کو ساتھ لیا - ڈیرے پر پہنچ کر تین تھیلیاں درہموں سے بھری ہوئی کسان کو دیں اور شکریہ ادا کیا -

عبدالصمد بن علی نے ایک بار مہدی کی شکایت کی ، آپ کے ہاں موالیوں کی بڑی قدر ہے ، آپ کے سارے کام یہی لوگ کرتے ہیں - مجھے ڈر ہے کہ آپ کی اس روش سے خراسانی اور دوسرے فداکار لوگ آپ سے بدظن ہو جائیں -

مہدی نے جواب دیا :-

آپ کا اعتراض صحیح تو ہے - مگر میری حالت یہ ہے کہ رات

کے وقت یہ موالی دربار میں میرے گھٹنے سے گھٹنا لگا کر بیٹھتے ہیں۔ مگر جب میں دربار میں جانے کو اٹھتا ہوں تو یہی لوگ میرے لئے گھوڑا لاتے ہیں۔ اس پر کاٹھی کستے ہیں اور مجھے سوار کراتے ہیں۔ اگر میں ان کی جگہ سرداروں کو اپنی محفل میں بٹھاؤں اور پھر ان سے یہ کام لوں تو یہ لوگ مجھ سے کہہ سکتے ہیں کہ حضرت کیا اس جانثاری کا یہی صلہ ہے جو ہم نے تمہارے خاندان کی خلافت مستحکم کرنے میں دکھائی۔ یہ لوگ اگر یہ بات کہیں تو میں ان کو کیا جواب دے سکتا ہوں۔

ایک بار ایک شخص نے ان کے دربار میں استغاثہ کیا کہ آپ کے باپ نے مجھے گالیاں دی تھیں یا تو آپ اس کا صلہ مجھے دلوائیے، یا اپنے باپ کی غلطی پر مجھ سے معافی مانگیے۔

مہدی نے پوچھا:۔

میرے باپ نے تمہیں کس بنا پر گالیاں دی تھیں۔

اس شخص نے جواب دیا:۔

میں نے ابراہیم بن عبداللہ بن حسن کو برا بھلا کہا تھا، مہدی سُنکر بہت بگڑا، کہنے لگا:۔

ابراہیم ہمارے رشتہ دار تھے، اور میرا باپ تمہارے جیسے آدمی سے اپنے رشتہ دار کو گالی نہیں دلوا سکتے تھے۔

وہ شخص نادم ہو گیا جانے لگا تو مہدی نے کہا ٹھیر جاؤ۔ معلوم ہوتا ہے تم حاجتمند ہو اور تم نے یہ بات محض وسیلہ بنائی۔ اس نے آنکھیں جھکا لیں۔ عرض کیا۔

عالیجاہ بات تو یہی تھی،

مہدی مسکرایا۔ حکم دیا اسے پانچ ہزار درہم دے دو۔
ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ پکڑا ہوا آیا۔ مہدی نے اسے دیکھ کر پوچھا:-
کیا عالیجاہ نبی ہیں۔
وہ شخص بولا:-
جی ہاں نبی ہوں۔
مہدی نے پوچھا:-
تمہیں کن لوگوں کی طرف بھیجا گیا۔
اس شخص نے جواب دیا، آپ مجھے رہا کریں تو ان کے پاس جاؤں، ابھی صبح کو تو میں نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا کہ شام کو آپ کے سپاہی مجھ خاکسار کو پکڑ لائے۔ اور جیل میں بند کر دیا۔
مہدی بے اختیار ہنس پڑا۔ اور ربیع سے کہا اس احمق کو چھوڑ دو مگر کہہ دو آئندہ ایسی حماقت نہ کرے۔
ربیع کا بیان ہے کہ ایک چاندنی رات تھی، مہدی برآمدہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ یہ آیت اس وقت اس کی زبان پر تھی۔ اگر تم کو حکومت ملی۔ تو تم زمین میں لازمی طور پر فساد برپا کرو گے۔ اور اپنے رشتوں کو قطع کرو گے۔ جس وقت وہ یہ آیت پڑھ رہا تھا اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔ اس نے مشکل سے نماز ختم کی۔ ربیع کو حکم دیا، میرے بھائی جعفر کے بیٹے موسیٰ کو بلا لاؤ۔ موسیٰ ربیع کے پاس قید تھا۔ موسیٰ آیا تو مہدی نے، اس سے کہا مجھ سے وعدہ کرو میرے خلاف بغاوت نہیں کرو گے۔ اس نے وعدہ کیا۔ مہدی نے اسے اسی وقت چھوڑ دیا۔

سب سے پہلے نمدے کا فرش مہدی نے استعمال کیا۔ وہ اس کو بچھا کر اس پر سوتا۔ گرمیوں میں اس پر گھاس اور برف جما کر دروازوں پر لٹکا دیتا۔

مہدی نے اپنے زمانہ خلافت میں مدینہ اور مکے کے لوگوں کو اس قدر روپیہ دیا کہ ان میں کوئی فقیر نہ رہا، ایک رات مہدی مسجد نبوی کے قریب عبادت کر رہا تھا کہ ایک عورت اپنے خاندان کی تباہی اور اپنی بدحالی کا شکوہ کرتی سنی گئی۔ مہدی نے اُسے بلایا اور پانچ سو درہم دے کر کہا، اب جاؤ آرام کرو۔ ایک شخص ہشام کو جو صاحب علم تھا، مہدی نے محض ایک حسب مطلب خط لکھنے کے صلہ میں دس ہزار درہم ایک خچر اور کپڑے عنایت کیے۔

ایک دفعہ مہدی منبر پر کھڑے ہو کر تقریر کر رہا تھا اور لوگوں سے کہہ رہا تھا اللہ سے ڈرا کرو۔ ایک شخص نے اسے ٹوک دیا۔

تم خود کیوں خدا سے نہیں ڈرتے۔

سپاہیوں نے اس شخص کو پکڑ لیا اور قریب تھا کہ اسے مار ڈالیں مہدی نے انہیں ڈانٹا، اس آدمی کو قریب بلایا اور کہا حرامزادے تو ہمیں ٹوکتا ہے۔ اس شخص نے کہا کوئی دوسرا گالی دیتا تو ہم اس کے خلاف دعویٰ کر دیتا۔

مہدی نے اس پر طنز کی۔ تم سنبطی معلوم ہوتے ہو۔ اس شخص نے جواب دیا تو ایسے حال میں تم کو اور زیادہ شرم آنی چاہیئے، کہ ایک سنبطی تمہیں خدا سے ڈرنے کی تلقین کرتا ہے۔

مہدی پیچ پیچ شرما گیا۔ اور اس شخص سے کچھ نہیں کہا۔

ایک شاعر کے بارے میں مہدی کے پاس شکایت آئی کہ وہ اپنے

اشعار میں گالیاں دیتا ہے۔ مہدی نے حکم دیا اسے میرے حضور پیش کرو۔ وہ شخص آیا تو اس نے مہدی کے خاندان کی تعریف میں ایک قصیدہ پڑھ دیا، مہدی بہت خوش ہوا اور اسے ستر ہزار درہم انعام دے کر رخصت کیا۔

ایک بار ایک احمق قسم کا شاعر اس کے لئے قصیدہ لکھ کر لایا۔ اس قصیدہ میں ایک شعر کا مفہوم تھا کہ میں تمہیں اس قرابت اور رشتہ داری کا واسطہ دیتا ہوں جو میرے اور تمہارے مابین ہے۔ مہدی نے اسے ٹوک دیا۔ اور حرام زادے کی گالی دے کر پوچھا۔ تمہارے اور میرے درمیان کیا رشتہ ہے، جس کا تم مجھے واسطہ دے رہے ہو۔ وہ شخص شرما گیا، کہنے لگا، حضرت آپ کے جدامجد بھی حضرت آدم تھے اور میرے بھی، اس سے بہتر اور کیا رشتہ ہو سکتا ہے۔ مہدی ہنسا، اور اس شخص کو انعام سے نوازا،

ایک دفعہ مہدی اپنے محل میں آیا وہاں اس کی نظر اپنی ایک عیسائی باندی پر پڑی۔ یہ عیسائی باندی گون پہنے تھی اس کا گلا بہت کھلا تھا۔ اور گلے میں پستانوں کے درمیان سونے کی صلیب لٹک رہی تھی۔ مہدی کو اس کی یہ ادا بہت پسند آئی آگے بڑھ کر ہاتھ بڑھایا اور صلیب اتار لی۔ باندی خوب بگڑی تو مہدی کو وہ اور بھی بھلی لگی۔ شاعر کو بلایا اور کہا اس پر نظم لکھو۔ شاعر نے نظم کہی اور خوب انعام پایا۔ اسی طرح اس نے اپنی ایک لونڈی کے سر پر ایک ایسا تاج دیکھا، جس پر سونے چاندی کا کام بنا تھا۔ مہدی کو یہ تاج بہت بھلا معلوم ہوا، خادموں سے کہا کسی شاعر کو بلاؤ

عبداللہ بن مالک حاضر ہوا - مہدی نے اسی سے فرمائش کی - شعر کہو - وہ تھوڑی دیر بعد اپنے بیٹے کے اتالیق سے کئی شعر کہلوا لایا مہدی بہت خوش ہوا اور چالیس ہزار درہم انعام دیئے -

اور یہ باتیں وہ ہیں جنہیں تاریخ نے ثبت کر لیا ہے - مہدی کی زندگی میں بادشاہوں ایسا تدبر نہیں شہزادوں ایسی بے فکری تھی - اور غالباً اس کا سبب یہ تھا کہ اس نے جب جوانی کی آنکھ کھولی تو باپ کو ایک بڑی سلطنت کے تخت پر بیٹھا دیکھا -

وہ بڑا بے فکرا - شعر نواز - بذلہ سنج - اور خوش وضع تھا - رات کے وقت وہ اکثر اپنے خادموں اور لونڈیوں کی صحبت میں بیٹھتا - لونڈیاں گاتیں اور اس کے ساتھی شراب پیتے - مگر خود اس نے شراب نہیں پی - وہ لوگوں کو شراب پلاتا، اور جب وہ بہک جاتے اور ہکلا ہکلا کر باتیں کرتے تو مہدی لطف لیتا -

اس کے باوجود وہ باپ کی طرح سخت دل نہ تھا - اور نہ اس کا نامۂ اعمال باپ کی طرح مظالم کی سیاہی سے بھرا ہے ؎

ہادی

اٹھارہواں باب

ہادی کی تخت نشینی

ہادی اس وقت جرجان میں تھا، جب مہدی کا انتقال ہوا ۔ ہارون باپ کے ساتھ تھا۔ لوگوں کو ڈر ہوا کہ مہدی کی موت کی خبر پا کر کہیں بغاوت پر آمادہ نہ ہو جائے۔ اس لئے ان لوگوں نے ہارون سے کہا، مہدی کی موت پوشیدہ رکھو اور اس کی نعش کو کسی طرح سے گھوڑے پر سوار کر کے بغداد لے چلو، ہارون نے جواب دیا۔ آپ لوگ ذرا ٹھہریں میں اپنے باپ یحییٰ سے پوچھ لوں۔ ہارون یحییٰ کے پاس آیا ان سے رائے طلب کی۔ انہوں نے اس بات کی مخالفت کی اور مشورہ دیا، عصائے خلافت اور مہر سفیر کے ذریعہ ہادی کو بھیج کر انہیں سارے حالات سے آگاہ کر دو۔ اور فوج کے آدمیوں میں دو دو سو درہم بانٹ دو، اور ان سے کہو بغداد واپس چلے چلیں۔

ہارون نے یہی کیا، فوج میں دو دو سو درہم فی کس تقسیم کر دیئے۔

اور فوج بغداد چلو چیختی ہوئی بغداد کو بھاگی۔ فوج بغداد پہنچی تو اسے مہدی کی موت کا علم ہوا، وہ شرارت پر اتر آئی۔ ربیع بہت ڈرا۔ لوگ اس کے محل میں گھس آئے اور اس کا دروازہ توڑ دیا۔ ربیع خیزران ہارون اور ہادی کی ماں کے پاس بھاگا۔ اور حالت عرض کی۔ دونوں نے مل کر اسی لیے اتنا روپیہ جمع کیا کہ فوج کے ہر سپاہی کو دو دو سال کی پیشگی تنخواہ دے دی۔ پھر کہیں چین ہوا۔

یہ خبر ہادی کو ملی تو اس نے ربیع کو ایک بہت سخت خط لکھا اور دھمکی دی، تمہیں قتل کر دوں گا۔ ربیع بے چارے کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ یحییٰ کے پاس آیا۔ حال بیان کیا۔ یحییٰ نے رائے دی۔ اپنے بیٹے فضل کے ہاتھ زیادہ سے زیادہ جتنے قیمتی تحفے اس وقت تم بھیج سکو ہادی کو بھیج دو، اور بیٹے سے کہو ڈاک سواری پر جائے۔

ہادی کو باپ کی موت کا علم ہوا تو دارالخلافہ کی طرف بڑھا۔ وہ بہت تیز تیز آرہا تھا۔ ہمدان میں ربیع کا بیٹا۔ تحفے لے کر اس کے حضور حاضر ہوا۔ وہ بہت خوش ہوا اور اس کے باپ کے لیے بہت اچھے الفاظ استعمال کیے۔

جب ہادی بغداد کے قریب پہنچا، تو دوسرے سرداروں کے ساتھ ربیع بھی استقبال کو آیا۔ ہادی نے اسے دیکھا تو کچھ ڈانٹ بتائی اس نے عذر بیان کیا، ہادی مسکرایا اور عذر قبول کر کے اسے وزارت عظمیٰ سونپ دی۔

طبری کا بیان ہے کہ ہادی آتے ہی سیدھا اپنی اس لونڈی کے محل کی طرف بھاگا۔ جو اس سے والہانہ عشق کرتی اور اس کے فراق میں شعر

گایا کرتی۔ وہ جب اس کے پاس پہنچا تو وہ بولے وقوف اس وقت بھی فراقیہ شعر گا رہی تھی، ہادی ایک دن اور رات اس کے پاس سے الگ نہیں ہوتا۔

تیسرے دن دربار عام کیا۔ بیعت لی۔ ہارون نے سب سے پہلے بیعت کی پھر دوسرے لوگ درجہ بدرجہ آگے آئے۔

ہادی غریب کی مختصر زندگی میں حضرت حسن کے پوتے حسین بن علی نے سو ساتھیوں کے ساتھ مدینہ میں خروج کیا۔ ہادی کی طرف سے عمر بن عبدالعزیز مدینہ کا حاکم تھا۔ حسین بن علی اور عمر بن عبدالعزیز میں لڑائی ہوئی۔ مدینہ میں کئی دن بدامنی رہی پھر حسین بن علی خود ہی مدینہ سے نکل کر مکہ آ گئے۔ بنو عباس کے خاندان کے بہت سے افراد حج کی نیت سے مکہ آئے تھے۔ ان میں اور حسین بن علی میں مقابلہ ہوا حسین بن علی اپنے سو ساتھیوں کے ساتھ شہید ہوئے اور حسین کا سر کٹ کر ہادی کے سامنے آیا۔ جو لوگ یہ سر لے کر ہادی کے پاس آئے۔ ہادی نے انہیں بہت گالیاں دیں۔ اور ان سب کی جائیدادیں ضبط کر لیں، اور روتی ہوئی آواز میں بولا:-

ظالمو۔ تم میرے پاس اس سر کو اس طرح لائے ہو جیسے یہ کسی بڑے دشمن کا ہو۔ شرم کرو اور خدا کے سامنے توبہ کرو۔

ہادی کی زندگی اگر مختصر نہ ہوتی، اور وہ شرابی نہ ہوتا تو باپ اور دادا سے بہتر ثابت ہوتا۔ شرابی ہونے کے باوجود اس کا ظرف اونچا اور مزاج میں غنا تھی۔

شروع دِنوں میں ایک دِن ہارون اس سے ملنے آیا۔ اور ذرا فاصلے پر بیٹھ گیا، ہادی اسے بہت غور سے دیکھنے لگا۔ اور پھر کہنے لگا۔ مجھے یقین ہے تم اس خواب کی تعبیر میں ہر وقت بے چین رہتے ہو۔ جیسے تمہارے باپ نے دیکھا تھا۔ مگر بچو جی یہ وادی خالہ جی کا باڑہ نہیں ہے۔ یہ دہکتا ہوا جہنم ہے۔

ہارون دوزانو ہو گیا اور کسی ڈر کے بغیر کہنے لگا، مجھے خدا پر بھروسہ ہے کہ یہ خواب سچا ہو گا، میں خلافت پاؤں گا۔ اور اس وقت ان لوگوں کے ساتھ انصاف کروں گا جن پر تم نے ظلم کیا ہے۔ ان سے رشتہ قائم کروں گا جن کو تم نے الگ کر دیا ہے۔ اور تمہاری اولاد کو اپنی اولاد سے زیادہ پیار کروں گا۔ اپنی بیٹیوں کو ان سے بیاہوں گا اور انہیں اپنے سے ہمیشہ قریب رکھوں گا،

ہادی بہت خوش ہوا۔ ہارون سے کہا میرے پاس آ بیٹھو۔ وہ اس کے پاس آیا تو ہادی نے ہارون کے ہاتھ چومے اور حرانی اپنے خزانچی کو حکم دیا۔ ہارون کو ساتھ لے جاؤ۔ دس لاکھ دینار ان کی نذر کرو۔ اور اب جب خراج آئے۔ آدھا انہیں دو۔ اور آدھا خزانہ میں داخل کر دو۔ اور انہیں وہ نوادر دکھاؤ جو ہمیں بنو امیہ کے خاندان سے حاصل ہوئے ہیں اور ان سے کہو جو چیز پسند آئے اسے قبول فرمالیں۔

شروع شروع میں ہارون سے اس کا یہی طرز عمل رہا، مگر چونکہ اس کے مصاحبین میں زیادہ تعداد بے فکروں شعرا اور گویوں کی تھی۔ اس لئے ہارون اس سے دُور ہوتا گیا، اور یہ لوگ اسے ہارون کے بارے

میں بدگمان کرتے گئے۔
ہادی کی شراب نوشی کے سبب۔حکومت کا اکثر کام اس کی ماں خیزران ہی انجام دیتی۔ شروع کے چار مہینے، یہی عمل رہا، خیزران جو چاہتی وہی ہوتا۔ جسے معزول کرتی وہ معزول اور جسے برسرِ اقتدار کرتی وہ وہ برسرِ اقتدار کیا جاتا۔ ہادی کے یارانِ طریقت نے ماں کے اس دخل در معقولات کے خلاف ہادی کو اکسایا ۔ اور ہادی کچھ پریشان سا رہنے لگا۔
طبری کا بیان ہے کہ ہادی کی پریشانی کا سبب ایک یہ بھی ہوا، کہ تمام بڑے سردار اور وزراء ہادی کی بجائے اب خیزران کی ڈیوڑھی پر حاضری دینے لگے اور اپنی ضرورتیں ہادی کی بجائے خیزران سے بیان کرنے۔ ہادی کو یہ بات ناگوار ہوئی کہ لوگ اس کی ماں کے دروازے پر ہر وقت بیٹھے رہیں۔یہی ناگواری کا زمانہ تھا کہ خیزران نے ہادی سے ایک بات کی سفارش کی۔ ہادی نے اسے ماننے سے انکار کر دیا۔اس پر خیزران ذرا ناراض سی ہوئیں کہنے لگیں، میں تمہاری ماں ہوں اور میں نے عبداللہ بن مالک سے اس بات کی تکمیل کا وعدہ کیا ہے ہادی بہت ناراض ہوا ۔ کہنے لگا میں اب تو کبھی بھی اس بات کو ہونے نہ دوں گا۔ ماں بگڑ ہی اٹھی اور کہا میں آئندہ کبھی تم سے کسی بات کی خواہش نہیں کروں گی ۔ ہادی نے غصہ سے جواب دیا مجھے اس کی کوئی پروا نہ ہوگی ۔ ماں اٹھکر جانے لگی تو ہادی نے اسے بٹھالیا اور خوب زور سے ڈانٹتے ہوئے کہا کہ اگر آئندہ کوئی سردار تمہاری ڈیوڑھی پر آیا۔ تو میں اسے قتل کرکے اس کی جائیداد

ضبط کر لوں گا۔ تم عورت ہو، تمہارا کام سلطنت کے کاموں میں دخل دینا نہیں۔ تم چرخہ کاتو، قرآن پڑھو یا کوئی اور کام کرو۔ حکومت کا کام میرے سپرد کر دو۔ کہ میں تمہارے مشورے کے بغیر بھی اسے کر سکتا ہوں۔

اسی قسم کے چند اور سخت جملے بھی ہادی کی زبان سے نکل گئے۔ خیزران غصہ میں بھری اُٹھ کھڑی ہوئی اور پھر ہادی کی زندگی میں اس سے بات نہیں کی۔

اُنیسواں باب

ناپختہ ارمان

بادشاہوں کے حاشیہ نشین اگر اچھے ہوں تو بُرے بادشاہ بھی اچھے بن جاتے ہیں لیکن اگر حاشیہ نشین بُرے ہوں تو اچھا بادشاہ بھی اپنی راہ بھول جاتا ہے۔ ہادی اپنی ذات سے بُرا نہ تھا۔ صرف ایک کمزوری تھی کہ کثرت سے شراب پیتا اور اس کے حاشیہ نشین اس کی مستی کے عالم میں اسے جس راہ پر چاہتے چلا لیتے۔

ہادی کے ان حاشیہ نشینوں نے پہلے اس کی ماں کو اس کی زندگی سے خارج کیا۔ اب بھائی پر توجہ کی۔ اور ہر صبح شام اُٹھتے بیٹھتے۔ ہارون کی مخالفت کرنے اور ہادی کے دل میں اس کی نفرت بٹھانے لگے۔

ان میں سے اکثر نے تو علی الاعلان ہارون کی بیعت توڑ دی۔ اور اس کی جگہ ہادی کے کم عمر بچے جعفر کی بیعت کرلی۔ ابھی اس

سازش کو کامیاب بنانے کے لئے ان لوگوں نے ایک خفیہ انجمن بھی بنائی، جن کے ذمہ لوگوں کو ہارون کے خلاف اکسانے کا کام سونپا گیا۔

مگر یہ سازش بہت جلد ظاہر ہوگئی۔ اور یحییٰ بن خالد کی دانائی نے ان لوگوں کا بھانڈا چوراہے میں پھوڑ دیا۔ سازش ظاہر ہوگئی۔ تو ہادی اور ان سب کو بہت برا لگا۔ اور تو کچھ نہ کر سکے حکم دیا کہ ہارون سے ولیعہدی کی علامات چھین لی جائیں۔ اور آئندہ سے ہارون جب باہر نکلیں تو ان کے آگے بھالا بردار نہ ہوں۔

ہادی خلیفہ تھا سرداروں نے اس کا رنگ دیکھا تو انہوں نے بھی ہارون سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔ اب کوئی ہارون سے نہ ملنے جاتا اور نہ ہارون کو دیکھ کر انہیں سلام کرتا۔

ہارون جب دربار میں آتے تو ہادی کے بعض منہ چڑھے ساتھی ان پر جملے کستے۔ مگر وہ آنکھیں نیچی کئے نکل جاتے۔

ہارون بھی سمجھتے تھے کہ ان کے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا جا رہا ہے مگر زبان سے شکایت نہ کرتے۔ البتہ اس وقت شکایت کی، جب ہادی نے انہیں صاف لفظوں میں خلافت سے الگ ہوجانے کے لئے کہا۔ ہارون ہنستے رہے۔ اور بہت دیر بعد جواب دیا۔ ہم سوچیں گے اور عرض کریں گے۔

جب بھی ہادی نے ان سے یہ بات کہی، یہی جواب پایا۔ ہادی جھنجھلاتا۔ چیخنے لگتا۔ مگر ہارون خاموش رہتے۔ بعض لوگوں نے ہادی سے کہا۔ یہ اس وقت تک راہ پر نہ آئیں گے جب تک یحییٰ

یحییٰ بن خالد انہیں اجازت نہ دے گا۔ یہ حقیقت بھی تھی۔ ہارون ہادی کی باتیں سنکر اور اس کا اور اس کے ساتھیوں کا سلوک دیکھ کر چاہتے اس ذلیل ماحول سے کہیں بھاگ جائیں اور خلافت سے دستبرداری دے دیں۔

ہارون نے ہر بار یحییٰ سے کہا۔ میں اس جھگڑے سے بہت اُکتا گیا ہوں مستعفی ہو جانے کے بعد میں اور میری محبوبہ کہیں اور چلے جائیں گے اور آرام سے زندگی کاٹ دیں گے۔

یحییٰ جواب دیتا ہوش کے ناخن لو۔ تم خلافت سے الگ بھی ہو گئے۔ تو یہ لوگ تمہیں چین سے بیٹھنے نہ دیں گے۔ ہمیشہ کوئی نہ کوئی بہانہ ایذا پہچانے کا تلاش کر لیں گے۔ اور پھر اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ یہ لوگ تمہیں قید نہ کر دیں۔

پچھلے حالات کے پیش نظر اس بات کا امکان بھی تھا۔ ہارون کی سمجھ میں یہ بات آگئی۔ اور اب جب ہادی نے انہیں بلا کر دستبرداری کے لئے کہا۔ تو وہ صاف انکار کر گئے۔

ہادی بہت بگڑا۔ ہارون اُٹھ کر چلے آئے تو لوگوں نے ان سے کہا۔ یہ ہارون نہیں یحییٰ بول رہے تھے۔

یحییٰ بلایا گیا۔ یہ بلاوا خیر کا بلاوا نہ تھا۔ یحییٰ بہت ڈرا اور سمجھا اب جان کی خیر نہیں۔ اس نے اپنے گھر والوں سے آخری بار ملاقات کی۔ وصیتیں لکھوائیں۔ تسلیاں دیں۔ اور کفن پہن کر ہادی کے حضور حاضر ہوا۔

ہادی نے اسے دیکھتے ہی پوچھا، یہ تمہارے متعلق لوگ مجھ سے

کیا باتیں کرتے ہیں۔

یحییٰ نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا۔ عالیجاہ میں تو آپ کا غلام ہوں اور غلام اپنے آقا کی خیر خواہی کے سوا اور کوئی کام نہیں کر سکتا۔ اب ہادی نے صاف زبان استعمال کی۔

تم میرے اور میرے بھائی کے درمیان کیوں آتے ہو، تمہیں اس کا کیا حق ہے۔

یحییٰ نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا۔ عالیجاہ میں بھلا کیا ہوں کہ آپ کے اور آپ کے بھائی کے درمیان آؤں۔ صرف اتنی بات ضرور ہے کہ آپ کے والد بزرگوار نے، مجھ ناچیز کو آپ کے بھائی کا داروغہ اور اتالیق مقرر کیا۔ میں نے ایمانداری سے اس فرض کو نبا ہا، پھر جناب نے باپ کی جگہ لی۔ تو مجھے۔ تو مجھے اس خدمت پر بحال رکھا۔ اور میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔

ہادی کے چہرہ پر اب تک غصہ کے جو آثار تھے وہ کچھ کم ہو گئے یحییٰ نے ان کے چہرے پر دیکھا تو دل کی بات پا گیا۔ اور اب جو ہادی نے پوچھا، تم ہارون خلافت سے علیحدگی پر کیوں آمادہ نہیں ہوتا، تو یحییٰ نے موقعہ کو غنیمت جان کر عرض کیا، عالی جاہ جب آپ خود لوگوں کو بد عہدی اور قسم توڑنے کی ترغیب دیں گے تو پھر عہد اور قسم کی کیا حقیقت رہ جائے گی۔ ایسی حالت میں اگر آپ نے جعفر کی بیعت لے بھی لی۔ اور کسی شخص نے پس پردہ ان لوگوں کو جعفر کے خلاف اکسایا تو یہ لوگ ایک بار بے وفائی اور بد عہدی کر چکے ہوں گے۔ بہت جلد راہ سے ہٹ جائیں گے۔ اس لئے

بہتر یہ ہے کہ آپ ہارون کے مسئلہ کو پہلے ایسا رہنے دیں اور جعفر کی ولیعہدی کی بیعت ہارون کے بعد لے لیں۔ آپ کا مقصد بھی پورا ہو جائے گا، اور آپ بد عہدی سے بھی بچ جائیں گے۔

غالباً اس وقت تک ہادی کا نشہ اتر چکا تھا، اس کی سمجھ میں یہ بات آگئی، اس نے یحییٰ کا ہاتھ پکڑا۔ ایک انگوٹھی اسے دی۔ اور کہنے لگا، تم نے یہ باتیں خلوص کی بنا پر کی ہیں، میں تمہاری قدر کرتا ہوں تم اب جاؤ آرام کرو۔ میں اس مسئلہ پر غور کروں گا۔

یحییٰ زندہ گھر لوٹا تو گھر والوں کو ایسا معلوم ہوا جیسے ہزاروں قیامتیں بن آئے ٹل گئی ہوں۔ مگر ابھی قیامتیں ٹلی نہ تھیں، ابھی ہادی کے یارانِ میکدہ یحییٰ اور ہارون کے پیچھے لگے تھے۔ وہ ہر صبح اور ہر شام نئے نئے افسانے گھڑتے کبھی کہتے ہارون تمہارے خلاف اندر ہی اندر سازش کر رہا ہے۔ وہ جعفر ہی کو نہیں تمہیں بھی برسر اقتدار دیکھ نہیں سکتا، نتیجہ یہ ہوا کہ ہادی ہارون سے سخت ناراض ہو گیا اور یحییٰ کو قید کر کے دھمکی دی اگر تم اور ہارون راہ پر نہ آئے تو تم دونوں کو قتل کر دوں گا۔

قید ہی کے عالم میں یحییٰ نے ہادی کو عرضی بھیجی، میں آپ کو ایک مفید مشورہ دینا چاہتا ہوں، مجھے حاضری کی اجازت دیجئے۔

ہادی نے یحییٰ کو بلا بھیجا۔ یحییٰ اب بے باک ہو گیا تھا۔ ہادی کے پاس آیا۔ تو ہادی نے پوچھا، تم کیا کہنے چاہتے تھے؟ یحییٰ نے جواب دیا، ان سب کو جو آپ کے پاس ہیں یہاں سے رخصت کر دیجئے۔ میں انہیں نہ آپ کا اور نہ اپنا خیر خواہ سمجھتا ہوں، ان کی

موجودگی میں کوئی بات نہیں کروں گا۔

یارانِ میکدہ بگڑے تو بہت مگر ہادی اس وقت اچھے عالم میں تھا۔ حکم دیا سب چلے جائیں۔ تو یحییٰ نے کہا۔ زندگی کا کسے اعتبار خدانخواستہ اگر آپ کو دفعتاً موت کے فرشتے بلانے آجائیں۔ تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ آپ کے بیٹے جعفر کی بیعت کرلیں گے۔ جبکہ جعفر ابھی چند سال کا ہے۔ آپ ذرا غور فرمایئے۔ کہ کیا یہ نابالغ بچہ امام بن سکتا ہے، حج اور جہاد میں لوگوں کی رہنمائی کرسکتا ہے، اور پھر آپ سوچیے کہ اتنے چھوٹے بچے کو اگر خلافت مل گئی۔ تو کیا آپ کے بزرگ چچا اور خاندان کے دوسرے لوگ اسے چین لینے دیں گے۔ یہ کیا آپ آگے نہ آئیں گے اور اس معصوم بچے پر ہزار قیامتیں نازل نہ کریں گے۔ اور پھر مجھے تو یہ ڈر ہے کہ اس طرح خلافت آپ کے باپ کی اولاد سے نکل جائے گی۔

ہادی کی سمجھ میں یہ بات آگئی۔ سر نیچے کئے کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر کہنے لگا، تم نے ہر بات ٹھیک کہی ہے۔ اب تک میرا خیال اس طرف نہیں گیا تھا۔ اگر سچ مچ جیسا کہ تم کہتے ہو، میں فتاً اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں، جس کا امکان ہر وقت ہے تو میرا بچہ میری جگہ نہ لے سکے گا۔

یحییٰ کو جرأت ہوئی کہنے لگا۔

ایسی حالت میں تو آپ کا فرض یہ تھا کہ آپ اپنے بھائی کو اپنا ولیعہد خود بناتے۔ کہ وہ آپ کے خاندان کی حفاظت کرتا۔ چہ جائیکہ اب جبکہ آپ کے باپ نے اسے ولیعہد بنا

رکھا ہے۔ اُسے ولیعہدی سے الگ کر دیں۔

میری درخواست ہے کہ آپ سردست اپنے بھائی کے معاملہ کو نہ چھیڑیں۔ اگر آپ زندہ رہے۔ اور خدا کرے آپ لمبی عمر جئیں۔ تو آپ کا بیٹا جب جوان ہو جائے اور خلافت سنبھالنے کے قابل نظر آئے۔ تو آپ بڑی خوشی سے اسے ہارون پر مقدم کر دیجیئے گا۔ اور میں خود ہارون کو اس بات پر آمادہ کر لوں گا۔

یہ بات قرینِ دانائی بھی ہو گی اور لوگوں کو آپ کے خلاف باتیں بنانے کا موقعہ بھی نہ ملے گا۔

ہادی بہت خوش ہوا۔ یحییٰ کو گلے لگا لیا اور حکم دیا۔ اسے عزت کے ساتھ رہا کر کے، ان کے گھر پہنچا دیا جائے۔

جب یحییٰ باہر نکلا، تو یارانِ میکدہ جلے بھنے بیٹھے تھے وہ جانتے تھے یحییٰ دانائی میں مثال نہیں رکھتا، ہادی سے تنہائی میں ایسی باتیں کرے گا کہ ان کا جادو اُتر جائے گا۔ یحییٰ خوش خوش باہر نکلا۔ اور شاہی خادم ادب سے اس کے آگے پیچھے سر جھکائے چلتے دیکھے، تو ان کے پیٹوں میں حسد کے مروڑ پھر اُٹھنے شروع ہوئے، اس وقت تو وہ ضبط کر گئے۔ مگر دُوسرے موقعوں پر جب ہادی اور ان میں شراب کے دَور چلے۔ اور ساقی عورتیں ناچنے اور گانے لگیں۔ تو اُنہوں نے یحییٰ کے خلاف ہادی کے کان پھر بھرنے شروع کیے۔

وہ تو مکار ہے۔ خالص کُرنی ہے، آپ کو دھوکا دینا چاہتا

ہے، اور اندر ہی اندر سازش کر رہا ہے۔ کہ سارے لوگوں کو آپ کے خلاف کر دے،

اور ان کی ہاں میں ہاں ملانے والی یہ ساقی عورتیں بھی تھیں، جو شراب کے جام اُٹھاتیں اور آنکھوں میں ہزار مستیاں بھر کر ہادی سے کہتیں،

عالیجاہ۔ یہ لوگ ٹھیک کہتے ہیں، ہارون سے آپ کو اور آپ کی اولاد کو بڑا خطرہ ہے۔

اور یہ خطرہ پہلے رائی تھا، اب پہاڑ بنا۔ اور شرابی ہادی اس پہاڑ سے ڈر ڈر کر کانپنے اور لرزنے لگا۔

ہارون کی شامت آگئی۔ ہادی کے جاسوس ہر وقت ان کی تاک میں رہتے۔ ہادی نے کئی بار انہیں بلا کر فحش گالیاں دیں۔ سردار علی الاعلان ان پر فقرے کستے۔ تلواریں میان سے نکال کر قتل کی دھمکیاں دیتے۔

یحییٰ پر بھی عتاب ہوا۔ ان دونوں کا ملنا جلنا بند کر دیا گیا، مگر یحییٰ ہارون سے ملنے سے باز نہ رہا، اور ایک رات یحییٰ نے ہارون کو مشورہ دیا، بھائی سے کہیں دور چلے جائیں، ہارون نے اپنی ایک خادمہ کے ہاتھ ہادی کو درخواست بھیجی اور تاکید کر دی کہ ایسے وقت میں دے جب وہ حرم میں تنہا ہوں۔ یہ درخواست ہادی کو اس عالم میں دی گئی۔ وہ موج میں تھا۔ ہارون کی درخواست منظور کر لی اور اسے اجازت دے دی۔ کہ وہ باہر جا سکتے ہیں۔

ہارون چلے گئے، تو ہادی کے یارانِ میکدہ نے پھر طوفان اُٹھائے

آپ نے یہ کیا کیا۔ انہیں اپنے خلاف سازش کرنے کے لئے تنہا چھوڑ دیا۔ ہادی نے انہیں لکھا۔ واپس آجاؤ۔ مگر وہ ٹالتے رہے۔ اور ہادی کا غصہ بڑھتا رہا،

ادھر خیزران ہادی اور ہارون کی ماں بس گھول رہی تھی، وہ ہادی سے سخت ناراض ہو چکی تھی اور ہارون کو برسر اقتدار دیکھنے کے خواب دیکھ رہی تھی۔ ذرا غصہ ور تھی کبھی کبھی ہادی کو اپنی لونڈیوں کے سامنے بُرا بھلا بھی کہہ دیتی، ان میں ایک لونڈی ہادی کی جاسوس تھی۔ یہ خیزران کی بکواس ہادی سے جا کہتی، اور ہادی جل کر کباب ہو جاتا اور چاہتا خیزران سے چھٹکارا پائے۔ طبری کا بیان ہے۔ کہ ایک روز ہادی نے ماں کے لئے اس کی محبوب غذا میٹھے چاول بھیجے، ماں کو اس قسم کی چیزیں وہ ناراضگی کے باوجود بھیجا کرتا تھا۔ ماں سمجھی یہ چاول بھی حسب عادت آئے ہیں، وہ انہیں کھانے کو تھی کہ اس کی لونڈی خالصہ نے اس سے کہا۔

بی بی، کیا عجب ہے، ان میں کچھ ملا ہو، ان کا امتحان کر لیں۔ امتحان ہوا، ایک کتے کو یہ چاول کھلائے گئے۔ کتا چند منٹ میں زمین پر گرا۔ اور اس کی جلد ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ خیزران نے قسم کھائی۔ میں ہادی سے اس کا بدلہ لوں گی۔

بیان کیا گیا ہے کہ ہادی حدیثۃ الموصل گیا تھا، وہاں بیمار رہا، بیماری بڑھی تو محل میں لوٹا، اور یہیں خیزران نے اس کی لونڈیوں سے سازش کی۔

ہادی نے اپنی بیماری کے دوران میں اپنے ان سرداروں کو اپنے

پاس بلایا۔ جنہوں نے جعفر کے لئے بیعت کی تھی۔ اور ان سے مشورہ کیا۔ اگر میں مر گیا تو کیا ہوگا۔ لوگوں نے رائے دی کہ جب تک یحییٰ موجود ہے آپ کے بیٹے جعفر کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اس لئے آپ ایک حکم یحییٰ کے نام لکھیں۔ اور جو شخص آپ کا یہ حکم لے جائے وہ یحییٰ کو قتل کر دے۔

گر کچھ نے جو زیادہ دانا تھے اعتراض کیا، اگر امیر المومنین اچھے ہو گئے۔ تو پھر یحییٰ کے قتل کا الزام کون اپنے ذمہ لے گا۔ یہ تو ہارون کو صریحاً بغاوت کی دعوت دینا ہے، ہارون یحییٰ کی موت کبھی برداشت نہیں کرے گا اور نہ جانے پھر کیا ہو،

لوگ شرابی تو تھے ڈر گئے؛ اور یہ سازش بچے بغیر ٹوٹ گئی۔

ادھر خیزراں سازش میں لگی تھی۔ اس نے یحییٰ کو بلایا اور حکم دیا اپنا انتظام کر لو۔ یحییٰ نے بہت سے منشی بلائے، ان کو ایک جگہ جمع کر کے تمام گورنروں، قاضیوں اور دوسرے بڑے افسروں کے نام فرمان لکھے۔ ان میں مہدی کی موت اور ہارون کی تخت نشینی کی خبر لکھی۔ اور ان میں سے ہر ایک کو اس کے عہدے پر بحال رکھنے کی اطلاع دی۔

یہ فرمان لکھنے کے بعد ان پر مہریں لگادیں، اور خیزران کو اطلاع دے دی، ہم اپنا کام مکمل کر چکے ہیں۔

خیزران اپنا کام مکمل کرنے کی تیاریاں کر رہی تھی۔ ہادی کی بیماری بہت بڑھ گئی تھی۔ اس نے اس کی چند لونڈیوں کو جواہرات کی تھیلیاں دیں۔ اور ان سے کہا۔ بس اس کے عوض ذرا سا کام چاہتی ہوں۔

ہادی بیماری کے سبب بے ہوش تو رہتے ہیں۔ ایسی کسی بے ہوشی میں فوراً ان کا گلا گھونٹ دو۔

لونڈیوں نے اس خیزران کا اقتدار بھی دیکھا تھا۔ پھر انتقام سے بھی واقف تھیں۔ اور جانتی تھیں کہ اس محل میں وہی رہ سکتی ہیں جو اس سے بیر نہ رکھیں۔ اور پھر ہادی خود موت کی ہچکیاں لے رہا تھا۔ کتنی کتنی دیر تک بے ہوش رہتا۔ لونڈیوں نے موقعہ پایا تو اس کا گلا گھونٹ دیا۔ ہادی بیچارے نے سر کو دو ایک بار جھٹکا، اور سارے ارادے ساری آرزوئیں اور امنگیں ساتھ لے کر چلتا بنا۔

خیزران نے موت کی یہ خبر فوراً یحییٰ کو دی۔ اور یحییٰ کے آدمی ڈاک کے گھوڑوں کو سلطنت کے ہر چہار طرف بجلی کی طرح دوڑاتے نظر آئے۔

خالصہ کہتی ہے۔ کہ ہادی کی موت کی خبر۔ وہ خیزران کے پاس لے کر گئی تھی۔ اور درخواست کی تھی بیٹا مر گیا ہے اسے چل کر دیکھ لو۔ اور خیزران نے کہا تھا، مر گیا ہے تو ہم کیا کریں۔ یہ تو ہوتا چلا آیا ہے۔ ایک خلیفہ مرتا ہے، اس کی جگہ دوسرا لیتا ہے۔ اور پھر میرا ہارون تو اللہ اسے سلامت رکھے زندہ ہے۔

یہ کہہ کر حکم دیا۔ ستو بنا لا، خالصہ ستو لائی، خیزران نے خود بھی پیئے۔ اور اپنے پاس بیٹھی چند عباسی شہزادیوں کو بھی پلائے۔ اب اسے خیال آیا کہیں اس بات کو بتنگڑ بنا کر محل میں نہ پھیلا دیں، خالصہ کی طرف دیکھا اور حکم دیا:۔

یہ سب میری آقازادیاں ہیں، میری سردار ہیں۔ چار لاکھ دینار اندر سے نکال لا، اور ایک ایک لاکھ دینار ان میں سے

ہر ایک کی نذر کر۔

شہزادیاں خوش ہو گئیں۔ ایک ایک لاکھ دینار بے چاریوں نے آج تک دیکھے تک نہ تھے۔ باندیوں کے سروں پر یہ سونے کے ڈھیر لدوا کر اپنے گھروں کو چلیں۔ تو خیزران نے خالصہ سے پوچھا

میرے ہارون کے متعلق کیا خبر ہے۔

خالصہ کو یحییٰ کے آدمی ابھی ابھی اطلاع دے کر گئے تھے کہ ہارون دوپہر کی نماز بغداد میں پڑھیں گے۔ اس نے یہ بات خیزران سے کہہ دی ہے اس نے حکم دیا۔

سواریاں حاضر کراؤ۔

اور پھر خالصہ اور اپنی مخصوص زنانہ فوج کے ساتھ سوار ہو کر خیزران بغداد آئی اور ہارون کو سینہ سے لگایا، منہ چوما۔ کتنی دیر تک روتی رہی۔ شاید ماتا نذر کر گئی تھی اور اسے یاد آ رہا تھا کہ اس نے ہارون کو زندہ رکھنے کے لئے اپنے دوسرے بیٹے کو مروا دیا تھا، مگر یہ بات اس نے زبان سے نہیں کہی، ہارون کی پیشانی بار بار چومتی۔ اسے سینہ سے لگاتی اور بچوں کی طرح روتی۔ اور روتے روتے کہتی:

میرے بچے تو کتنے جتنوں کے بعد زندہ بچا ہے، ہارون اسے ماں کی ماتا پر محمول کرتا، نہیں جانتا تھا ماں نے اس کے بیمار بھائی سے کیا سلوک کیا ہے۔

موت کے وقت ہادی کی عمر ۲۳ یا ۲۶ سال تھی۔ ایک سال دو مہینے حکومت کی۔

ہادی بے فکری میں اپنے باپ سے بھی بازی لے گیا تھا۔ وہ حکومت

کے دنوں میں بھی۔ خود کو محض شہزادہ سمجھتا، اور اپنی خوش رو باندیوں اور یاران طریقت کی محفل میں پہنچکر کتنے کتنے دن حکومت کے کاروبار پر نظر نہ کرتا۔

علی بن صالح کا بیان ہے کہ وہ ابھی بچہ تھا اور ہادی کی خدمت میں مامور تھا۔ ایک دن ہادی کا وزیر حرانی اس کے پاس آیا۔ شکایت کی عالیجاہ تین دن ہو گئے آپ نے لوگوں کی عرضیاں نہیں سنیں۔ اس طرح تو لوگ آپ سے بدظن ہو جائیں گے۔

اُس کو ہادی نے اپنے شرابی سر کو زور کا جھٹکا دیا، اور علی کو حکم دیا جاؤ، دربار عام کے انعقاد کا اعلان کر دو۔ دربار عام لگا، لوگ جوق در جوق آنے اور اپنی عرضیاں پیش کرنے لگے۔ اس دن ہادی نے رات تک عرضیاں سننے کے سوا اور کوئی کام نہیں کیا۔

اور ہادی کا یہ استغراق بھی ایک شرابی کا استغراق تھا۔ یا زیادہ سے زیادہ اسے ایک شاعر کی سی کیفیت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

اس طرح کی ایک اور روایت طبری نے بیان کی ہے۔ کہ ہادی اپنی ماں خیزران کی مزاج پرسی کو جا رہا تھا کہ عمر بن بزیع نے اس کو توجہ دلائی کئی دن ہو گئے، آپ نے لوگوں کی عرضیاں نہیں سُنیں۔

ہادی رُک گیا سواری کا رُخ پھیر کر محل میں آیا۔ دربار عام منعقد کیا اور عرضیاں سننے لگا۔ ہادی کی اس بے فکری اور بے پروائی سے اس کے درباری بہت سہمے سہمے رہتے۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ صبح و شام اس کے ساتھ کیا ہو گا۔

عبداللہ بن مالک مہدی کے باپ کے زمانہ میں کوتوال تھا، مہدی کی

ہادی کے ساتھیوں کی آوارگی اور بے ہودگیوں کی داستانیں پہنچتیں، تو وہ ان کو بلوا کر اپنے اس کوتوال سے پٹوایا کرتا۔ ہادی خلیفہ ہوا۔ تو عبداللہ بن مالک، پر ہزاروں قیامتیں ٹوٹ گریں۔ وہ غریب ڈرا نہ جانے اس کا کیا حشر ہوگا، اس ڈر کے عالم میں ہادی نے اُسے بلا بھیجا، عبداللہ بن مالک کو یقین ہو گیا کہ اب خیر نہیں، دربار میں حاضری کے لئے روانہ ہونے سے پہلے اس نے گھر والوں کو ضروری وصیتیں کیں۔ لین دین کے معاملات سمجھائے۔ اور ان کے گلے لپٹ لپٹ کر رو دیا۔

دربار میں پہنچا تو ہادی پیشانی پر بل ڈالے بیٹھا تھا۔ اس کے آگے ننگی تلوار رکھی تھی۔ عبداللہ بن مالک کے رہے سہے حواس بھی اڑ گئے۔ کانپتا کانپتا کورنش بجالایا۔ ہادی نے منہ بنایا اور گالی دی اور پچھلے دن یاد دلائے۔

عبداللہ ابن مالک سنتا جارہا تھا اور لسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کی موت سامنے کھڑی ہے۔ اور جب موت سامنے آتی ہے تو آدمی موت سے بچنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ عبداللہ بن مالک نے بھی ہاتھ پاؤں مارے، آگے بڑھ کر ہادی کے ہاتھ پاؤں چومے اور عرض کیا۔ عالیجاہ آپ ہی فرمائیں اگر آپ اپنے والد کی جگہ ہوتے، اور آپ مجھے کسی کام پر متعین کرتے، اور اس وقت آپ کا کوئی بیٹا مجھ سے ان کو کہتا کہ آپ کے حکم کو بجا نہ لاؤں اور اس کی خواہش کے مطابق کام کروں تو کیا یہ بددیانتی نہ ہوتی۔ اور میں نے اس وقت جو کچھ کیا۔ اس بددیانتی سے بچنے کے لئے کیا۔ ہادی خوش ہو گیا، خلعت دیا اور پھر سے کوتوال بنا دیا۔

عبداللہ بن مالک دن بھر تو مصروف رہا۔ رات کو گھر آیا اور کھانا کھانے بیٹھا۔ تو آج کے اس سلوک کے باوجود اس کا دل مطمئن نہ تھا اور وہ سوچ رہا تھا۔ اس وقت تو انہوں نے مجھے معاف کر دیا ہے۔ لیکن وہ شرابی ہیں۔

اور ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا۔ کہ اس کے گھر کے دروازے پر بہت زور کا شور ہوا، وہ غریب سر سے لے کر پاؤں تک کانپ گیا۔ کانپتا کانپتا دروازہ پر آیا۔ دروازہ کھولا۔ تو ہادی اپنے مصاحبوں اور پہرہ داروں کے ساتھ دروازہ پر کھڑا تھا، عبداللہ بن ہادی کو دیکھ کر عبداللہ بن مالک پر ایک عجیب اضطرابی کیفیت طاری ہوئی۔ وہ لپک کر آگے بڑھا۔ ہادی کے ہاتھ اور پاؤں چومے اور پھر اس گدھے کے پاؤں پر ماتھا ٹیک دیا جس پر ہادی سوار تھا۔ ہادی اس کے اس اضطراب کو دیکھکر خوب ہنسا، اسے تسلی دی ڈرو نہیں ہم کسی برے ارادے سے تمہارے پاس نہیں آئے۔ ہم تو تمہیں یہ یقین دلانے آتے ہیں کہ ہم شرابی ہونے کے باوجود تمہیں دوست رکھتے ہیں۔ بے تکلفی کے اظہار کے لئے پوچھا تم کیا کھا رہے تھے۔ ہم بھی کھائیں گے۔ عبداللہ بن مالک اسے اندر لے گیا۔ اور جو کچھ کھا رہا تھا۔ وہ ہادی کے سامنے رکھ دیا۔ ہادی نے خوب سیر ہو کر کھایا، اور پھر خادموں سے کہا، ہم عبداللہ بن مالک کے لئے جو تحفہ لائے ہیں اسے پیش کرو۔

چار سو گدھوں کی ایک قطار پیش کی گئی، ان پر درہم لدے تھے، ہادی نے عبداللہ بن مالک کا ہاتھ پکڑ کر اس سے کہا۔

یہ ہم سب تمہارے لئے لائے ہیں۔ ورہم تم سے لو اور گدھے
تمہاری امانت کے طور پر اپنے پاس رکھو۔
ہم ان کا خرچ خود اٹھائیں گے۔ اور جب ضرورت ہو گی ہم
تم ہی سے منگوالیں گے۔
ہادی کی یہ حرکت محض ایک شرابی کی سی حرکت ہے۔ وہ بادشاہ تھا۔
اس کے خزانے دولت سے بھرے تھے۔ اور وہ اس قسم کی حرکتیں کرنے
پر مختار تھا۔ اور کبھی کبھی تو وہ ایسی حرکتیں کرتا۔ جو صرف شرابیوں کی سی
حرکتیں ہوتیں۔ ایک لمبا سا بانس ہاتھ میں لے کر گھوڑے پر سوار ہو جاتا
اور جو رستہ میں ملتا اسے بانس سے ٹھونکے دیتا۔ اور ہنستا ہوا آگے بڑھ
جاتا۔ رعایا کے افراد اس بیہودگی پر فخر کرتے اور جھک جھک کر سلام بجا
لاتے۔ اور بعض دفعہ ایسا ہوتا کہ کوئی اجنبی مل جاتا۔ تو وہ آگے سے بھاگ
جاتا۔ طبری نے اسی طرح کا ایک قصہ لکھا ہے کہ حسن بن عبدالخالق ایک
اجنبی شخص ہادی کے وزیر فضل بن ربیع سے ملنے عیسیٰ باز آ رہا تھا کہ اس
نے ایک دیوہیکل قسم کے آدمی کو بانس ہاتھ میں لئے گھوڑے پر سوار دیکھا
یہ سوار ہر راہ چلتے کو ایک لمبے سے بانس سے ٹھونکے دیتا۔ میں قریب
آیا تو میری طرف بھی بڑھا، میں نے اسے اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر تلوار
کے دستے پر ہاتھ رکھا۔ اس نے بانس اٹھایا اور پوچھا جانتے ہو ہم کون
ہیں۔ ہم امیرالمومنین ہیں۔
بے چارہ حسن بن عبدالخالق کانپ اٹھا اور گھوڑے کو ایڑ لگا کر
بھاگ نکلا۔ ہادی بھی پیچھے پیچھے بھاگا۔ رستہ میں ہارون کے ایک
سردار کا مکان تھا۔ حسن بن عبدالخالق اس میں گھس گیا۔ ہادی کچھ دیر

باہر کھڑا اسے گالیاں دیتا رہا۔ اور پھر آپ ہی آپ کچھ سوچ کر اپنی راہ چلا گیا۔

اس قسم کے بادشاہ. صرف شخصی حکومت ہی میں کھپ سکتے ہیں۔ جمہوریت کے دور میں تو ایسے بادشاہ پاگل خانوں میں بند کر دیئے جاتے ہیں۔ مگر ہادی کو کون بند کر سکتا تھا، اس نے تو بادشاہت ورثے میں پائی تھی۔ اس کے دادا نے تو عوام سے زبردستی انتخاب کا حق چھین لیا تھا۔ اور جن لوگوں نے مخالفت کی تھی. ان کے خون سے تو اس طرح ہولی کھیلی تھی جیسے وہ اندھے بہرے اور لنگڑے لولے تھے۔ طبری نے حضرت امام حسین کا ایک قصہ لکھا ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے ہادی کے دور میں شخصی آزادی کی کیا کیفیت تھی۔

علی بن حسین نے مہدی کی ایک حسین اور جوان بیوہ سے شادی کر لی۔ ہادی کو علم ہوا۔ اس نے علی بن حسین کو اپنے پاس بلایا۔ اور گالی دے کر کہا۔

کیا میرے باپ کی بیوہ کے سوا نہیں کوئی اور عورت نکاح کے لئے نہیں ملی تھی۔

علی حسین کے پوتے تھے۔ جواب دیا۔

شریعت نے صرف محمد رسول اللہ میرے نانا کی بیویوں کے سوا باقی سب عورتیں نکاح کے لئے جائز قرار دی ہیں، تمہارے باپ کی مطلقہ یا بیوہ بیویاں بھی ان حلال عورتوں میں شامل ہیں۔

یہ بڑی جرأت تھی جو علی بن حسین نے کی۔ ہادی نے حکم دیا اسے اس جرأت کی سزا میں پانچ سو کوڑے مارے جائیں۔
علی کو کوڑے پڑے اور وہ بے ہوش ہو گئے۔
ہادی کی مستی بعض دفعہ تو مضحکہ خیز ہو جاتی، ایک دفعہ اس کی ماں خیزران نے اس سے سفارش کی اپنے ماموں کو یمن کا گورنر بنا دو۔ ہادی اس وقت تو چپ ہو گیا۔ مگر رات کے وقت جب وہ شراب پی رہا تھا۔ اس کی ماں کی ایک باندی اس کے پاس ماں کا یہ پیغام پھر لے کر آئی۔ ہادی موج میں تھا، باندی سے کہنے لگا۔ ماں سے جا کر کہو کہ یا تو اپنے بھائی کو یمن کا گورنر بنوا لیں۔ یا اپنی بھانجی کے لئے جو میری بیوی ہیں طلاق پسند فرما لیں۔
ہادی کا مطلب یہ تھا کہ اگر ماموں جان کو آپ گورنر بنوانا چاہتی ہیں تو میں ان کی بیٹی عبیدہ کو طلاق دے دوں گا۔
مگر باندی یہ بات نہ سمجھی۔ خیزران سے جا کر کہہ دیا۔ کہ آپ جو چاہیں پسند کر لیں۔ اس نے کہلوا دیا، میں نے اپنے بھائی کے لئے یمن کی گورنری پسند کر لی۔ ہادی نے عبیدہ کو طلاق دے دی۔ یہ خبر محل میں پہنچی تو سب لوگ رونے پیٹنے لگے۔ اور عبیدہ اور اس کے خاندان کا تو عجیب عالم تھا۔ انہوں نے روتے روتے سارا محل سر پر اٹھا لیا تھا۔ ہادی کو پتہ چلا۔ تو وہ اندر آیا۔ ماں سے کہا۔ اب یہ ماتم کیوں ہے۔ تم نے ہی تو عبیدہ کی طلاق پسند کی تھی۔ خیزراں کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ تو ہادی نے ساری بات کہہ دی۔ یہ حیح مگر ایک ان ہونی سی بات تھی، ہادی کے شرابی دماغ پر بہت برا اثر

پڑا۔ سر جھکائے ہوئے واپس آیا۔ اور اپنے سارے شرابی دوستوں کو جو وہاں موجود تھے۔ حکم دیا۔

تم سب بھی اپنی بیویوں کو طلاق دے دو۔

ان میں اکثر ایسے لوگ تھے جنہیں اپنی بیویوں سے بہت محبت تھی مگر بادشاہ کا حکم ٹالا نہ جا سکتا تھا۔ اور بادشاہ یہ برداشت نہ کر سکتا تھا۔ کہ اس کی بیوی کو طلاق مل جائے اور شرابی دوست یوں ہی خالی رہ جائیں۔

وہ جابر بادشاہ تھا، مگر اس کے کارندے اسے شرابی سمجھ کر کبھی کبھی اس کے ان احکام کو ٹال جاتے جنہیں وہ رات کے وقت دیتا ایک دفعہ اس نے اپنے ایک ساتھی ابن دوب کو رات کے وقت تیس ہزار دینار انعام میں دینے کا حکم دیا۔ ابن داب نے صبح اپنا ایلچی حرانی کے پاس بھیجا حرانی اسے ٹال گیا۔

ایک بار اور ایسا ہوا، اس دفعہ ہادی نے حرانی کو بلا کر خود حکم دیا ابن داب کو چالیس ہزار درہم دے دو۔ حرانی نے اسی وقت سر جھکا لیا۔ مگر صبح جب ابن داب درہم لینے اس کے پاس گیا۔ تو حرانی نے اس سے کہا۔ اگر دس ہزار پر سمجھوتہ کر لو تو دے دیتا ہوں۔ نہیں تو ٹال جاؤں گا۔ مگر شرط یہ ہے کہ کبھی ہادی سے یہ بات ظاہر نہ کرنا۔ ابن داب حرانی کے اقتدار سے آگاہ تھا سمجھوتہ کر لیا اور چالیس ہزار کی بجائے دس ہزار درہم ہی لے گیا۔

ہادی جب شراب پی لیتا، تو خزانوں کے خزانے اُلٹ دیتا اس کی اس سخاوت کے اندازہ کے لئے صرف ایک مثال کافی ہے

ایک رات وہ شراب پی رہا تھا۔ اس کے آس پاس اس کے گویے اور دوسرے ساتھی بیٹھے تھے۔ کہ اس نے ان سب سے فرمائش کی کوئی ایسی چیز سناؤ جو ہمیں پسند آجائے۔ سارے ساتھی ناکام رہے۔ مگر ابراہیم موصلی نے ایسا راگ سنایا جس سے ہادی بے خود ہو گیا اور کہا مانگ کیا مانگتا ہے۔ ابراہیم موصلی نے ایک ایسی چیز مانگی جو ہادی کے بس میں نہ تھی۔ البتہ اپنے خزانچی حرانی کو بلا کر حکم دیا۔

اس حرامزادے کو خزانہ میں لے جاؤ۔ اور اسے کہو جو لینا چاہے وہاں سے لے جائے۔

موصلی کا بیان ہے کہ اس رات وہ سات لاکھ دینار خزانے سے لدوا لایا۔

یہ عطا اور بخشش کی بڑی اچھی مثال ہے۔ مگر اس پر خوش ہونے کے بجائے رونے کو جی چاہتا ہے۔ کہ شخصی دورِ حکومت میں بیت المال کی حالت یہ ہو گئی تھی کہ بادشاہ اسے معمولی گویوں کے سپرد کر دیتا کہ وہ جتنا چاہتے اس میں سے لے جاتے۔ اور وہ لوگ جن کے پیٹ کاٹ کر یہ بیت المال بھرا گیا تھا اس سے محروم رہتے۔

مورخ کا کام یہ نہیں کہ اس قسم کے واقعات پر کوئی تنقید کرے مگر یہاں پہنچ کر ہمارا قلم بے بس ہو جاتا ہے۔ اور تخیل ہزار ہزار چکر کھاتا اس دور کی طرف لپکتا ہے، جب ہادی نہیں عمر فاروق اس بیت المال کے محافظ تھے۔ اور ابو موسیٰ اشعری نے بیت المال میں جھاڑو دیتے وقت ایک درہم یوں ہی اٹھا کر عمر فاروق کے ایک معصوم بچے عبید اللہ کو دے دیا تھا۔ عمر فاروق اس بچے کو راہ میں

مل گئے - انہوں نے یہ درہم دیکھا، پوچھا کہاں سے لائے ہو - بچے
نے کیفیت کہہ دی - عمر روتے ہوئے - ابوموسیٰ اشعری کے پاس
آئے - یہ درہم اسے واپس کر دیا - اور شکایت کی ابوموسیٰ کیا اس درہم
کے لئے تمہیں کوئی اور مستحق بچہ نہ ملا تھا -

اور پھر ایک دن وہ یاد آتا ہے، جب ایک وفد عمر سے ملنے
آیا - عمر مسجد میں نہ تھے تلاش ہوئی تو اونٹوں کو ہانکتے اور انہیں رسیوں
سے باندھتے ملے - لوگوں نے عرض کیا -

آپ امیر المومنین ہیں - یہ کام آپ کا کوئی خادم کر سکتا تھا -

عمر رو پڑے جواب دیا -

یہ اونٹ بیت المال کے ہیں - میں مسلمانوں کی طرف سے ان کا
نگہبان ہوں - اگر کوئی اونٹ گم ہو جائے - یا کسی کو کوئی نقصان
پہنچ جائے تو میں خدا اور مسلمانوں کو کیا جواب دوں گا -

اور وہ نظارہ تو تاریخ کبھی بھول نہیں سکتی، جب عمر مسجد نبوی میں بیٹھے
روغن زیتون کی تقسیم کر رہے تھے - ایک پیمانہ ان کے ہاتھ میں تھا -
وہ سب کو باری باری اس پیمانہ کو بھر بھر کر ان کا حصہ دیتے جاتے
ان کے حصہ میں کچھ تیل آیا - تیل ختم ہو گیا تو انہوں نے یہ پیمانہ پاس رکھ
دیا - عبداللہ ان کے بیٹے پاس بیٹھے ہوئے بچے تھے - انہوں نے اس
پیمانہ کو اٹھا لیا - اس میں ہاتھ ڈال کر پیمانہ کی چار دیواری میں لگا
ہوا تیل سمیٹا اور سر پر مل لیا - عمر نے ان کی یہ حرکت دیکھ کر ان کو
مارا اور گھسیٹتے ہوئے حجام کے پاس لے گئے - اور حجام کو حکم دیا
اس بے ہودے کا سر استرے سے مونڈھ دے اس نے

بیت المال کا وہ تیل اپنے سر میں لگا لیا ہے، جو اس کا حصہ نہ تھا۔

کبھی بیت المال کی یہ حالت تھی اور ہادی کے زمانہ میں اس کا جو عالم تھا اسے تم دیکھ چکے ہو۔ یہ فرق کیوں تھا محض اس لئے کہ، پہلے روز میں محمد کے جو غلام خلافت کی گدی پر تشریف فرما تھے۔ وہ عوام کے نمائندے اور فرض شناس تھے، اور اب شخصی حکومت تھی اور فرض شناسی عنقا تھی۔

ہارون

بیسواں باب

وزارت یحییٰ کے ہاتھ میں

ایک روایت کے مطابق خود یحییٰ بن خالد برمکی ہادی کی موت کی خبر لے کر ہارون کے پاس آیا۔ اس وقت رات کا وقت تھا اور ہارون اپنے بستر پر پڑا سو رہا تھا یحییٰ نے اسے امیرالمومنین کہہ کر خطاب کیا۔ ہارون جھنجھلایا، اعتراض کیا، تمہیں تو ہر وقت میری خلافت ہی کی سوجھتی ہے۔ یحییٰ مسکرایا اور ہادی کی موت کی خبر دی۔ ہارون اُٹھ بیٹھا، یحییٰ اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ تیز رو گھوڑوں پر سوار ہوا اور بغداد کی طرف بڑھا۔ وہ رستہ میں تھا، کہ اس کے ایک جاں نثار سپہ سالار خزیمہ بن خازم کو عجیب بات سوجھی۔ وہ پانچ ہزار سپاہیوں کا دستہ لے کر، جعفر بن ہادی کے محل پر جا چڑھا۔ اور جعفر کو سوتے میں جا پکڑا، اور دھمکی دی یا تو ولیعہدی سے دستبردار ہو جاؤ، یا میں تمہارا کام تمام کئے دیتا ہوں۔ جعفر

کم عمر چھوکرا تھا ڈر گیا اور جب اس کے باپ کے سردار اسے گدی پر بٹھانے کے لئے اس کے محل میں آتے تو خزیمہ نے اسے اُن کے پاس لے جانے کی بجائے محل کی بالکنی میں کھڑا کر دیا، وہیں کھڑے کھڑے جعفر نے کہا، میں اپنے چچا ہارون کے لئے ولیعہدی سے دستبردار ہوتا ہوں ۔ آپ لوگوں پر میری بیعت کی ذمہ داری باقی نہیں رہی، سردار محض اتمام محبت کے لئے آتے تھے ۔ جھک جھک کر سلام کرتے لوٹ گئے ۔

ہارون آن پہنچا، دربار عام کیا ۔ اور سب لوگوں سے بیعت لی۔ ان بیعت کرنے والوں میں بہت سے ایسے بھی تھے، جو ہادی کی زندگی میں اس کے بیٹے جعفر کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے ۔ ان میں سے دو ایک کو تو ہارون نے مروا دیا ۔ باقی کو معافی دے دی ۔

یحییٰ بن خالد نے، ہارون کے لئے جو سختیاں اور مصیبتیں سہی تھیں ان کی بنا پر ہارون اس سے بہت خوش تھا ۔ بھرے دربار میں اس نے اسے وزارتِ عظمیٰ کا منصب عطا کیا اور ساری قلمرو کا نظم و نسق اس کے سپرد کر کے خود محض نگران کی حیثیت اختیار کر لی ۔ اور نگرانی بھی محض برائے نام تھی ۔ یحییٰ ۔ آپ تمام فرمان جاری کرتا ۔ البتہ خیزران کو خوش رکھنے کے لئے بعض ضروری مسائل میں اس سے مشورہ لے لیتا ۔

ہارون محض تخت پر بیٹھا تھا ۔ حکومت کا اصل کام ان دونوں نے اپنے ذمہ لے لیا تھا ۔ خیزران اور یحییٰ کا اقتدار اس وقت بہت بڑھ گیا تھا، سارے سردار اور اُمرا ان کی خوشی کو مقدم رکھتے

اور بڑے بڑے تحفے اور نذریں گذارتے۔ اور حق یہ ہے کہ یحییٰ نے ساری مملکت کی عجیب کایا پلٹ کی۔ ظلم اور زیادتی کو مٹایا۔ سڑکیں تعمیر کیں۔ سرائیں بنوائیں۔ کنوئیں کھدوائے۔ اور نہروں کا ایک جال ہر طرف پھیلا دیا۔

یحییٰ کو اختیار سونپ کر خود ہارون حج کو چلا گیا۔ وہاں پہنچ کر مدینہ اور مکہ کے لوگوں میں لاکھوں دینار تقسیم کیے۔

ایک دوسری روایت کے مطابق اس نے اس سال جہاد بھی کیا۔ مدینۃ السلام کے بارہ میں ہارون کی رائے کچھ اچھی نہ تھی۔ تخت نشینی کے دوسرے سال مرج القلعہ گیا۔ اس کا خیال تھا اسے اپنا دارالحکومت بنائے۔ مگر وہاں جاکر وہ بیمار ہو گیا اور پھر مدینۃ السلام آ گیا۔

تخت نشینی کے تیسرے سال محمد بن سلیمان کا انتقال ہوا۔ یہ بصرہ کا گورنر تھا۔ اس کی موت کی خبر پاتے ہی ہارون نے اس کی تمام جائیداد اور املاک پر قبضہ کر لیا۔ قیمتی جواہرات اور سونے چاندی کے علاوہ چھ کروڑ درہم بھی ہاتھ آئے۔ ہارون نے یہ سارے درہم اپنے مصاحبوں اور ندیموں میں بانٹ دیئے۔

اب تک خیزران حکومت کے سارے کاروبار کی نگرانی کر رہی تھی۔ ہادی کی طرح ہارون ماں کے اس اقتدار کو برا نہ سمجھتا۔ بلکہ بعض دفعہ تو وہ ماں کی خاطر اپنے دل کی آرزوئیں اور خواہشیں نامکمل چھوڑ دیتا۔ اس بات کا علم اس وقت ہوا۔ جب تین سال بعد خیزران کا انتقال ہوا۔ اور ہارون نے فضل بن ربیع کو خلافت کی مہر دی۔ یہ مہر دیتے وقت اس نے فضل سے معذرت کی، میں نے کئی بار تمہیں اس عہدے

کے لئے چنا۔ مگر ہر بار میری ماں نے میری درخواست رد کر دی

خیزران کی موت کے بعد بھی یحییٰ ابن خالد ہی حکومت کے سارے کاروبار کو سنبھالتا۔ البتہ اب ذرا اتنی تبدیلی ہو گئی کہ پہلے وہ اہم مسائل میں خیزران سے مشورے لیتا اور اب ہارون سے لینے لگا۔

یحییٰ کے ساتھ ان کے دو بیٹوں جعفر اور فضل کا اقتدار بھی بہت بڑھ گیا تھا۔ فضل نے تو ہارون کے ساتھ اس کی ماں کا دودھ پیا تھا۔ اس لئے دونوں میں بڑی محبت اور بڑا لگاؤ تھا، اور اسی لگاؤ کی بنا پر، جب یحییٰ بن عبداللہ بن حسن نے دیلم میں خروج کیا۔ تو ہارون نے فضل کو پچاس ہزار سپاہ کے ساتھ دیلم بھیجا۔ خراسان کے خزانے اس کے ساتھ کر دیئے۔ فضل کی حالت یہ تھی کہ جو شعرا اس کے حضور حاضر ہو کر اس کے قصیدے گاتے۔ انہیں لاکھوں درہم یا دینار بخش دیتا۔ اس کی عطا اور بخشش کے سبب بہت سے شعرا اس کے حضور حاضر رہتے۔

ہارون نے اسے اتنے وسیع اختیارات دے رکھے تھے کہ وہ جو چاہتا کر سکتا۔ وہ جس وقت سفر پر روانہ ہوا۔ ہارون نے طبرستان۔ جرجان۔ جبال۔ قومس۔ دنباوند۔ رے اور رویان کی حکومت بھی اسے سونپ دی۔ فضل نے ان سب جگہوں پر اپنے نائب مقرر کر دیئے اور خود بڑی تیزی سے قدم بڑھاتا۔ طالقان رے آیا اور وہاں کے ایک شاداب اور خوبصورت گاؤں اشب میں ڈیرے ڈال دیئے۔

سردی کے دن تھے، برف باری ہو رہی تھی ایسے حال میں پیشقدمی آسان نہ تھی، فضل نے پیشقدمی کی بجائے سفیروں سے کام لیا۔ یحییٰ

کو محبت بھرے خط لکھے۔ نیز دیلم کے نواب کو ایک کروڑ درہم بھجوائے کہ وہ یحییٰ کو سمجھا بجھا کر فضل کے پاس بھیجدے۔

کچھ اس نواب نے یحییٰ پر زور ڈالا، کچھ اس کے محبت بھرے خطوط نے اثر کیا۔ اور یحییٰ نے درخواست کی۔ مجھے ہارون اگر وعدہ امان لکھ بھیجے تو میں آپ کے پاس حاضر ہو جاؤں گا۔ فضل نے ہارون کو حالات لکھ کر سفارش کی کہ یحییٰ کو امان لکھ بھیجے۔ ہارون بہت خوش ہوا کہ فضل نے لڑے بھڑے بغیر اتنا بڑا کام کر لیا ہے۔ اس نے وعدہ امان لکھا۔ اس پر اپنے دربار کے بہت سے مشہور علما اور فقہا کے دستخط ثبت کرائے۔ اور بے شمار قیمتی تحائف ساتھ کیے۔ فضل کی جگہ اگر کوئی اور ہوتا۔ تو شاید ان بیش قیمت تحائف یا بے اندازہ روپے میں سے کچھ اپنے پاس رکھ لیتا۔ مگر فضل بہت بے نیاز اور غنی تھا۔ اس نے یہ ساری چیزیں اور روپیہ یحییٰ کے پاس بھیج دیا۔ یحییٰ فضل کے پاس آ گیا اور فضل اسے ساتھ لے کر ہارون کے پاس پہنچا۔ ہارون نے یحییٰ کی بڑی خاطر تواضع کی۔ بہت سا روپیہ سواریاں اور عمدہ مکان رہنے کو عطا کیا۔ اور اپنے سرداروں کو حکم دیا۔ اس کے پاس آیا جایا کریں۔

فضل کے اس کارنامے کے سبب ہارون کے دل میں اس کی محبت اور بڑھ گئی اور ہارون نے اس کے دائرہ اختیار کو اور وسیع کر دیا۔ اس واقعہ کی خوشی میں ایک شاعر نے فضل کی خدمت میں ایک قصیدہ پڑھا۔ فضل نے ایک لاکھ درہم اسے عطا کیے۔

ہارون میں اپنے خاندان کے دوسرے فرمانرواؤں کی طرح ایک بڑا عیب تھا۔ کہ وہ آج کسی سے اتنا خوش ہوا کہ اسے سینہ پر بٹھا بیٹھا۔ اور صبح اسی

شخص کو پھانسی کے تختہ پر لٹکا دیا۔ یحییٰ جب آیا تو ایسا معلوم ہوتا تھا
ہارون اس کے شاگرد پیشوں میں سے ایک ہے۔ لیکن ہولے ہولے۔
اس نے اسے قید کر کے اس پر سختیاں شروع کیں اور یہ بات بھول گیا
کہ اسے وعدۂ امان دے چکا ہے۔ اور پھر جب اس کی غلط فہمی دور ہو
گئی۔ تو اسے نہ صرف رہائی بخشی بلکہ ایک لاکھ دینار بھی دیئے۔ طبری
کے بیان کے مطابق بے چارا یحییٰ تین دفعہ گرفتار ہوا اور چار لاکھ دینار
عوض میں پائے۔ اور یہ دینار اس کے کسی کام نہ آئے، اور ایک مہینہ
کے اندر اندر ہارون کے تلون کا شکار ہوا، اور موت کی گود میں جا سویا
مگر فضل کا اعزاز ابھی بڑھتا جا رہا تھا، ابھی اس کا ستارہ اوج
پر تھا۔ ان علاقوں کے علاوہ جن کی حکومت اسے پہلے ملی تھی۔ اسے
خراسان اور سجستان کے ملک بھی دے دیئے گئے۔ اور اس کی شوکت
اس قدر بڑھ گئی کہ لوگ اسے دوسرا ہارون سمجھتے۔ اسے بھی اپنے
اوپر بڑا فخر تھا۔ وہ کہا کرتا میں اور ہارون دونوں دودھ شریک بھائی
ہیں، وہ بڑی ہی شان سے خراسان آیا، اور وہاں کی حکومت میں جو خرابیاں
پیدا ہو چلی تھیں وہ دور کر دیں اور ہر چیز قرینے سے اس طرح سجا
دی جیسے عقلمند آدمی دوکان سجاتا ہے۔ فضل پہلا والئیِ ہے۔
جس نے خراسان، سجستان، طبرستان۔ رے۔ جبال اور ان کے
آس پاس کے علاقوں میں صحیح امن قائم کیا۔ سڑکیں بنوائیں۔ مسجدیں
تعمیر کیں اور شہر آباد کیے۔

اس کے حسنِ انتظام، رعب داب، اور تدبر کا شہرہ دور دور پھیل
نکلا، اور پہاڑوں میں رہنے والے وہ سردار جو کبھی کبھی سر اٹھا لیتے

آپ ہی آپ اس کے حضور حاضر ہونے لگے۔

فضل نے اپنی حکومت کو ترقی دینے کے لئے خراسانیوں اور سجستانیوں کی ایک فوج تیار کی۔ ان میں ان لوگوں کے سوا اور کوئی بھرتی نہیں کیا گیا۔ اور ان لوگوں کو اختیار دے دیا گیا کہ جسے چاہیں اپنا سردار بنالیں۔ اس نے فوج میں یہ طریقہ انتخاب پہلی دفعہ رائج کیا۔ اور اس کا اثر یہ ہوا۔ کہ یہ لوگ اس سے بہت خوش تھے، وہ سمجھتے یہ اُن کی اپنی فوج ہے، وہ جوق در جوق اس میں شامل ہوتے اس فوج کی تعداد پانچ لاکھ تک پہنچ گئی۔ خراسان کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ اتنی بڑی فوج مرتب کی گئی۔ فضل نے ہر گروہ کے دستے الگ الگ مقرر کئے۔ ان میں سے سب سے بہتر اور سب سے محبوب آدمی کو قائد بنا دیا۔ ان کے علاقوں کے ناموں پر ان کے دستوں کے نام رکھے۔ اور ہر ایک کی معاش۔ ان کے قدرتی حالات کی بنا پر اس قدر مقرر کی کہ ان کو شکایت کا موقعہ نہ ملے۔ اس فوج کا قیام گویا اعلان تھا اس بات کا۔ کہ اب کوئی حکومت عباسی سلطنت کے کسی حصّہ کو بری نظر سے نہیں دیکھ سکتی۔ فضل کے اختیارات کی وسعت اور اس کی بخشش کا اندازہ اس بات سے بھی کیا جا سکتا ہے۔ کہ ابراہیم بن جبرائیل نے جو سجستان کا گورنر تھا۔ جب ایک سال کی آمدنی اس کو بھیجی۔ تو اس نے وہ ساری آمدنی اسے عطا کر دی۔ اور پانچ لاکھ درہم اپنے پاس سے اور دیئے۔ یہی ابراہیم کابل پر حملہ آور ہوا اور رعایت کروڑ درہم غنیمت میں اور چار کروڑ درہم خراج میں وصول کئے۔ اس وقت فضل بغداد آ چکا تھا۔ ابراہیم اپنی کارگزاری پر خوش خوش اس کے

پیچھے وہاں آیا - ایک محل تعمیر کیا - اور فضل سے درخواست کی کہ میرے ہاں قدم رنجہ فرمائیں - اور میری عزت افزائی کریں۔ فضل اس کے ہاں آیا۔ تو اس نے سونے چاندی کے بے شمار برتن اور بہت سی دوسری قیمتی چیزیں اس کی نذر کیں۔ فضل نے ان میں سے کوئی چیز بھی قبول نہیں کی - صرف ایک کوڑہ لے لیا کہ دل شکنی نہ ہو، وہ جب جانے لگا - تو ابراہیم نے خراج کے چار کروڑ درہم اس کے حضور پیش کیے۔ فضل مسکرایا کہنے لگا۔

کیا ان کے لئے تمہارے گھر میں جگہ نہیں ہے۔

یہ سرکاری روپیہ تھا - ابراہیم نے دوبارہ اس طرف توجہ دلائی - مگر فضل موج میں تھا، پھر یہی جواب دیا - اور لوٹ گیا۔ اس کی بخشش کی ایک مثال اس وقت ہمارے سامنے آتی ہے، جب وہ خراسان سے بغداد واپس آیا ہے - ہارون سارے بنوہاشم اور دوسرے سرداروں کو ساتھ لے کر اس کے استقبال کو بڑھا۔ فضل اور وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر، ایک دوسرے سے گلے ملے، تمام بنوہاشم اور سرداران اسلام کے لئے حاضر ہوئے - اور فضل نے ان میں سے ہر ایک کو دس دس اور پانچ پانچ لاکھ درہم صلہ میں دیئے۔

اتنا بڑا عروج جو فضل کو ہارون کے دربار میں حاصل ہوا کسی دوسرے کے حصہ میں نہیں آیا۔ شعرا، اور علما ہر وقت اس کے حضور حاضر رہتے اور وہ ان کو اسی طرح انعامات عطا کرتا جیسے اس وسیع قلمرو کا وہی فرمانروا ہے -

فضل کی طرح اس کے بھائی۔ جعفر کا ستارہ اقبال بھی اوج پر تھا

فضل میں سپاہیانہ اوصاف تھے تو جعفر مجلسی مسائل میں بہت آگے تھا۔ اور ہارون کو اس سے اس درجہ لگاؤ تھا کہ وہ اس کی جدائی برداشت نہ کر سکتا۔ خود اس جعفر کو بھی ہارون سے بہت محبت تھی۔ جب یہ شام کا گورنر بنایا گیا ہے، تو ہارون اس کی جدائی برداشت نہیں کر سکا۔ اسے شام سے بلا لیا اور وہ وقت قابل دید تھا، جب یہ دونوں ایک دوسرے سے ملے ہیں، جعفر نے عجیب شاعرانہ انداز سے اپنی فرقت کی داستان ہارون سے کہی، ہارون مسکرایا اور اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔ خود ہمارا بھی یہی حال تھا ہارون کو اپنی زندگی میں تین شخصیتیں بہت عزیز تھیں، ایک زبیدہ اس کی پہلی بیوی، دوسری اس کی بہن عباسہ، اور تیسرا یہ جعفر۔ عباسہ بڑی بذلہ سنج اور بڑی ذہین خاتون تھی، طبری کا بیان ہے کہ ہارون کے خلوت کے اوقات میں سوائے ان لمحات کے جنہیں وہ اپنی بیویوں اور لونڈیوں میں بسر کرتا، جعفر اور عباسہ اس کے ساتھ رہتے۔ وہ دونوں بھی اس کے ساتھ شراب پیتے اور چونکہ مذہب کی رُو سے یہ دونوں نامحرم تھے۔ اس لئے ہارون نے ایک شرعی حیلہ اختیار کیا۔ عباسہ اور جعفر کا نکاح کر دیا۔ مگر یہ شرط لگا دی کہ دونوں ایک دوسرے سے میاں بیوی کے تعلقات قائم نہ کریں، اس طرح تینوں ایک ساتھ بیٹھ کر بڑی رات گئے تک شراب پیتے اور جب تینوں کے حواس ان کا ساتھ چھوڑ دیتے تو ہارون اٹھ کر جھومتا جھامتا اندر زنانہ میں چلا جاتا۔ عباسہ اور جعفر تنہا رہ جاتے۔ دونوں جوان تھے، جوانی دیوانی ہوتی ہے اور پھر شرابی جوانی تو نہ عواقب کو دیکھتی ہے اور نہ نتائج

کو۔ اس کے سوا یہ تو وہ ہارون کا جبر تھا، جب اس نے ان دونوں کو ایک دوسرے سے بیاہ دیا تھا۔ تو انہیں عملاً میاں بیوی بننے سے کیوں روکا۔

بہرحال وقت گذرتا رہا، ہارون اپنی محبت میں جو اسے جعفر اور عباسہ سے تھی اندھا رہا۔ اور اس نے کبھی ان دونوں کے چہروں پر سے ان کے دلوں کے جذبات نہ پڑھے۔ جیسے ہی ہارون اٹھ جاتا۔ وہ دونوں مرد اور عورت بن جاتے، عباسہ حاملہ ہو گئی اور جب وضع حمل کے دن قریب تھے وہ بیمار بن گئی۔ پیٹ کی بیماری تجویز ہوئی شاہی طبیب کو بڑی سے بڑی رشوت دے کر راز چھپایا گیا۔ وضع حمل کے بعد بچہ چند معتمد لونڈیوں کے سپرد کر کے مکہ بھیج دیا گیا۔ کہ وہاں پرورش پاتے۔

ہارون کو کچھ علم نہ تھا۔ وہ اب تک یہی سمجھتا۔ دونوں محض اس کے حکم کی تعمیل میں اس کے پاس آتے ہیں۔

طبری اور نہ کسی دوسرے مورخ نے اس بات کی وضاحت کی ہے۔ کہ عباسہ اور جعفر کا تعلق کب تک رہا۔ یہ ایک راز سا تھا، جو جعفر عباسہ ہارون اور چند خادموں اور باندیوں تک محدود تھا۔

خیال غالب ہے۔ کہ عباسہ کے ہاں بچہ اس وقت پیدا ہوا جب جعفر اور ہارون کے مابین ایک غلط فہمی پیدا ہو گئی، کہا جاتا ہے۔ کہ امام یحییٰ بن عبداللہ بن حسن جعفر کی تحویل میں دے دیئے گئے تھے اس قید میں ان کی صحت بہت بگڑ گئی تھی۔ ایک بار جعفر نے انہیں بلا بھیجا۔ وہ آئے تو ان کی حالت بہت تباہ تھی، جعفر کو ان پر بہت

رحم آیا - اس نے ان سے ہمدردی سی کی - تو یحییٰ پھوٹ پڑے کہنے لگے:-

اگر میری جان چلی گئی تو تم خدا کے ہاں کیا جواب دو گے - کہ تم نے مجھے بغیر کسی جرم مار ڈالا ہے -

جعفر بہت متاثر ہوا - انہیں رہا کر کے اپنے چند خاص آدمیوں کے ساتھ کسی ایسی جگہ بھیج دیا جہاں ان پر سرکاری آدمی قابو نہ پاسکیں -

یہ خبر کسی نہ کسی طرح فضل بن ربیع کو ہو گئی - اس نے تحقیقات کی تو یہ بات صحیح نکلی، اس نے ہارون سے شکایت کی، ہارون نے اس وقت تو اسے ٹال دیا، مگر اس کے دل میں ایک گرہ سی بیٹھ گئی - دوپہر کے وقت حسب معمول جعفر آیا، دونوں ایک ساتھ دسترخوان پر بیٹھے ایک ساتھ کھانا کھایا - آج ہارون نے اس کے منہ میں کئی لقمے اپنے ہاتھ سے ڈالے، کھانا کھا چکے اور ادھر ادھر کی باتیں ہونے لگیں تو ہارون نے یحییٰ کا ذکر چھیڑا، پوچھا وہ کس حال میں ہے جعفر نے جواب دیا - وہ قید میں پڑا ہے - اس کے پاؤں میں وزنی بیڑیاں ہیں، ہارون نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سر پر رکھا اور پوچھا، میرے سر کی قسم کھا کر کہو اب وہ کیسا ہے اور کس حال میں ہے - جعفر عقلمند آدمی تھا، بات کی تہ پا گیا - اور آنکھیں نیچے کر کے کہنے لگا:-

اگر آپ سچ پوچھتے ہیں تو میں نے اسے رہا کر دیا ہے، مجھے اسکی طرف سے اب کوئی اندیشہ نہیں رہا تھا، اس کی صحت اتنی بگڑ چکی تھی کہ وہ آپ کے خلاف اٹھ نہ سکتا تھا،

ہارون سنکر چپ ہو گیا، مگر اس کے دل میں جعفر کی طرف سے بدگمانی

پیدا ہو گئی - اور اب وہ جعفر سے ویسی محبت نہ کرتا جیسی اسے پہلے تھی۔ جعفر کے ساتھ اسے اس کے باپ یحییٰ سے بھی بدگمانی پیدا ہو گئی، وہ سمجھا، شاید یہ بوڑھا بھی اپنے بیٹے کے ساتھ اس سازش میں شریک تھا۔ یحییٰ کے بارہ میں حکم تھا - کہ وہ جب چاہے دربار یا محل میں آسکتا ہے - اسے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے - اس واقعہ کے بعد ایک بار یحییٰ ہارون کی خلوت میں بغیر اجازت آن پہنچا - تو ہارون نے بہت برا مانا، اور اپنے حکیم جبرائیل سے کہا - ہماری حالت بھی کتنی افسوس کے قابل ہے کہ لوگ ہمارے پاس آتے ہیں مگر اجازت نہیں لیتے یحییٰ نے اس جملہ سے اس کی ناراضگی پا لی - اور عرض کیا - عالیجاہ - اگر آپ کا اشارہ میری طرف ہے تو مجھے آپ کے حضور حاضری کا شرف اس وقت بھی حاصل رہا ہے - جب آپ بستر میں ننگے پڑے ہوتے - اور یہ بے تکلفی آپ کی مرضی سے مجھے حاصل رہی اور اب اگر آپ بے تکلفی کو برا سمجھنے لگے ہیں تو میں اس بات کے لئے بھی تیار ہوں، کہ دوسرے اور تیسرے درجہ کے افسروں کی طرح دربار میں آؤں -

ہارون کو اس جواب پر بڑی ندامت ہوئی، اس نے یحییٰ سے معذرت کی - مگر جعفر کا مسئلہ الجھتا جا رہا تھا، عباسہ اور جعفر کے بارے میں ایک بگڑی ہوئی لونڈی نے ہارون کو ان دونوں سے متعلق بدظن کر دیا - ان کا راز اس سے کہہ دیا - اور یہ بھی بتا دیا کہ ان دونوں کا بچہ مکہ میں پرورش پا رہا ہے - ہارون نے یہ بات سنی، تو اس لونڈی کو نظر بند کر دیا - مگر اندرونی طور پر اپنے خاص آدمی مکہ بھیج دیئے -

اس دوران میں جعفر دربار میں حسبِ معمول حاضری تو دیتا مگر ہارون اس سے پہلے جیسی محبت نہ کرتا ۔ جعفر بھی سمجھتا ۔ وہ اور عباسہ جب ایک دوسرے سے ملتے تو رو رو کر انجام کا ذکر کرتے ، مگر چند دن بعد یہ ملاقات بھی بند ہو گئی ۔

جو لوگ جعفر، فضل اور یحییٰ کے اقتدار سے جلتے تھے ، ان کو موقعہ مل گیا ۔ اُنھوں نے ہارون کے خوب کان بھرے ، جعفر نے بیس لاکھ درہم لگا کر ایک محل بنایا تھا ، جو اپنی شان و شوکت کے اعتبار سے شاہی محلات سے بازی لے گیا تھا ۔ ہارون جعفر کے اس محل میں کئی بار آیا اور اس کے مذاق کی خوب خوب تعریف کی ۔ اب یہی محل شکایت کا موضوع بنا اور لوگ ہارون کو اس کے بارے میں اُکسانے لگے ۔ اور ہارون یہ بھول گیا کہ اس خاندان نے اس پر کتنے احسانات کئے ہیں یحییٰ نے نہ صرف اسے تعلیم دی ۔ تربیت کی ، بلکہ ہادی کے مقابلہ میں اس کی سرپرستی کی ۔ اس کی ڈھال بنا رہا ۔ اگر یحییٰ نہ ہوتا ، تو ہارون ہادی کی چالبازیوں سے کبھی بچ نہ سکتا ، اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ ہارون نے یحییٰ کو بہت اونچا منصب دیا ، وزارتِ عظمیٰ کے اختیارات بخشے ۔ اس کے بیٹوں کو شہزادوں جیسی خود مختاری عطا کی ۔ مگر صرف چند سال کے لئے ، جب تک وہ ذاتی طور پر اُن سے خوش رہا اور جیسے ہی اس کے دل میں ان کی طرف سے شبہات پیدا ہوتے اُس نے انہیں نظروں سے گرا دیا ۔

پہلا عتاب موسیٰ بن یحییٰ پر ہوا ۔ اور اس عتاب کا سبب بھی اس کے سوا اور کوئی نہ تھا ۔

کہ موسیٰ کی دانائی عدل و انصاف اور
پاکیزہ اخلاق کے سبب خراسان کے لوگ اسے بے حد پسند کرتے ،
خراسانیوں کی یہ پسند ہارون کو بھلی نہ معلوم ہوئی اور اس نے موسیٰ کو
قید کر دیا - وہ تو ابھی یحییٰ کا اقتدار تھوڑا بہت باقی تھا - کہ
موسیٰ کو بعد میں رہائی مل گئی ، ورنہ نہ جانے اس بے چارے کا کیا حشر
ہوتا -

یہی دن تھے ہارون حج کو چلا جعفر ، یحییٰ اور فضل بھی ساتھ
تھے - حج سے فراغت پاتے ہی ، ہارون کو ان لونڈیوں کی فکر ہوئی
جو جعفر اور عباسہ کے بچے کو خفیہ طور پر پال رہی تھیں - لونڈیاں مل
گئیں - اور اس داستان کی آخری کڑی ہارون کے ہاتھ آ گئی جس
کا آغاز اس کی اپنی حماقت سے ہوا تھا ، مگر وہ بادشاہ تھا ، اپنی حماقت
کا اعتراف کرنا اس کی شاہی کے منافی تھا پھر احمق کو یہ بات کھل
رہی تھی کہ اس کی بہن عباسہ نے جعفر کا بچہ جنا ہے - اور اس کی ممانعت
کے باوجود جنا ہے کبھی جعفر کی محبت اس جذبہ پر غالب آ جاتی ، اور
کبھی یہ جذبہ زور پکڑ لیتا طبری کا بیان ہے کہ حج سے واپسی پر جمعہ
کا دن تھا اور شام کا وقت جعفر ایک دوسرے سے الگ ہوئے -
ہارون نے اسے گلے لگایا - اور بھینچ بھینچ کر پیار کیا اور معذرت
کی :-

اگر آج کی رات میں محض عورتوں کے لئے مخصوص نہ کر دیتا
تو تمہیں الگ نہ کرتا -

جعفر رخصت ہو کر اپنی قیام گاہ پر آیا اور ہارون کا غم بھلانے کے لئے

شراب پینے اور گانا سننے لگا۔

ادھر، ہارون نے آج بہت شراب پی۔ اور جب اس کا دماغ بہک گیا، تو اچانک جعفر اور عباسہ کی بات اس کے اس بہکے ہوئے دماغ پر آن چڑھی۔ وہ ضبط نہ کر سکا۔ اور مسرور کو بلا کر حکم دیا۔

جعفر کو پکڑ لاؤ، اور اسے قتل کر دو۔

مسرور جب جعفر کے ہاں پہنچا ہے۔ اس وقت ایک مشہور نابینا گویا ابو زکار اسے راگ سنا رہا تھا، مسرور نے اسے ہارون کا پیغام سنا دیا جعفر کانپنے لگا۔ اور درخواست کی، مجھے اندر جا کر گھر والوں سے تو آخری بار چند باتیں کر لینے دو، مگر مسرور نے اسے مہلت نہ دی۔ اور گھسیٹتا ہوا ہارون کی قیام گاہ پر لے آیا۔

ہارون اس وقت اپنی خواب گاہ میں داخل ہو چکا تھا، مسرور نے اپنی کارگذاری کی کیفیت عرض کی، ہارون نے اعتراض کیا اسے میرے پاس کیوں لے آئے ہو۔ اس کا سر لے کر آؤ۔

مسرور واپس آیا۔ جعفر نے اس سے التجا کی، تم صبح تک مجھے زندہ رہنے دو، اس وقت جب کہ انہوں نے تمہیں یہ حکم دیا ہو گا وہ بہت سخت نشہ میں ہوں گے مسرور پھر ہارون کے پاس گیا، اور ایک بار پھر جعفر کے بارہ میں پوچھا، ہارون کے نشہ کا عالم پہلے سے بھی بڑھ گیا تھا، مسرور کو سخت گالی دی۔ اور حکم دیا۔ اس کا سر میرے پاس لے کر آؤ۔

مسرور پھر جعفر کے پاس آیا، جعفر نے اسے ایک بار پھر ہارون کے پاس بھیجا اور درخواست کی۔ مجھے باریابی کا شرف بخشئے، اس دفعہ

مسرور آیا۔ تو ہارون نے اُسے ڈنڈے سے پیٹا۔ اور چیخا! اگر اب کی بار تم میرے پاس اس کا سر لئے بغیر آئے۔ تو میں کسی دوسرے آدمی کو بھیج کر پہلے تمہارا اور پھر اس کا سر کٹوا لوں گا۔

مسرور کے لئے کوئی چارہ نہ رہا تو اس نے جعفر کو قتل کر دیا اور اس کا سر لے کر ہارون کے پاس حاضر ہوا۔

ہارون کا اپنا بیان ہے کہ اگر اس رات وہ جعفر کو اپنے پاس آنے دیتا تو پھر اُسے کبھی قتل نہ کر سکتا۔

جعفر کے قتل کے بعد اسی رات یحیٰی بن خالد اور فضل بن یحیٰی قید کر دیئے گئے۔

اسی رات ہارون نے، اپنے خدمت گار رجاء کو رقہ بھیجا اور حکم دیا وہاں برامکہ کی جتنی جائیدادیں یا املاک ہوں انہیں ضبط کر لیا جائے۔ ان کے ساتھ ان کے غلام خادم اور باندیاں بھی قید کر دی گئیں۔

برامکہ کی جائیداد ملک کے طول و عرض میں پھیلی تھی، ہارون نے اس کی ضبطی کے فرمان بھی جاری کر دیئے۔

برامکہ سے اقتدار کی نعمت چھنی تو چھنی انہیں ان کے دوستوں سے بھی محروم کر دیا گیا۔ ان ہی کی طرح ان کے سارے دوست قید میں ڈال دیئے گئے۔

شروع شروع میں قید کی حالت میں ان پر زیادہ سختیاں نہیں کی گئیں مگر ہارون کے خوشامدیوں نے جنہیں اپنا اقتدار عزیز تھا۔ ان بے چاروں کے متعلق نئے نئے افسانے سنانے شروع کر دیئے تھے۔ ان کا مقصد تھا۔ ان کی جگہ انہیں مل جائے۔ جگہ تو خیر کیا ملتی۔ یہ

بے چارے ہر روز نئی مصیبت میں گرفتار کر دیئے جاتے، پہلے یہ سب اکھٹے رکھے گئے تھے، مگر بعد میں الگ الگ کر دیئے گئے، پھر ان سے ملازم چھینے اور پھر کھانے پینے میں سختی کی جانے لگی۔

اور غریب جعفر کی نعش تو دو ٹکڑے کر کے بہت دن تک سولی پر ٹنگی رہی، اور جب خراسان جاتے وقت ہارون نے اس نعش کو دیکھا، تو اسے جلانے کا حکم بھیجا،

گو بعض لوگوں نے ہارون کو اس خاندان کے خلاف کر دیا تھا۔ مگر وہ لوگ جنھیں ان سے سابقہ پڑا۔ یا جن کو ان سے ملنے اور ان کے پاس اٹھنے بیٹھنے کی عزت ملی۔ وہ اس کا ذکر کرتے اور آٹھ آٹھ آنسو روتے ان میں سے بہت سے ایسے تھے جن کے پاس کھانے تک کو نہ تھا، جب یہ یحییٰ، فضل یا جعفر کے پاس آتے۔ مگر جب لوٹتے تو لاکھوں کے مالک تھے۔ بہت سے شعرا نے تو ایک ایک شعر پر جعفر اور فضل سے ایک ایک لاکھ درہم صلہ پایا ہے، خراسان میں تو صدیوں تک اس خاندان کی سخاوت اور سیر چشمی بطور مثال بیان کی جاتی رہی۔ ان کی تباہی پر بھی بہت سے شعرا نے مرثیے لکھے ہیں اور بہت سے ایسے تھے، جنھوں نے اشارات میں اپنے رنج و غم کا اظہار کر دیا ہے۔

مگر اس بدنصیب ہارون کو جس کے جسم کا ایک ایک انگ ان کے احسانات تلے دبا تھا۔ یہ بہت کم یاد آتے۔ اس کی راتیں شراب اور ساقی عورتوں کی نذر ہو جاتیں۔ اس کے خادم نئی نئی خوبصورت لونڈیاں بازار سے خرید کر اس کے حضور پیش کرتے رہے۔

ہارون کا زمانہ اس اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے کہ بغداد زیب

کا سب سے بڑا متمدن شہر بن گیا تھا۔ اور ہارون کی حکومت دنیا کی سب سے بڑی حکومت تھی۔ عام طور پر ہر جگہ امن تھا۔ تعلیم گاہیں، سرائیں سڑکیں۔ کنوئیں اور ہر ایسی چیز وافر تھی جن سے عوام کو فائدہ پہنچ سکتا ہے، عوام کی مالی حالت بھی بہت اچھی تھی، سرکاری لگان میں ان پر سختی نہیں کی جاتی۔ اور یہ ساری باتیں یحییٰ کی سترہ سالہ وزارت میں دیکھنے میں آئیں۔ درحقیقت تو یہ ہے کہ ہارون کی عظمت اور اس کے دور کی خوش حالی کی بنا یحییٰ اور اس کے بیٹے ہیں۔

بعض مورخین نے ہارون کو بہت سراہا ہے۔ مگر ہمیں اس کے ذاتی حالات میں اس کے سوا اور کوئی بات نظر نہیں آتی۔ کہ وہ کثرت سے شراب پیتا تھا۔ اس کے پاس لاتعداد خوبصورت لونڈیاں تھیں اس کے چاروں طرف شعرا اور گویے ہجوم اندر ہجوم اور گروہ اندر گروہ موجود رہتے تھے۔ اس نے ذاتی طور پر جتنے بھی فیصلے کئے ان میں سے کہیں بھی دانائی نہیں ٹپکتی۔ اور اگر وہ شروع ہی سے اپنے اوپر اعتماد کر کے۔ اپنے ہاتھ میں حکومت کا کاروبار سنبھال لیتا تو کبھی کامیاب نہ ہوتا۔ اس کی ذاتی صلاحیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے۔ کہ جب ہادی نے اسے تنگ کرنا شروع کیا تو اس نے پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ ولیعہدی ترک کر دے اور کسی ایسی جگہ جا رہے جہاں اسے کوئی روک ٹوک نہ ہو۔ یہ بوڑھا یحییٰ تھا، جس نے اس کے دل میں اونچے حوصلے اور ارادے پرورش کئے۔ اس کے راہ کی ساری رکاوٹیں دور کیں، اس کے دشمنوں کو ناکام کیا۔ اور اسے

اپنے ایک بیٹے کی طرح تخت پر لا بٹھایا۔ یحییٰ اگر نہ ہوتا تو ہادی کو کبھی خلافت نصیب نہ ہوتی۔ یہ بہتر یحییٰ اگر نہ ہوتا تو ملک کے نظم و نسق اور خوشحالی کا یہ عالم نہ ہوتا جو اس وقت تھا۔

سترہ سال کم مدت نہیں ہوتی۔ یحییٰ نے سترہ سال اپنے بیٹوں کے ساتھ مل کر اس حکومت کو سنوارا ہے۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ چونکہ وہ انتظامی مسائل میں مختار مطلق تھا اور ہارون اس سے بہت دبتا تھا اس لئے اسے یہ اصلاحات کرنے کے مواقع حاصل رہے۔ ورنہ اگر کبھی وہ یحییٰ سے شروع ہی میں بددل ہو جاتا۔ تو اس کی حکومت ہادی کی سی ہوتی، مہدی کے دوسرے شرابی بیٹے سے اس سے زیادہ اور کیا توقع کی جاسکتی تھی۔

برامکہ مر گئے ہیں۔ مگر تاریخ انہیں کبھی بھول نہیں سکتی۔

اکیسواں باب

امین اور مامون کی ولیعہدی

امین ابھی پانچ سال کا تھا، جب ہارون نے فضل بن یحییٰ اور زبیدہ کے اصرار پر اسے ولیعہد نامزد کیا۔ فضل نے اس سلسلہ میں بڑی جد و جہد کی، یہ ان دنوں خراسان کا وائسرائے تھا۔ فضل نے خراسان کے تمام بڑے لوگوں کو اپنا ہم خیال بنا لیا - اور ان سے امین کے لئے بیعت لے لی۔

فضل کی اس کارگذاری کا علم ہارون کو ہوا تو اس نے شام - کوفہ بصرہ مکہ اور مدینہ کے گورنروں کو لکھا - امین کے لئے عوام سے بیعت لیں۔ ان کی بیعت ہوئی اور اس وسیع قلمرو میں کسی کو توفیق نہ ہوئی - کہ وہ برسرِ منبر کھڑے ہوکر، ہارون کو ندا دیتا۔

اے خلافتِ رسول ﷺ کے مدعی ہارون! تو نے یہ بھی سوچا کہ اپنے جس بچے کے لئے تو بیعت لے رہا ہے - وہ

صرف پانچ سال کا ہے۔ اور یہ ایک بہت بڑا دھوکا ہے۔
جو تو خود کو اور مسلمانوں کو دے رہا ہے۔

یہ ندانو کوئی کیا دیتا۔ اور اگر دیتا تو محمد بن عبداللہ بن حسن کی طرح اس کا سر بھی کٹ کر نیزہ پر ٹانگ دیا جاتا۔ اور شاید کیا یقیناً جعفر بن یحییٰ کی طرح اس کا جسم مہینوں صلیب پر لٹکا رہتا۔ مگر اے کاش ایسا ہوتا، اور کم سے کم دنیا یہ جان لیتی کہ ہارون نے نیت کے ساتھ کتنا بڑا دھوکا کیا ہے۔ مگر یہ دھوکا ہوا، اسلامی قلمرو کے ہر حصہ میں امین کے لئے بیعت لے لی گئی۔ کہیں روپے کا استعمال ہوا اور کہیں تلوار چمکی۔ اور اس سے چند سال بعد ہارون نے اپنے دوسرے بچے عبداللہ کے لئے بھی اس طرح بیعت لی پھر تیسرے بچے قاسم کا نمبر آیا۔ بیعت کے ساتھ ساتھ ہارون نے اپنے ان بچوں میں اپنی ساری قلمرو کو اس طرح تقسیم کر دیا۔ گویا یہ ان کی ذاتی جائیداد تھی۔

عراق، شام اور حجاز امین کے حصہ میں آئے۔ ہمدان سے لے کر خراسان، جبال اور اس کے ساتھ کے تمام ملحقہ صوبے مامون کو عطا ہوئے قاسم کو جزیرہ، سرحدات اور عواصم دیئے گئے۔ ہارون کی مصلحت یہ تھی کہ اپنی قلمرو کو اپنے بیٹوں میں اس طرح تقسیم کر دینے سے وہ ان میں آئندہ پیدا ہونے والے جھگڑوں کو ختم کر دے۔

۱۸۶ ہجری میں وہ حج کے لئے بیت اللہ آیا۔ اس کے دونوں نوعمر بیٹے امین اور مامون ساتھ تھے۔ اس نے ان دونوں کو حجاز مقدس کی سرزمین میں ہر دلعزیز بنانے کے لئے ان کی تحویل میں لاکھوں دینار دے دیئے اور حکم دیا انہیں دونوں ہاتھ سے بانٹتے چلے جائیں۔

طبری کے بیان کے مطابق - اس حج کے دوران میں ہارون اور اس کے دونوں بیٹوں نے دس لاکھ پچاس ہزار دینار تقسیم کئے، جب لوگ سونے چاندی کے زور پر ہم خیال ہو گئے۔ تو ہارون نے اپنے دونوں بیٹوں کی ولیعہدی کے لئے دو معاہدے مرتب کرائے پہلے معاہدہ کی رُو سے محمد امین پر یہ ذمہ داری ڈالی گئی - کہ وہ اپنے بھائی عبداللہ (مامون) سے غداری نہ کرے گا، اور جو علاقے اسے دے دیئے گئے ہیں انہیں اپنے زمانۂ خلافت میں اس سے واپس نہیں لے گا، اور نہ وہ روپیہ جواہرات اور جائیداد اس سے چھینے گا جو اس کے باپ نے اسے دے رکھی ہے یا آئندہ اپنی زندگی میں دے گا۔

دوسرے معاہدہ کی رُو سے عوام - اُمرا عمائد سلطنت اور محمد امین پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی - کہ وہ (مامون) کو امین کے بعد خلافت دیں گے اور اس معاہدہ سے سرمو نہیں ہٹیں گے۔

یہ معاہدے مرتب کرنے کے بعد ہارون نے ان کی عبارت مجمع عام میں پڑھ کر سنائی اور تمام حاجیوں، اور علما و فقہا کو اس پر شاہد بنایا۔ اور پھر ان معاہدوں پر محمد (امین) اور عبداللہ (مامون) کے دستخط کرا کر انہیں بیت اللہ کی دیوار سے لٹکا دیا اور حاجیوں سے کہا - اس کی حفاظت کریں۔

پہلے معاہدہ کی عبارت حسب ذیل ہے :-

یہ عہد نامہ محمد بن امیر المومنین ہارون نے اپنی رضا اور خوشی سے بقائمی ہوش و حواس لکھا ہے -

امیر المومنین نے اپنے بعد مجھے ولی عہد خلافت مقرر کیا ہے

اور اسکے لئے تمام مسلمانوں سے بیعت لی ہے ۔ انہوں نے عبداللہ بن امیرالمومنین ہارون کو میری رضامندی اور دلی خوشی سے جبر و اکراہ کے بغیر میرے بعد ولی عہد خلافت بنایا ہے ۔ اور اسے تمام خراسان اس کی سرحدوں، علاقوں، جنگوں، فوجوں، لگان حکومت، ڈاک، خزانے، صدقات عشر عشور، اور اس سے متعلق تمام کاروبار کا اپنی زندگی میں اور اپنے بعد بھی خود مختار فرماں روا مقرر کیا ہے، میں نے اپنی دلی رضامندی سے امیرالمومنین ہارون کے سامنے یہ عہد کیا ہے کہ انہوں نے میرے بھائی عبداللہ کے لئے ۔ جو عہد ولایت خلافت اور مسلمانوں کی حکمرانی کے متعلق میرے بعد لیا ہے ۔ میں اسے پورا کروں گا، اسی طرح انہوں نے عبداللہ کو خراسان اور اس کے توابع کی جو حکومت کل سپرد کی ہے یا امیرالمومنین نے جو جاگیر اس کو دی ہو، یا خرید کر کوئی جائیداد یا آمدنی دی ہو ۔ اپنی زندگی اور صحت کی حالت میں زرِ نقد دیا ہو یا زیورات، جواہرات یا دوسرا سامان، مکان اور جانور دیئے ہوں، وہ سب عبداللہ کو دیئے جائیں گے ۔ اور ان میں سے کوئی چیز کم نہیں کی جائے گی ۔

یہ بڑا مفصل اور طویل معاہدہ ہے، اور محمد نے اقرار کیا ہے کہ وہ اپنی خلافت کے دوران میں عبداللہ مامون سے کسی طرح کی بدعہدی نہیں کرے گا ۔ اور اس کو یہ حق نہ ہوگا کہ وہ خراسان اور اس کے توابع میں سے کوئی علاقہ یا مامون کی فوج میں سے کوئی دستہ اس سے

الگ کر سکے۔ اور اگر
کبھی وہ ایسا کرے یا اسے ولیعہدی سے الگ کر کے کسی دوسرے کو
ولیعہد بنائے تو ہارون کے بعد خلافت کا حق اس سے چھن کر عبداللہ
(مامون) کو ملجائے گا، اور خراسان کے لوگوں کا فرض ہو گا کہ وہ (مامون)
کے دشمن سے لڑ کر اسے اس کا حق دلائیں اور خود محمد (امین) کا فرض
ہو گا کہ وہ عبداللہ (مامون) کے سامنے ہتھیار ڈال کر حکومت اسے
سپرد کر دے۔ اسی طرح ایک دوسرے معاہدہ کی رُو سے عبداللہ
مامون نے اپنے اوپر یہ ذمہ داری لی کہ وہ اپنے باپ کے بعد امین
کی خلافت تسلیم کرے گا۔ اور اگر امین نے اس کے حقوق کا لحاظ رکھا
اور کسی قسم کی بدعہدی نہ کی۔ تو وہ امین سے ہمیشہ وفادار رہے گا
اور اس عہد وفا پر اس نے اپنے باپ اور اجداد کی عزت و
حرمت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خداوند کریم کو شاہد بنایا۔
اور بہ صراحتاً لکھا کہ اگر میں اس معاہدہ کی خلاف ورزی کروں گا۔
تو میں خدا کی حفاظت اس کے مذہب اور رسول اللہ سے قطعی
بے تعلق ہو جاؤں گا۔ اور قیامت کے دن اللہ کے سامنے کافر کی حیثیت
سے پیش ہوں گا۔

معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے کی صورت میں میری ساری بیویوں کو
شرعی طلاق پڑ جائے گی۔ میرے غلام اور لونڈیاں آزاد ہو جائیں گے۔
میں پیدل تیس حج کروں گا، اور میرا سارا مال مجھ پر حرام ہو جائیگا
ایک دوسرے معاہدہ کی رو سے، جو ہارون نے وہاں کے
تمام امرا اور سرداروں سے لکھوایا، ان پر یہ پابندی عائد کی کہ

وہ ایمن اور ماموں کے بارے میں وفادار رہیں گے، اور پہلے معاہدہ کے شرائط کی پابندی میں ایمن اور ماموں کا ساتھ دیں گے۔

اس کے علاوہ ہارون نے تمام گورنروں، قاضیوں اور دوسرے بڑے حکام کے نام ایک فرمان جاری کیا، ان کو ان معاہدوں کی نقلیں بھیجیں اور حکم دیا کہ وہ اپنے علاقوں میں رہنے والے لوگوں کو یہ فرمان اور معاہدوں کی عبارت سنا دیں اور ان سے اقرار لے لیں کہ وہ ان معاہدوں کی مخالفت نہ کریں گے۔

بائیسواں باب

عبدالملک اور ابراہیم

ہارون کے سرداروں میں عبدالملک بن صالح اور ابراہیم بن عثمان بن نہیک بہت ممتاز تھے۔

عبدالملک بن صالح نے ہارون کے لئے کئی بڑی مہمیں سر کیں، کئی بغاوتیں دبائیں اور کئی صوبوں کا نظام درست کیا، ہارون کے بیٹے قاسم کی تعلیم و تربیت اس کے ذمہ تھی۔ اور ہارون اس کی ہر بات مانتا۔ اس کی عزت کرتا۔ سیر کے وقت اکثر اسے ساتھ رکھتا بڑے بڑے انعامات عطا کرتا۔

یہ یحییٰ کی طرح ہارون کا پرانا محسن تھا، شہزادگی کے زمانہ میں سے ہارون سے محبت کرتا آیا تھا، جب برامکہ پر زوال آیا اور یحییٰ قید کر دیئے گئے۔ تو نئے درباریوں کی نظر حسد اس پر بھی اٹھی، اور انہوں نے بعض لوگوں کو رشوتیں دے کر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ اور

ہارون جب ایک دوسرے کے ساتھ سیر کو نکلیں۔ تو عبدالملک پر آوازے کسیں اور ہارون کے دل میں اس کی وفاداری کے متعلق شبہات ڈالدیں۔

اور ایک دن تو کسی نے ان دونوں کو روک کر ہارون کو پکارا۔

امیرالمومنین اسے قتل کر دیجئے، یہ آپ کے خلاف بغاوت کی تیاری کر رہا ہے۔

ہارون مسکرایا۔ عبدالملک بن صالح کی طرف دیکھا، اور پوچھا، سن رہے ہو۔ یہ کیا کہہ رہا ہے، عبدالملک نے جواب دیا۔ جی سُنا! مگر یہ محض اس لئے ہے کہ لوگ آپ کے دربار میں میرے رسوخ اور مرتبہ پر حد سے زیادہ جلتے ہیں۔

ہارون نے اس کے بیان کی تائید کی، اس کی قابلیت کو سراہا۔ اور آگے بڑھ گیا۔ مگر سازشی اب بھی نہ نکلے۔ انہوں نے عبدالملک کے سیکرٹری اور اس کے ایک باغی بیٹے کو اپنے ساتھ ملا لیا، یہ دونوں ہارون کے پاس آئے اور ان دونوں نے عبدالملک کے بارہ میں ہارون سے کہا۔ وہ آپ کے خلاف بغاوت کر رہا ہے۔

ہارون نے عبدالملک کو گرفتار کرا کر اپنے حضور بلایا۔ اور پوچھا۔ تم میرے خلاف بغاوت کیوں کر رہے ہو، عبدالملک حیران رہ گیا، جواب دیا عالیجاہ،

یہ آپ کیا فرما رہے ہیں، میں آپ کے خلاف کیسے بغاوت کر سکتا ہوں۔

ہارون نے اس کے سیکرٹری اور اس کے بیٹے عبدالرحمٰن کو بلایا۔ دونوں نے

اس کے خلاف گواہی دی۔ عبدالملک نے صفائی پیش کی سیکرٹری کو سازشیوں نے خرید لیا ہے۔ اور بیٹے کو میں کئی سال ہوئے عاق کر چکا ہوں۔ اور سب لوگ اس بات کو جانتے ہیں کہ میرا اس سے کسی قسم کا کوئی تعلق باقی نہیں رہا۔ ایسے حال میں وہ کیسے میرا رازدار بن سکتا ہے۔ اور اگر میں نے آپ کے خلاف کوئی سازش کی تو ایسے لوگوں کے نام لئے جائیں یا ایسے کوئی خطوط پیش کئے جائیں جن سے یہ بات ثابت ہو سکے۔

ایسا کوئی خط کسی کے پاس نہ تھا اور نہ کوئی اس کے شرکاء کو جانتا تھا، اس لئے یہ الزام ثابت نہ ہو سکا۔ مگر سازشیوں کا مقصد پورا ہو گیا، اور ہارون نے عبدالملک کو فضل بن ربیع کے پاس قید کر دیا۔

ہارون کے کوتوال عبداللہ بن مالک کو اس گرفتاری کی خبر ہوئی۔ تو وہ ہارون کی خدمت میں حاضر ہوا اور عبدالملک کی وفاداری اور شرافت کی تصدیق کی اور اس کی گرفتاری کے خلاف شکوہ کیا۔ ہارون نے جواب دیا وہ ہمارے خلاف بغاوت کر رہا تھا اور امین اور مامون کے درمیان لڑائی کرانا چاہتا تھا۔ لیکن اگر تم اس کی ضمانت دو تو میں اسے رہا کرنے پر تیار ہوں۔

عبداللہ بن مالک ہارون کا مزاج شناس تھا اور جانتا تھا کہ اتنی بڑی ذمہ داری لینے کے معنی یہ ہیں کہ خود ہارون کی نگاہ میں مشکوک ہو جائے۔ اس نے یہ ذمہ داری تو قبول نہیں کی البتہ رائے دی۔ کہ عبدالملک کی قید کو نظر بندی میں تبدیل کر دیا جائے اور اس کے ساتھ

ایسا سلوک کیا جائے جو بادشاہ اور اس کی شایانِ شان ہو،

گو ہارون نے عبداللہ بن ملک کے اسی مشورہ کو مان کر عبدالملک کی قید کو نظر بندی میں بدل دیا۔ لیکن اس کے دل سے اس کے بارہ میں شبہات دُور نہ ہوئے۔ اور وہ ہمیشہ اسی فکر میں رہا کہ اس کے خلاف کوئی وزنی ثبوت مل سکے۔

سازشی ابھی موجود تھے، اُن میں سے ایک سازشی نے اس کے سامنے یحییٰ کا نام پیش کیا۔ ہارون نے یحییٰ کے پاس آدمی بھیجا، مگر یحییٰ نے خدا اور اس کے رسول کو شاہد قرار دے کر عبدالملک کی ہر ایسی سازش سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اور کہلوایا۔ اگر عالیجاہ مجھے ایسی کوئی اطلاع ملتی تو میں عبدالملک کا حریف ہوتا میں ایسی ہر مخالفت کو ختم کر دیتا۔ کیونکہ یہ مخالفت آپ کے خلاف نہیں میرے خلاف تھی حکومت آپ کی نہیں میری تھی، میں ہر بات پر مختار تھا، ایسے حال میں عبدالملک مجھے اپنی سازش میں کس طرح شریک کر سکتا تھا۔ اور اگر شریک کرتا تو مجھے اس کے دربار میں یقیناً وہ رسوخ حاصل نہ ہوتا جو آپ کے پاس حاصل تھا، اور پھر جہاں تک مجھے علم ہے عبدالملک نے ایسی کوئی سازش نہیں کی۔ وہ بہت شریف اور ذمہ دار آدمی ہے اس نے آپ کے ساتھ ہمیشہ وفاداری برتی آپ کے حکم پر چلا۔ اگر آپ میرا مشورہ مانتے ہیں تو اسے بحال کر دیجئے وہ آپ کے کام آئے گا

ہارون کے پیغامبر نے جب ہارون سے یہ جواب عرض کیا تو ہارون غصہ میں بھر گیا اور حکم دیا۔

اسے ابھی جا کر کہو، اگر عبدالملک کی سازش کا حال نہ کہو گے

تو میں تمہارے بیٹے فضل کو قتل کروں گا۔ پیغامبر یہ پیغام لے کر یحییٰ کے پاس پھر آیا، یحییٰ نے لکھوایا، آپ مختار ہیں، ہم دونوں کی جانیں آپ کے قبضہ میں ہیں فضل کے ساتھ اگر آپ مجھے بھی قتل کرا دیں تو ہم آپ کا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔

پیغامبر نے یہ بات ہارون سے آن کہی، تو ہارون کا سر جھک گیا۔ مگر سازشی ساتھ تھے، چیخنے لگے۔

بوڑھا مکار ہے۔ جب تک سختی سے کام نہیں لیا جائیگا وہ راہ پر نہیں آئے گا۔

ہارون نے سختی سے کام لیا فضل اور یحییٰ کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا اور فضل کو آن کر اطلاع دے دی کہ قتل ہونے کے لئے تیار ہو جائے۔ یہ عالم بھی ان دونوں پر عجب تھا۔ ان کے دل بُری طرح لرز رہے تھے، اور وہ اپنے بارے میں سوچ رہے تھے۔ پہلے کیا اقتدار پایا تھا اور اب کیا حالت بن گئی ہے۔ سازشی وقتی طور پر تو کامیاب ہو گئے۔ مگر یحییٰ کے خلاف جب کوئی ثبوت نہ ملا۔ تو فضل قتل ہونے سے بچ گیا۔ اور عبدالملک بن صالح پر سے بلا ٹلی،

عبدالملک تو بچ گیا۔ مگر ابراہیم کی زندگی کی کشتی گرداب بلا میں آن پھنسی یہ جعفر سے بے حد محبت کرتا۔ جعفر کی موت کے بعد اس کا دماغ کچھ قابو میں نہ رہا تھا، وہ دل بہلانے کے لئے خوب شراب پیتا۔ اور نشہ کے عالم میں ننگی تلوار سامنے رکھ لیتا۔ جعفر کا نام لے لے کر روتا اور قسمیں کھا کھا کر چیخنے لگتا۔

میرے آقا، میں تیرے قاتل کو اسی طرح قتل کروں گا جس طرح اس نے تمہیں قتل کیا ہے۔

اس کا ہر رات یہی معمول تھا، اس کا بیٹا عثمان اور اس کا خادم نوال اس کی اس دیوانگی کے باعث اس سے تنگ آ گئے۔

اور ان دونوں نے ہارون سے اس کی شکایت کر دی۔ اور ہارون نے ابراہیم بن عثمان کو اپنے ہاں بلا کر اس کا امتحان لیا، دستر خوان بچھوایا۔ شراب منگوائی اور بہت محبت سے اسے شراب پلانے لگا اور ہولے ہولے اس سے کہنے لگا۔ ابراہیم مجھے جعفر کے قتل پر بڑی ندامت ہے اور یہ ندامت اب اس درجہ بڑھ گئی ہے کہ میری راتوں کی نیند اڑ گئی ہے اور میرا جی چاہتا ہے اے کاش میری حکومت جاتی رہتی مگر وہ زندہ رہتا۔ اس کے بعد تو زندگی کا لطف ہی جاتا رہا ہے۔
یہ بات سنتے ہی ابراہیم کی آنکھیں منہ زور ندی کی طرح بہنے لگیں اور اس نے رکتے رکتے عرض کیا۔

ہاں عالی جاہ! آپ ٹھیک کہتے ہیں، آپ نے جعفر کو قتل کر کے بڑی غلطی کی، دنیا میں ایسے آدمی اب کہاں نصیب ہیں۔

ہارون نے اسے روک دیا۔ ماں کی گالی دی۔ اور دربار سے نکال دیا۔ وہ ابھی گھر پہنچا تھا۔ کہ بادشاہ کے آدمی اسے قتل کرنے کے لئے آ گئے۔ خود اس کے اپنے بیٹے نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر تلوار ماری۔

یہ دوسرا قتل تھا جو برامکہ کے سبب ہوا۔

اگر ہارون کسی جمہوریت کا صدر ہوتا۔ اگر اس کی حکومت شخصی نہ ہوتی تو اس کے ہاتھ کبھی ایسے لوگوں پر اٹھ نہ سکتے"۔

برامکہ کا زوال حقیقت میں اس کے اپنے اخلاق کا زوال تھا، اور تاریخ میں جب بھی اس خاندان اور ہارون کے تعلق کا باب کھلے گا۔ یہ حقیقت ہر ایک کے سامنے آتی رہے گی۔

تیئسواں باب

رُوم پر حملہ

جس زمانہ میں ہارون ولیعہد تھا - وہ ایک بڑی بھاری فوج لے کر حملہ آور ہوا تھا اور مارا مار کرتا قسطنطنیہ کے نواح تک جا پہنچا تھا - ہارون کی اس یلغار اور اس کی پے درپے فتوحات سے متاثر ہو کر - رُوم کی ملکہ نے خراج کی ادائگی پر مصالحت کرلی تھی - یہ مصالحت کئی سال تک قائم رہی ، ملکہ کی طرف سے ہر سال خراج کی رقم باقاعدہ ادا کی جاتی رہی ۱۸۷-۸ ہجری میں روم میں ایک سیاسی انقلاب پیدا ہوا - عوام اور اُمرا ملکہ کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے - ملکہ معزول ہوئی - عوام اور سرداروں نے مل کر اپنے ہاں کے حاکم خراج نقفور کو اپنا بادشاہ چن لیا - اس کا اقتدار دن بہ دن بڑھتا رہا اور ملکہ کی موت کے بعد تو اس کے مزاج کا یہ عالم ہوا کہ اس نے خراج کی ادائگی بند کردی اور ہارون کو خط لکھا :-

یہ خط نقفور بادشاہِ روم کی طرف سے رشید بادشاہ عرب کو لکھا جاتا ہے۔ مجھ سے پہلے ملکہ روم نے تم کو شطرنج کا بادشاہ اپنے کو پیدل بنا لیا تھا، اپنی اس کمزوری کے باعث نہ تم کو خراج ادا کرتی، اگر وہ بزدل نہ ہوتی تو تم اسے خراج ادا کرتے، اگر وہ عورت تھی اور عورتوں کی فطری کمزوری اور حماقت ایسی بے عزتی کو گوارا کر لیتی ہے۔

میرا یہ خط جس وقت تم کو ملے، تم پر واجب ہے کہ آج تک تم نے جتنا خراج وصول کیا ہے۔ وہ واپس کر دو۔ نیز آیندہ کے لئے اگر اپنی بھلائی چاہتے ہو تو ہمیں خراج ادا کرو، ورنہ میری تلوار تمہارے سارے بل نکال دے گی۔

یہ خط پڑھ کر ہارون کو ایسا محسوس ہوا جیسے نقفور نے اچانک سامنے آن کر ہزار نشتر اس کے دل اور دماغ میں چبھو دیئے ہیں۔ اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ آنکھیں فرطِ غضب سے شعلے اُبلنے لگیں۔ اور جسم بُری طرح کانپنے لگا، درباری اس کا یہ عالم دیکھ کر ڈرتے کانپتے وہاں سے اُٹھ گئے۔ کسی کو حوصلہ نہ ہوا کہ اس سے کوئی بات کہے۔

غصہ ذرا تھما تو ہارون نے اس خط کی پُشت پر اس کا جواب لکھا یہ خط امیر المومنین ہارون کی طرف سے روم کے کتے نقفور کے نام بھیجا جاتا ہے۔

اے کافر کے بچے میں نے تیرا خط پڑھا اس کا جواب تو سُنیگا نہیں اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرے گا۔

یہ خط رُومی ایلچیوں کے سپرد کر کے ہارون دربار سے اُٹھا - اور حکم دیا - ساری فوج، تمام سپہ سالار اور دُوسرے حکام، آج کوچ کی تیاری کریں، ہتھیار بجنے اور گھوڑے سجنے لگے۔

ہارون محل میں آیا، جنگی لباس پہنا، اور شام سے پہلے پہلے بغداد سے نکل کھڑا ہوا، سپاہیوں کا ایک سمندر تھا جو اس کے ساتھ رُوم کی طرف بڑھا۔ - جب رُوم کی سرحد پر پہنچا، تو نفقور کو اپنی فکر ہوئی - اس نے مقابلہ کی تیاریاں کیں، رُومی فوج کو ہارون کی راہ روکنے کے لئے سرحد پر بھیجا، رومی فوج نے شکست کھائی اور پسپا ہو کر ہرقلہ میں قلعہ بند ہو گئی، ہارون ہرقلہ آیا، کئی دن تک اس کا محاصرہ کیا، اور پھر شہر کو فتح کر کے رُومی فوج کے ہزاروں آدمی قتل کئے، شہر کے لوگوں میں جن لوگوں نے مقابلہ کیا - ان کی شاہ رگیں بھی ہارون کی تلوار چاٹ گئی۔

شہر فتح کرنے کے بعد ہارون نے اس میں آگ لگا دی - اور ہزاروں مردوں اور عورتوں کو غلام اور لونڈی بنا لیا۔

ہرقلہ کی فتح کے بعد ہارون اور آگے بڑھنا چاہتا تھا - کہ نفقور کے سفیر سفید جھنڈیاں ہاتھ میں لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ نفقور کی طرف سے ایک معافی نامہ پیش کیا، اس معافی نامہ میں نفقور نے اپنی گستاخی پر معافی چاہی تھی اور آئندہ کے لئے خراج ادا کرنے کی پیشکش کی تھی۔

ہارون نے اس معافی نامے کو منظور کر لیا اور پہلے جیسی تیزی سے بغداد لوٹا، ابھی رقہ پہنچا تھا کہ نفقور نے صلح کے معاہدے کو توڑ ڈالا

اور ہارون کے جو سفیر وہاں تھے، ان کو رسوا کر کے واپس بھیج دیا۔
سرد ی بہت زوروں پر تھی، اور امرا اور وزراء کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ ہارون کو اس بد عہدی سے آگاہ کریں، ایک شاعر نے اپنے ایک قصیدہ میں ہارون کی تعریف کرنے کے بعد نقفور کی بے وفائی کا شکوہ کیا تو ہارون نے حیرت سے پوچھا:-
کیا سچ مچ اس نے بے وفائی کی ہے اور معاہدہ توڑ ڈالا ہے؟
وزرا نے حقیقت حال عرض کر دی۔ ہارون غصہ کے سبب تھر کانپنے اور لرزنے لگا۔ اور چیخا:-
ہم ابھی لوٹیں گے اور اس کمینے کو ایسا سبق دیں گے کہ وہ پھر کبھی بد عہدی نہ کر سکے۔
سچ مچ وہ اسی وقت لوٹا، سردی اور برف نے قدم قدم پر اس کا رستہ روکا، کتنے گھوڑے اور ان کے سوار راہ میں مر گئے، مگر ہارون کے حوصلے ذرا پست نہ ہوئے، اس نے رُومی سرحدیں پھاندلیں اور رومیوں کو مارتا اور لوٹتا ہوا نقفور کے دارالحکومت تک پہنچا، جب تک ہارون رُومی سرحدوں پر نہ پہنچا تھا، نقفور کا خیال تھا ہارون سردی اور برف باری کے سبب واپس نہ آسکے گا۔ بے وقوف نے محض سردی اور برف باری کی آڑ لے کر بد عہدی کی تھی ورنہ اس میں مقابلہ کی ہمت نہ تھی، کتنے دن تک اس کی فوج دم سادھے محصور رہی۔ قلعہ کے دروازوں سے باہر نکلنے کی جرأت تک نہیں کی اور جب ہارون نے قلعہ کی فصیل پر پہاڑ سا ماں منجیقیں نصب کر دیں اور بھاری بھاری پتھر شہر پناہ سے سر پھوڑنے اور اسے مجروح کرنے لگے

تو نقفور نے بالکل ہی ہمت ہار دی سفیروں کو سفید جھنڈے ہاتھوں میں دے کر شہر پناہ سے باہر نکالا۔

سفیر حاضر ہوئے نقفور کی طرف سے معافی نامہ پیش کیا، ہارون نہیں مانا اور انہیں ناکام لوٹا دیا۔

منجنیقیں پھر پتھر برسانے لگیں۔ اور نقفور اس کے بزدل ساتھیوں کے دل لرزنے اور کانپنے لگے۔ ایک سفارت پھر تیار ہوئی اور یہ سفارت اپنے ساتھ منوں سونا بیش قیمت جواہرات، خوبصورت لونڈیاں اور بے شمار دوسرے تحائف ہارون کے حضور لائی، اور ایک کورا کاغذ پیش کیا کہ جن شرائط پر آپ چاہیں ہماری درخواست قبول فرمائیں۔

ہارون نے بظاہر ناممکن سے ناممکن شرطیں اس کورے کاغذ پر لکھ دیں۔ بزدل نقفور نے یہ ساری شرطیں قبول کر لیں اور اسی وقت کئی سال کا خراج، ہزاروں لونڈیاں، غلام اور جواہرات کے انبار ہارون کی خدمت میں بھیج دیئے۔

اب جو ہارون روم سے بغداد کی طرف لوٹا ہے تو اس کی فوج اتنی مالدار تھی کہ آج تک کبھی نہ ہوئی تھی، رستہ میں ہارون نے ہر سپاہی کو کئی کئی سال کی تنخواہ، بیش قیمت کپڑے اور گھوڑے عطا کیئے۔ اور گھر آن کر انہیں کئی کئی ہفتوں کی چھٹیاں دیں کہ آرام کریں اور اپنی من پسند چیزوں سے دل بہلائیں۔

اتنی بڑی ذلت کے باوجود نقفور نے اگلے سال پھر معاہدہ توڑ دیا اور ہارون کو پھر روم پر حملہ آور ہونے کی دعوت دی۔

ہارون نے اپنی جگہ اپنے بیٹے مامون کو رقہ میں اپنا قائم مقام بنا کر تمام امور سلطنت اس کے سپرد کئے اور خود ایک بڑی فوج ساتھ لے کر رومی علاقہ کی طرف بڑھا، اور فوج کو کئی حصوں میں بانٹ کر سارے روم میں پھیلا دیا۔ ذی الکلاع - مقالیہ صفصان - ملوقیہ، اور طوانہ فتح ہوئے۔

ہارون کا ایک سپہ سالار حمید قبرس پر حملہ آور ہوا کئی شہر تباہ کر کے سولہ ہزار لونڈی غلام لے کر ہارون کی خدمت میں حاضر ہوا۔

یہ یلغار ایسی تھی کہ سارے روم میں ایک عجیب کھلبلی مچ گئی، بڑے بڑے سردار اور امیر ہارون کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمانبرداری کا اقرار کرنے لگے، خود نقفور نے اسلامی حکومت کا ذمی ہونا پسند کیا، اور اپنا اور اپنے سارے خاندان کا جزیہ جمع کر کے خراج کی رقم کے ساتھ ہارون کی خدمت میں بھیجا - نیز تین لاکھ دینار جنگ کے تاوان کے طور پر نذر کئے۔

اس یلغار میں ہارون کو کئی مہینے لگے، اس کے بعد جب تک وہ زندہ رہا، خود روم پر حملہ آور نہیں ہوا، البتہ اس کا چھوٹا بیٹا قاسم - اور دوسرے سپہ سالار وقتاً فوقتاً روم پر حملے کرتے رہے - رومیوں میں یہ عجیب عادت تھی، اسلامی فوج ملک میں دراتی تو اطاعت قبول کر لیتے واپس چلی جاتی تو پھر شوخیاں کرنے لگتے، کبھی کسی مسلمان کا مال لوٹ لیتے کبھی کسی سرحد پر آن کر پہرہ داروں کو مار کر بھاگ جاتے اور پھر اس کی سزا اتنی سخت پاتے کہ شہر کے شہر تباہ کرا لیتے - مگر شرارت سے باز نہ آتے تھے۔

چوبیسواں باب
علی بن عیسیٰ کا زوال

جس زمانہ میں برامکہ کی ہوا بگڑی، اور یحییٰ پر سے ہارون کا اعتماد اُٹھ گیا تو ہارون نے فضل کو خراسان کی حکومت سے ہٹا کر اس کی جگہ علی بن عیسیٰ کو نامزد کیا۔ یحییٰ نے اس تقرر کی مخالفت بھی کی، مگر ہارون نہ مانا۔

علی بن عیسیٰ کو خراسان گئے ایک سال ہو چکا تھا۔ کہ اس نے ہارون کو بے شمار تحائف۔ گھوڑے، خچر، سونا، چاندی اور جواہرات بھیجے۔ ہارون بہت خوش ہوا اور یحییٰ کو بلا کر بڑے فخر کے ساتھ پوچھا۔

تم تو کہتے تھے، علی اچھا آدمی نہیں ہے۔ یہ دیکھو اس نے ریاست کی آمدنی میں کس قدر اضافہ کیا ہے۔

یحییٰ مسکرایا جواب دیا:-

ظلم اور زیادتی ہی کو اگر شعار بنا لیا جائے، تو میں دو گھنٹے کے اندر اندر آپ کے چاروں طرف جواہرات اور سونے چاندی کے اتنے انبار لگا دوں کہ آپ ان ساری چیزوں کو بھول جائیں جنہیں علی نے آپ کے بھیجا ہے۔

ہارون اس وقت تو چپ ہو گیا، مگر چند دن بعد جب خراسان کے امرا تاجروں اور دوسرے لوگوں نے علی کی شکائتیں، اس سے کیں تو اسے اپنی غلطی کا اعتراف ہوا اور اس نے یحییٰ سے پوچھا کسی ایسے آدمی کا نام بتاؤ جسے علی کی جگہ خراسان کا والسرائے بنایا جائے۔ یحییٰ نے یزید بن زید کی سفارش کی، مگر ہارون یزید کو اچھا نہ سمجھتا تھا۔ علی کی شکایتیں برابر بڑھتی جا رہی تھیں اور اب تو لوگ یہ کہنے لگے تھے کہ علی بغاوت پر آمادہ ہے۔ یہ اطلاعات پا کر ہارون کو ضروری معلوم ہوا کہ وہ خود خراسان جا کر حالات کا مشاہدہ کرے۔ ہارون رقہ سے چلا ــــــ اور رے پہنچا۔ اسے رے میں ڈیرے ڈالے چند دن ہوئے تھے کہ علی ابن عیسیٰ بہت سے تحائف زر و جواہر سونے چاندی کے برتن اور گھوڑے لے کر ہارون کی خدمت میں آن پہنچا۔ یہ سارے تحائف ہارون کی خدمت میں نذر کئے اور اس کے علاوہ اس کے خاندان کے دوسرے لوگوں کو بھی بڑی بڑی نذریں پیش کیں۔ ہارون اس سے پھر خوش ہو گیا۔ اسے اس کے عہدے پر بحال رکھ کر اسے خراسان واپس بھیج دیا اور خود اپنے دارالحکومت کو لوٹ آیا۔

علی کا معاملہ پھر دب گیا، مگر علی کی بدسلوکی اور ظلم اور تعدی کی شکائتیں خراسان سے برابر چلی آ رہی تھیں، ان ہی دنوں، ایک شخص

رافع بن لیث نے حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا - وہ لوگ جن پر علی نے زیادتی کی تھی رافع کے ساتھ مل گئے - نیز ماوراء النہر کے باشندوں نے بھی اس کا ساتھ دیا - اس طرح رافع کی قوت بہت بڑھ گئی - اس نے سمرقند اور آس پاس کے علاقوں پر قبضہ کر کے ایک نئی حکومت کی بنا رکھی - علی نے اپنے بیٹے عیسیٰ کو اس کے مقابلے پر بھیجا رافع اور اس میں لڑائی ہوئی، رافع جیتا اور عیسیٰ ہار کر نسف بھاگ آیا - رافع نسف پہنچا، عیسیٰ کا محاصرہ کر لیا اور پھر اس پر قابو پا کر اسے قتل کر دیا - رافع کی حکومت مضبوط ہو گئی - اور علی نے اس سے ڈر کر بلخ کو چھوڑ دیا اور مرو آ گیا -

اس کی بزدلی - شکست اور بدانتظامی کی خبریں ہارون کو ہوئیں، تو وہ بہت بے چین ہوا اور اپنے ایک معتمد غلام ہرثمہ بن اعین کو خراسان کی ولایت کا پروانہ دے کر خراسان بھیجا - اور علی کی بدمزاجی پر حکمت سے قابو پانے کے لئے اسے ریاست کے ناظم کی طرف سے اس مضمون کی چٹھی لکھوا دی کہ ہرثمہ کو تمہاری مدد کے لئے بھیجا جا رہا ہے - یہ چٹھی ہرثمہ کی روانگی سے پہلے ایک قاصد کے ذریعہ علی کو بھیج دی گئی - ہرثمہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ نیشاپور پہنچا اور کسی پر بھی یہ بات ظاہر نہ ہونے دی کہ وہ خراسان کا والی بن کر آیا ہے - نیشاپور پہنچ کر اس نے تمام بڑے اضلاع کی حکومتیں اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیں، اور انہیں تقرری کے فرمان دے کر ان اضلاع کی طرف بھیج دیا - مگر ہدایت کر دی کہ جب تک میں مرو نہ پہنچ جاؤں، تم اپنے بارے میں کسی سے کچھ نہ کہنا - اور آپ نیشاپور سے مرو کی طرف

بڑھا۔ اور علی کو اپنی روانگی کی اطلاع بھیج دی، نیز یہ بھی درخواست کی کہ امیر المومنین نے جو روپیہ آپ کے لئے مجھے دیا تھا، آپ اسے کسی آدمی کو بھیج کر مجھ سے منگوا لیں۔ علی نے آدمی بھیج دیئے جو مرو سے چار پانچ میل کے فاصلہ پر ہر ثمہ کے پاس پہنچ گئے، مگر ہرثمہ نے اُنہیں باتوں میں لگائے رکھا۔ مرو دو میل رہ گیا تو علی خود بڑی شان و شوکت کے ساتھ اس کے استقبال کو آیا، دونوں ایک ساتھ محبت اور پیار کی باتیں کرتے مرو میں داخل ہوئے۔ علی نے اسے اپنے ساتھ شاہی محل میں اُتارا۔ ناشتہ آیا، دونوں نے مل کر ناشتہ کیا۔ ناشتہ سے فراغت پاتے ہی ہرثمہ نے اپنے ناظم کی طرف اشارہ کیا کہ شاہی فرمان پیش کرے۔ علی نے شاہی فرمان کے ابھی چند حرف ہی پڑھے تھے کہ بری طرح کانپنے لگا۔ ہرثمہ نے اپنے ساتھیوں کی طرف اشارہ کیا کہ اسے گرفتار کر لو۔ علی کے ساتھ اس کے بیٹے اور خاندان کے دوسرے افراد بھی گرفتار کر لئے گئے۔

اور یہ کام انجام دینے کے وہ مسجد میں آیا، اپنی تقرری کے متعلق شاہی فرمان پڑھا، اور لوگوں کو تسلی دی کہ جس کے ساتھ علی نے زیادتی کی ہے، اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا۔

لوگ مطمئن ہو گئے۔ اور علی کی زیادتیوں کے خلاف مقدمے پیش کرنے لگے۔ یہ مقدمے کئی دن تک چلے۔ بے شمار ایسے آدمی ہرثمہ کی عدالت میں حاضر ہوئے، جن کی دولت پر ہرثمہ نے ناجائز قبضہ کر لیا تھا۔ ان سب کے مقدمات سن کر ہرثمہ نے علی سے تاوان دلوایا۔

اور کسی شخص کو بھی یہ شکایت باقی نہ رہی کہ اس کا حق اسے نہیں ملا۔

حکومت کے ضروری کاروبار سے فراغت پانے کے بعد ہرثمہ نے رافع پر توجہ کی ؛

پچیسواں باب

ہارون کی موت

۱۹۳ سنہ ہجری کا آغاز تھا، جب ہارون ایک بار پھر رقہ سے خراسان روانہ ہوا۔ اس سفر میں اس کا بیٹا مامون بھی اس کے ساتھ تھا جس وقت رقہ سے روانہ ہوا ہے، اس کی صحت اچھی نہ تھی، کثرت شراب نوشی نے اس کے جگر کی حالت خراب کر دی تھی، مگر اس کا ذاتی طبیب جبرائیل اسے کسی نہ کسی طرح زندہ رکھتا چلا آیا تھا۔

جس وقت ہارون جرجان پہنچا ہے۔ اس کی طبیعت کچھ زیادہ خراب ہو گئی۔ اسی عالم میں وہ آگے بڑھا اور طوس پہنچکر جنید کے محل میں اترا۔ اور بیماری بڑھ گئی۔ بیماری کو طول پکڑتے دیکھ کر اسے یقین ہو گیا، اب نہیں بچے گا، اس نے اپنے سامنے اپنی قبر کھدوائی۔ اسے اچھی طرح دیکھا، خوب رویا۔ وہ رات اس پر بہت

گراں تھی۔ سہیل کا بیان ہے، کہ اس رات وہ بھی ہارون کے ساتھ تھا۔ اس کی سانس اکھڑی تھی اور وہ ایک موٹا لحاف اوڑھے بیٹھا تھا۔ بار بار اس پر غشی طاری ہوتی۔ لحاف گر گر پڑتا۔ وہ سنبھل جاتا۔ لحاف پھر اوڑھ لیتا۔ اس حال میں اس کی روح اس کے جسم کا ساتھ چھوڑ گئی۔

انتقال کے وقت اس کی عمر ۴۷ سال ۵ ماہ اور پانچ دن تھی۔ اس نے تیئیس سال ایک ماہ اور ۱۶ دن حکومت کی۔ اس عمر میں اس کے دودھ شریک بھائی فضل بن یحییٰ نے وفات پائی۔

ہارون بہت خوبصورت وجیہہ اور لمبا تڑنگا آدمی تھا۔ اگر کثرت سے شراب نہ پیتا تو اس کی عمر اتنی مختصر نہ ہوتی۔

شراب نوشی کے باوجود ہارون نماز روزہ کا بہت پابند تھا۔ طبری کی روایت کے مطابق وہ روزانہ سو رکعت نماز نفل ادا کرتا۔ اپنے ذاتی مال سے روزانہ زکوٰۃ نکالتا۔ اور ایک ہزار درہم روزانہ صدقہ دیتا۔

شعر سے اسے عشق تھا، جب بھی کوئی شاعر اس کے حضور کوئی اچھا شعر پڑھتا۔ ہارون اسے فیاضانہ صلہ دیتا۔

جعفر سے بددل ہونے کے بعد ہارون نے ایک مسخرے ابن ابی مریم کو خود سے بہت قریب کر لیا تھا۔

یہ مسخرہ بڑا باتونی۔ بذلہ سنج اور ظریف تھا۔ ہر وقت ہارون کے ساتھ رہتا اور ہنسنے ہنسانے والی باتیں کرتا رہتا۔

اسی سبب سے اس نے اس مسخرے کو اپنے محل کا ایک

حصّہ رہنے کے لئے دے دیا تھا۔ ہارون کی بیویاں، محل کی دوسری عورتیں اس سے پردہ نہ کرتیں۔ وہ ان کے پاس بے تکلف آتا جاتا اور ان کو اچھے اچھے لطیفے سنا کر اپنے سے خوش رکھتا۔ اور بعض دفعہ تو ہارون سے ایسی گستاخیاں کرتا کہ ہر دیکھنے والے کو بہت تعجب ہوتا کہ ہارون اسے کس طرح برداشت کر لیتا ہے۔ ہارون کے دربار میں صرف وہی ایک ایسا شخص تھا جو ہارون سے قطعاً نہ ڈرتا۔ ہارون اگر کوئی بات کہتا تو اسے ڈانٹ دیتا۔ طبری کا بیان ہے کہ ایک رات صبح کے وقت ہارون اس کے کمرہ میں آیا، دوستانہ تعلق کی بنا پر اس کے اوپر سے لحاف اتار لیا، اور کہا صبح ہو گئی ہے اُٹھو اور نماز پڑھو۔ ابنِ ابی مریم نے اس کے ہاتھ سے لحاف چھین کر اسے ڈانٹا، تم جاؤ اپنا کام کرو۔ ابھی ہماری صبح نہیں ہوئی، ہم ابھی سوئیں گے۔ اور اس وقت نماز پڑھیں گے جب قاضی ابو یوسف پڑھا کرتے تھے۔

ہارون اسے چھوڑ کر چلا گیا۔ اور نماز پڑھنے لگا۔

یہ جاگ تو چکا تھا۔ اُٹھ کر وضو کیا۔ اور جہاں ہارون نماز پڑھ رہا تھا وہاں آیا۔ اور نماز میں ایک ایسا مذاق کیا کہ ہارون کی نماز ٹوٹ گئی اور وہ بری طرح ہنسنے لگا، مگر ہنسی پر قابو پا لینے کے بعد سمجھایا دیکھو بھیا مذہبی باتوں میں مذاق چھوڑ دو اس کے سوا تمہیں ہر طرح کی آزادی ہے۔

اس آزادی سے ابن ابی مریم نے اس دن تو خوب فائدہ اُٹھایا جب عباس بن محمد ہارون کے لئے بہت عمدہ قسم کا غالیہ لے

کر آیا (یہ غالیہ جسم پر ملا جاتا ہے)

عباس نے اس غالیہ کی تعریف میں انتہا سے زیادہ شاعری کی۔ اسے دنیا کا ایک ایسا عجوبہ قرار دیا جس ایسی چیز دنیا میں موجود نہیں۔ ابن ابی مریم اس تعریف کو سنتا رہا۔

ہارون نے یہ غالیہ قبول کر لیا۔ تو ابن ابی مریم نے آگے بڑھ کر مرتبان اس سے لیا اور درخواست کی اسے مجھے دے دیجئے۔ ہارون نے یہ مرتبان اسے بخش دیا، عباس کو یہ بات سخت ناگوار گزری، کہنے لگا۔

خدا کی قسم یہ غالیہ میں نے خود بھی استعمال نہیں کیا محض اپنے آقا کے لئے لایا ہوں۔

ابن ابی مریم نے منہ بنایا اور کہنے لگا:۔

اس ہارون کی بدکار ماں کی قسم۔ یہ شخص غالیہ کی قدر و قیمت سے آگاہ نہیں ہے۔ یہ صرف اسے اپنے چوتڑوں پر ملے گا

ہارون اس کی اس بات پر ہنس پڑا۔ وہ آگے بڑھا۔ مرتبان میں ہاتھ ڈال کر غالیہ کی ایک مٹھی بھر لی، اور ہارون کا سر اپنی قمیص کے اندر چھپا کر اسے اس کی پیٹھ پر مل دیا۔ اسی طرح اس نے کئی مٹھیاں بھریں اور ہارون کے سارے جسم، سینہ، سر، ہاتھ اور پاؤں کو کالا سیاہ کر دیا، ہارون کا ہنستے ہنستے برا حال ہو گیا۔ اس کی سانس قابو میں نہ تھی۔ اور یہ مسخرا موج میں تھا۔ پاس کھڑے خادم کو حکم دیا۔ میرے نوکر کو بلا لاؤ۔ ہارون ابھی تک ہنس رہا تھا۔ ابن ابی مریم کا نوکر آیا تو اس نے مرتبان اٹھا کر اس کے سر پر رکھ دیا اور

کہنے لگا۔ ہارون کی فلاں بیوی کے پاس جاؤ، اسے یہ مرتبان دو اور اس سے کہو یہ سارا غالیہ ابھی کے ابھی اپنی شرمگاہ پہ مل لے۔ اور پھر میرا انتظار کرے میں ابھی اس کے پاس آ رہا ہوں
ڈیڑھ مرتبان لے کر چلتا بنا اور ہارون ہنسی کے مارے مسند پر لوٹ پوٹ ہو رہا تھا، جب اس کی ہنسی تھمی تو اس نے ابن ابی مریم سے ہاتھ جوڑ کر کہا خدا کے لیئے معاف کرو اب مجھ سے زیادہ ہنسا نہیں جاتا۔

ابن ابی مریم اب عباس پر متوجہ ہوا، بولا،
"بڈھے، تمہاری عقل سٹھیا گئی ہے۔ تم نے ہارون کو بقال، عطار یا کھجور فروش سمجھا ہے جو ایک ذلیل سی چیز لے کر اس طرح آ گئے اور یوں تعریف کرنے لگے، احمق کہیں کے، کیا تم اتنا بھی نہیں جانتے کہ ہارون امیر المومنین ہیں اور اس وقت کی سب سے بڑی حکومت کے بادشاہ ہیں۔ اور زمین اور آسمان کے مابین جتنی بھی عمدہ اور اعلیٰ چیزیں ہیں، وہ ان کے پاس اس طرح پڑی رہتی ہیں جیسے ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔
اور تو یہ غالیہ لے آیا ہے اور سمجھا ہے، آسمان کے تارے توڑ کر لایا ہے۔ جا بھاگ یہاں سے اور آئندہ کبھی ایسی بے ہودہ چیزیں یہاں نہ لانا۔

ہارون پر اب تک ہنسی کا دورہ طاری تھا، اور وہ ہنستے ہنستے بے قابو ہو گیا تھا۔

جب ہنسی سے چھٹکارہ ہوا تو اس نے اس مسخرے کو ایک لاکھ درہم انعام دے دیئے۔

کسی اور دن، اس مسخرے کو کچھ روپے کی ضرورت پیش آئی۔ اس نے ہارون سے کہا، مجھے بہت سے روپے کی ضرورت ہے۔ مگر یہ روپیہ میں تم سے لینا نہیں چاہتا، صرف ایک سودا کرنا چاہتا ہوں۔ کل تم بیمار بن جاؤ۔ اور اپنے کمرہ سے باہر نہ نکلو، کل کے لئے مجھے اپنے کمرہ کا پہرہ دار مقرر کردو۔ اور مجھے جتنی آمدنی ہو اس میں سے آدھی تمہاری اور آدھی میری۔

ہارون نے ہاں کہہ دی اور اس پہرہ دار کو جس کی کل باری تھی کہلوا بھیجا کہ آج چھٹی کرے۔ محل میں اور شہر میں یہ خبر مشہور کردی گئی کہ ہارون بیمار ہیں۔ صبح ہوئی تو ابن ابی مریم کے لئے ہارون کے کمرہ کے باہر ایک کرسی بچھا دی گئی۔ وہ اس پر بیٹھ گیا۔ اور بڑے لوگوں کے قاصد بادشاہ کی مزاج پرسی کو آنے لگے۔

سب سے پہلے زبیدہ کا آدمی مزاج پرسی کو آیا، ابن ابی مریم نے آگے بڑھ کر اس کی اطلاع کی۔ ہارون نے اسے باریاب کیا۔ اور اپنا حال اس سے کہہ کر تسلی دی۔ آدمی جانے لگا تو ابن ابی مریم نے اس سے کہا۔

دیکھو جی اپنی مالکہ سے کہنا: ہم نے سب سے پہلے تمہیں باریاب ہونے کی اجازت دی ہے۔

آدمی نے یہ بات زبیدہ سے جا کہی، زبیدہ اس کا مطلب سمجھ گئی۔ اور دیناروں سے بھری ہوئی تھیلیاں اسے صلہ میں بھجوائیں۔

اسی طرح تمام بڑے سرداروں اور امراء کے آدمی مزاج پرسی کو آئے۔ اور ان سب کو ابن ابی مریم نے بہت سہولت کے ساتھ بادشاہ سے ملا دیا، اور ساتھ ساتھ یہ پیغام بھی بھجوا دیا۔ ہر ایک نے اسے دیناروں سے بھری ہوئی تھیلیاں بھیجیں، شام کو جب ان دیناروں کا شمار ہوا۔ تو وہ ساٹھ ہزار تھے۔ ہارون نے اپنا حصّہ بھی اسے معاف کر دیا اور اپنے حصّہ کے بدلے میں اس سے دس ہزار سیب منگوا لیے۔

ابن ابی مریم کے سوا باقی کوئی بھی ہارون کے ساتھ اس بے تکلفی سے پیش نہ آتا، سب لوگ اس سے ڈرتے تھے یحییٰ، فضل جعفر، فضل بن ربیع۔ عبدالملک بن صالح، عبداللہ بن مالک، جبرائیل، اس سے بہت قریب تھے۔ مگر ان میں سے کسی نے بھی ہارون سے اس طرح کی بے تکلفی نہیں برتی، اور شاید یہی سبب تھا کہ عبداللہ بن مالک اور فضل بن ربیع کے سوا، باقی یہ سارے اس کے عتاب کا شکار ہوئے۔ جبرائیل موت سے بچ گیا، اور اگر ہارون ایک رات اور زندہ رہتا تو جبرائیل کو مار کر مرتا۔

خواص کو چھوڑ کر جو ہارون کے عتاب کا شکار ہوئے۔ عوام سے ہارون کا سلوک بہت اچھا تھا، عوام کی تعلیم کے لئے اس نے بغداد رصافہ۔ رقہ، اور تمام بڑے مقامات پر مدرسے قائم کئے۔ اس کی عدالتیں کھلی عدالتیں تھیں جس کا جی چاہتا اپنے محلے یا علاقہ کے قاضی کے سامنے جا کھڑا ہوتا۔ اور اپنا حق مانگتا، ملک بھر کے قاضیوں کو حکم تھا۔ عوام کے حقوق کی اس طرح حفاظت کریں جس طرح ریاست کے حقوق کا لحاظ رکھتے ہیں۔

خود ہارون روزانہ لوگوں کی شکایات اور مقدمے سنتا۔ عوام کو یہ تک حق حاصل تھا۔ کہ اس کے ہر عامل۔ حاکم یا خود اس کے خلاف بھری عدالت میں مقدمہ دائر کر دیں۔ اور کئی بار وہ خود بڑے قاضی کی عدالت میں مدعی علیہ کی حیثیت سے پیش ہوا۔ اور قاضی نے اس کی حیثیت کا لحاظ کئے بغیر اس کے خلاف یا اس کے حق میں جیسے کہ واقعات ہوتے فیصلہ دیا۔

ہارون نے ملک کے طول و عرض میں لاکھوں کی تعداد میں سرکاری سرائیں بنائیں۔ ان سراؤں میں ہر مسافر کرایہ دیئے بغیر ٹھیر سکتا، وہ جب تک اس سرائے میں ٹھیرتا۔ اس کی حفاظت سرکاری پہرہ دار کرتے ہر دو میل کے فاصلے پر کنوئیں کھدوائے، سڑکوں کے دونوں طرف سایہ دار درخت لگوائے۔ ہارون کے زمانہ میں عرب دنیا کا سب سے متمدن اور مالدار ملک بن گیا تھا، اور عوام کی مالی حالت بہت اچھی ہو گئی تھی ہارون علما، اور فقہا کی بہت قدر کرتا، جب بھی کوئی بڑا فقیہہ یا محدث مدینۃ السلام یا رقہ آتا۔ تو ہارون اسے اپنے ہاں بلاتا اور اس سے پند و نصائح کی درخواست کرتا۔

طبری کا بیان ہے کہ ایک بار مشہور عالم ابن سماک ہارون سے ملنے آئے۔ ہارون نے ان سے درخواست کی مجھے کچھ نصیحت فرمایئے،

ابن سماک نے کہا۔

ہارون سو بات کی ایک بات ہے، ہر کام کرتے وقت خدا سے ڈرتے رہو۔ اور یہ بات ہر لحظہ ذہن میں رکھو کہ کل

تم کو خدا کے ہاں جواب دینا ہو گا، اور پھر یا تو جنت تمہارا ٹھکانا ہو گا یا دوزخ۔

فضل بن ربیع پاس کھڑا تھا کہنے لگا:۔

جناب والا، یہ بات آپ نے عجیب کہی، بھلا امیرالمومنین کے جنت جانے کے باب میں کون شبہ کر سکتا ہے۔

ابن سماک ہارون سے متوجہ ہوتے فرمانے لگے:۔

ہارون! یہ فضل قیامت کے دن تمہارے ساتھ نہیں ہو گا۔ اور نہ تمہارا بوجھ اٹھائے گا۔ تم اس کی کسی بات کا خیال نہ کرو۔ اور اپنی ذات کے لئے خدا سے ڈرتے رہو۔

ہارون پر ابن سماک کی بات کا اس درجہ اثر ہوا کہ وہ بُری طرح رونے لگا۔ روتے روتے اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اور دربار پر اس درجہ حسرت چھا گئی، جیسے یہ دربار نہیں کوئی ماتمی مجلس ہے۔

اسی طرح ایک اور بار جب ابن سماک دربار میں موجود تھے۔ ہارون کو پیاس لگی پانی کا پیالہ اسے دیا گیا تو ابن سماک نے ہارون کو پانی پینے سے روک دیا اور پوچھا:۔

ہارون اگر یہ پانی کا پیالہ تم سے چھین لیا جائے۔ اور کوئی قوت جو تم سے بالا ہو تمہیں اس کے پینے سے روک دے تو تم اس کی کیا قیمت دے سکتے ہو۔

ہارون نے جواب دیا:۔

میں اپنی آدھی سلطنت اس پیالہ کے عوض دے دوں۔

ابن سماک بولے اب پانی پیو، وہ پانی پی چکا تو ابن سماک نے پوچھا:-

اگر تمہارا پیشاب رک جائے تو تم پیشاب کھلوانے کے لئے کیا قیمت دے سکتے ہو۔

ہارون نے عرض کیا، آدھی سلطنت،

ابن سماک نے فرمایا:-

ہارون پھر کبھی تم نے سوچا جو سلطنت آدھی تو پانی کے پیالے کی قیمت میں چلی جائے، اور آدھی پیشاب کھلوانے میں صرف ہو۔ اس کی حیثیت کیا ہے، اور کون بھلا آدمی اس کی آرزو کرے گا۔

ہارون آج کے دن بھی بہت رویا۔ یہاں تک کہ اس کی ہچکی بندھ گئی۔

اس خوبی کے علاوہ ہارون میں کئی اور بھی خوبیاں تھیں، اسے بیت اللہ اور مدینۃ الرسول سے بڑی محبت تھی جس سال وہ حج کے لئے جاتا۔ مدینہ اور مکہ کے لوگوں کو بے اندازہ روپیہ تقسیم کرتا۔ اس نے اپنے زمانہ خلافت میں مکہ اور مدینہ میں کوئی غریب نہیں رہنے دیا۔ ہر ایک کو اس قابل کر دیا کہ خوشحالی سے زندگی گذار سکے۔

ہارون نے کئی شادیاں کیں، اس کی پہلی بیوی زبیدہ تھی، دوسری امت العزیز، تیسری ام محمد، چوتھی عباسہ۔ پانچویں عزیزہ، چھٹی جرشیہ عثمانیہ۔ ان میں سے دو اس کی زندگی ہی میں مر گئیں، باقی چار نے اس کی موت دیکھی۔

ہارون کے سات بیٹے تھے محمد اکبر عبداللہ ماموں، قاسم موتمن۔ محمد ابو اسحٰق، محمد ابو سلیمان، محمد ابو علی اور محمد ابو احمد۔

اور چودہ بیٹیاں تھیں سکینہ۔ ام حبیب۔ اروٰی۔ ام حسن۔ ام محمد فاطمہ۔ ام ابیہا۔ ام سلمہ۔ خدیجہ۔ ام قاسم۔ املہ۔ ام علی۔ ام غالیہ اور ریطہ۔

ان بیٹوں اور بیٹیوں میں سے کئی لونڈیوں کے بطن سے پیدا ہوئے۔ جن عورتوں سے ہارون نے نکاح کیا ان کے علاوہ اس کے محل میں بے شمار لونڈیاں تھیں ہر ملک اور ہر علاقہ کی، ان میں سے اکثر اس کو باری باری شراب پلاتیں ؂

امین اور مامون

چھبیسواں باب

باہمی نزاع

ہارون کا خاص خادم رجاء ہارون کی موت کی خبر اور مہر خلافت لے کر بغداد آیا۔ امین اس وقت خلد والے محل میں مقیم تھا، وہاں سے ابو جعفر کے محل میں آیا، لوگوں کو جمعہ کی نماز پڑھائی، باپ کی موت کی خبر دی، صبر کی تلقین کی۔ اور آئندہ کے لئے بہت سی توقعات دلائیں۔ وہیں اس نے بڑے عہدیداروں اور خاندان والوں سے بیعت لی۔ اور عام لوگوں سے بیعت لینے کے لئے اپنے باپ کے چچا سلیمان کو مقرر کیا، اور خزانچی کو حکم دیا، ہر سپاہی کو جس کا نام بغداد کی فوج میں درج ہے۔ دو دو سال کی تنخواہیں پیشگی دے دو۔

امین نے خلافت پانے کے بعد اب سارے بھائیوں اور دوسرے سرداروں کو کچھ اس قسم کے خط لکھے جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ مامون کی ولیعہدی نہیں چاہتا اور اس کی جگہ اپنے بیٹے موسیٰ کی بیعت

کی بیعت لینا چاہتا ہے۔ البتہ مامون کو اس نے جو خط لکھا اس میں بڑی چالاکی سے کام لیا۔ اس میں اس معاہدہ کو دہرایا، جو بیت اللہ میں لٹکایا گیا تھا، اور اسے یقین دلایا کہ وہ اس سے کبھی بدعہدی نہیں کرے گا۔ یہ خط مامون کو ملا تو اس نے اس پر اعتبار کر لیا، اسے اپنی اطاعت وفاداری کا خط لکھا اور بہت سے قیمتی تحفے بھیجے۔

جس زمانہ میں ہارون بیمار ہوا تھا۔ اس نے مامون کو، اپنی بہت سی فوج، خزانے اور جواہرات دے کر خراسان بھیج دیا تھا۔ مامون اس وقت مرو میں تھا جب اسے مامون کی موت کی اطلاع ملی، اس نے کپڑے پھاڑ لئے۔ اور دیوانوں کی طرح رو رو کر اپنے بھائی امین کے لئے بیعت لی۔

ادھر یہ عالم تھا ادھر امین کے کچھ پیغامبر خفیہ طور پر مامون کے سرداروں سے آکر ملے، انہیں امین کے خطوط دیئے، ان خطوط میں امین نے انہیں مامون کے حلقہ سے نکل آنے کی فرمائش کی تھی فضل بن ربیع ان لوگوں کو ساتھ لے کر واپس ہوا، ان کے ساتھ ہزاروں سپاہی بھی تھے، مامون نے انہیں لوٹانے کے لئے آدمی بھیجے۔ خط لکھا مگر یہ لوگ اس کے پاس نہیں آئے۔ اور امین کے پاس چلے گئے۔

یہی لوگ خاص طور پر فضل بن ربیع، علی بن عیسیٰ اور سندی۔ مامون اور امین کے باہمی تعلق کو زیادہ خراب کرنے کا باعث بنے۔ ان کو ڈر تھا کہ اگر مامون برسرِ اقتدار آیا تو ان سے اس بے وفائی کا انتقام لے گا۔ انہی لوگوں نے امین کو اسی بات پر آمادہ کیا کہ وہ اپنے بیٹے

موسیٰ کے لئے بیعت لے۔ امین نے شروع میں بیعت تو نہ لی، البتہ تمام مملکت میں ایک فرمان بھیج دیا کہ خطبہ میں دعا کے وقت اس کے بعد اس کے بیٹے موسیٰ کا نام، مامون اور قاسم کے ناموں پر مقدم کیا جائے، اور اس فرمان کے ساتھ ہی اس نے اپنے بھائی قاسم کو اس کی حکومت سے الگ کر کے مدینۃ السلام رہنے کا حکم دیا۔

مامون کو ان دونوں باتوں کی خبر ہو گئی تو اس نے امین کی نیت پا لی۔ اور سمجھ گیا کہ امین اسے، اور اس کے بھائی کو اپنے بعد خلافت دینا نہیں چاہتا مامون کو اس کے اس رویہ سے بہت رنج ہوا اور اس نے امین سے خط و کتابت بند کر دی اور شاہی مراسلوں اور فرمانوں میں سے اس کا نام نکال دیا۔

یہی زمانہ تھا، جب رافع نے مامون کے حسن اخلاق وسعت ظرف اور رحم و کرم کا شہرہ سنا اور اس کی مخالفت ترک کر کے اس کے پاس چلا آیا رافع آیا تو اس کے مقابلہ کے لئے جو فوج ہرثمہ کی ماتحتی میں وہاں بھیجی گئی تھی وہ بھی مرتد آ گئی اس فوج کے پاس بڑا ساز و سامان اور کافی روپیہ تھا، یہ مامون سے آملی۔ تو امین کو بہت دکھ پہنچا اور اس نے علانیہ خراسان کے اندرونی معاملات میں مداخلت شروع کر دی۔ اور مامون کی وساطت کے بغیر رے کے کمشنر سے خط و کتابت کی۔ اس خط و کتابت کو مامون سے پوشیدہ رکھا۔ مگر مامون کے ایک مخبر نے جو اس کمشنر کے ساتھ ہر وقت لگا رہتا تھا، اس واقعہ کی اطلاع مامون کو دے دی، اور مامون نے

دانائی سے کام لے کر اسے اس کے عہدہ سے ہٹا دیا۔
امین کو بھی خبر ہو گئی۔ کہ اس کی خط و کتابت کا نتیجہ اس صورت میں برآمد ہوا ہے۔ امین بہادر آدمی نہ تھا، مامون کے اس طریق کار سے کچھ سہم سا گیا۔ اور اپنے دربار کے تین بڑے آدمیوں، عباس بن عیسیٰ۔ صالح، اور محمد بن عیسیٰ، ابن نہیک کو مامون کے پاس بھیجا کہ اس کو سمجھا بجھا کر اس بات پر آمادہ کر لیں کہ وہ موسیٰ کو اپنے اوپر مقدم کر لے۔
مامون کے وزیر باتدبیر ذوالریاستین نے مامون کی طرف سے ان سے گفتگو کی۔ انہیں بدعہدی اور بے وفائی کے نتائج سے ڈرایا۔ اور ان میں سے عباس بن موسیٰ کو تو اپنا ہم خیال بھی بنا لیا۔ جہاں تک امین کا تعلق تھا، یہ مشن ناکام لوٹا، البتہ مامون کو اس سے فائدہ پہنچا۔ عباس بن موسیٰ۔ جاتے وقت اس کی بیعت کرتا گیا اور وعدہ کر لیا کہ آئندہ امین کے دربار میں رہ کر بھی اس کی خیر خواہی کرے گا۔
جب یہ وفد امین کے پاس آیا اور اپنی ناکامی کی داستان بیان کی تو امین کے غصہ کا عجیب عالم تھا۔ اس نے مامون کا نام خطبوں سے نکال دیا اور اپنے بیٹے موسیٰ کے لئے بیعت لے لی۔ اور سب سے بڑی حماقت یہ کی۔ کہ اس معاہدہ کو کعبۃ اللہ کے مجاوروں کو رشوت دے کر اپنے پاس منگوا کر جلا دیا، جس کی رو سے، وہ مامون کو اپنے بعد خلافت دینے کا پابند تھا۔
یہ بدعہدی اور خود غرضی کی ایک بہت بڑی مثال تھی جو امین

نے قائم کی۔

معاہدہ جلانے کے بعد امین نے مامون کو ستانا شروع کیا۔ اور حکم بھیجا کہ خراسان کے پہاڑی علاقے سے دستبردار ہو جائے۔ نیز پابندی لگا دی کہ ہمارا ایک سفیر تمہارے دربار میں رہے گا۔ جو ہمیں تمہاری خبریں بھیجا کرے۔

مامون کو جب یہ حکم ملا تو اس نے اپنے ہاں کے سرداروں سے مشورہ لیا اور پھر امین کو ایک بہت ہی نرم مگر مدلل جواب لکھا اور اس کے حکم کو ماننے سے معذوری ظاہر کی۔

خط لکھنے کے بعد مامون نے خراسان کی سرحدوں پر بہت سخت پہرہ بٹھا دیا، کسی شخص کو یہ اجازت نہ رہی کہ وہ تلاشی دیئے بغیر خراسان سے باہر یا اندر آسکے۔

امین کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو اس نے تحقیق حال کے لئے ایک جماعت خراسان بھیجی۔ اس جماعت کو بہت سا روپیہ بھی دیا کہ خفیہ طور پر اس روپے کو خاص خاص لوگوں میں بانٹ دے اور اس طرح مامون کے خلاف ایک عام بےچینی پیدا کر دے، یہ جماعت خراسان کی سرحد پر پہنچی، تو پہرہ داروں نے اسے گھیر لیا۔ اور اس کے کسی فرد کو یہ اجازت نہ دی کہ وہ کسی سے مل سکے۔ اور اسی طرح گھیرے گھیرے مرو تک لائے۔ یہ جماعت جب مامون کے حضور پیش کی گئی تو اس نے امین کا ایک خط مامون کو دیا۔ اس خط میں امین نے مامون کے انکار پر افسوس ظاہر کیا تھا اور لکھا تھا کہ اگر تم نے ہماری تجویز نہ مانی تو ہم تمہیں سزا دیں گے۔

جواب میں مامون نے امین کو لکھا آپ کا خط مجھے ملا۔ آپ نے مجھ سے ایک ناحق بات کا مطالبہ کیا ہے، اور اسے ماننے سے انکار کی وجہ سے مجھ پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی، جن لوگوں پر انصاف کی ذمہ داری عاید ہوتی ہے، جب وہ انصاف نہیں کرتے تو حریف حد سے تجاوز کر جاتا ہے، برادر محترم میں آپ کا فرمان بردار ہوں، آپ کی خوشنودی کا آرزومند ہوں اور اللہ نے آپ کو جو کچھ دیا ہے۔ اس پر خوش ہوں اور اپنے حال پر قانع ہوں۔

یہ خط مامون نے اس جماعت کے سپرد کر دیا اور اس سے خواہش ظاہر کی کہ وہ جب امین کے پاس جاتے تو ان سے کہے، میں ان کا اس وقت تک مطیع اور فرمانبردار رہوں گا، جب تک وہ اپنے معاہدہ کے پابند رہیں گے اور میرے حق میں مداخلت نہ کریں گے

یہ لوگ امین کے پاس آئے، اسے مامون کا خط دیا۔ امین خط پڑھ کر غصہ سے بے قابو ہو گیا، اور مامون کو لکھا۔

معلوم ہوتا ہے تم ان نعمتوں کو جو اللہ نے تم پر کی ہیں برباد کرنا چاہتے ہو۔ اور اپنے آپ کو دوزخ کی آگ میں ڈالنے کے خواہشمند ہو۔

یہ خط مامون کو ملا۔ تو وہ سمجھ گیا، اب مصالحت کا امکان نہیں رہا۔ اور اس میں اور امین میں ضرور لڑائی ہوگی۔ مگر مصیبت یہ تھی کہ مامون کے اہل وعیال ایک کروڑ دینار نقد اور بہت سا دوسرا ساز و سامان مدینۃ السلام اور رقہ میں تھا، مامون اب ہر وقت اس غم میں رہتا کہ اس کے بال بچوں اور روپے کا کیا ہو گا۔

اس سلسلہ میں اس نے ذوالریاستین سے مشورہ لیا - اور اس کے مشورہ پر امین کو ایک بہت ہی نرم خط لکھا، اس خط میں مامون نے امین سے برادرانہ محبت سے اپیل کرنے کے بعد اپنے اہل وعیال کے بارے میں بڑی تشویش ظاہر کی اور لکھا - مجھے ان سے جدا ہوئے کافی دن ہو گئے ہیں اور اب میرا دل ان کے لئے بہت پریشان ہے - اگر آپ انہیں بھیج دیں تو مجھ پر بڑا کرم کریں گے - نیز امین کو یہ بھی لکھا مجھے روپے کی سخت ضرورت ہے - وہ روپیہ جو والد محترم نے اپنی زندگی میں مجھے عطا کیا تھا، وہیں آپ کی تحویل میں ہے - یہ روپیہ اگر آپ مجھے بھیج دیں تو میرا حق مجھے دینے کے ساتھ ساتھ آپ مجھے سرحدی مشکلات سے بچالیں گے -

امین احمق نہ تھا - اس خط کا مقصد پا گیا - اور جو جواب دیا - اس میں روپے کے بارہ میں تو صاف انکار کر دیا، البتہ اس کے اہل وعیال کے متعلق لکھا کہ ہمیں وہ خود اسی طرح عزیز ہیں جس طرح تمہیں ہیں، رستہ اچھا نہیں ہے اس لئے ہم ابھی انہیں بھیج نہیں سکتے، سوچیں گے اگر مناسب سمجھیں تو بھیج دیں گے -

مامون اور ذوالریاستین اس خط کے بعد بہت سنبھل گئے اور حدود کا پہرہ پہلے سے زیادہ کڑا کر دیا، سوائے مخصوص اور معتبر تاجروں کے اب کوئی شخص خراسان سے نہ باہر جا سکتا اور نہ اندر آ سکتا -

اور ادھر ابھی تک امین اس غلط فہمی میں مبتلا تھا کہ اگر وہ کوشش کرے تو مامون کے ساتھیوں کو اس سے توڑ سکتا ہے، اپنی اسی غلط فہمی کی بنا پر اس نے ایک خفیہ جماعت پھر خراسان کی طرف

بھیجی - مگر یہ جماعت سرحد پر سے ناکام لوٹ گئی - جو خطوط روانہ کئے وہ بھی پکڑے گئے -

اس کے برعکس مامون اور ذوالریاستین کے جاسوس مدینۃ السلام اور خود شاہی قصر میں موجود تھے - اور یہاں کے حالات مامون کو برابر لکھ رہے تھے -

فضل بن ربیع کے جاسوس ناکام لوٹے تو اس سے اور تو کچھ نہ ہو سکا اس نے بھی اپنی سرحدوں پر کڑے پہرے بٹھا دیئے - اور خراسان اور اپنی قلمرو کو ایک دوسرے سے قطعاً الگ کر دیا - اس پابندی کے باوجود ذوالریاستین کا ایک جاسوس عورتوں کے ذریعے اسے خطوط لکھتا رہا اس جاسوس نے اپنے آخری خط میں مامون کو امین کی فوجی تیاریوں کی خبر دی تھی -

ذوالریاستین نے یہ خط پاتے ہی ہرثمہ کے ساتھی سپہ سالار طاہر بن حسین کو سرحدی فوجوں کے ساتھ رے کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا - طاہر رے پہنچا - چھاؤنیاں قائم کیں - اور جاسوسوں کی ایک جماعت چاروں طرف پھیلا دی -

ادھر امین نے موسیٰ کو ناطق بالحق خطاب دے کر ولیعہد نامزد کر دیا ، عوام سے اس کے لئے عام بیعت لی - اور مامون کو برطرف کر کے حکم دیا کہ ہر مسجد میں اس کے لئے بد دعا کی جائے -

بد دعا پر ہی اکتفا نہیں کی گئی ، علی بن عیسیٰ کو چاندی کی ایک زنجیر چالیس ہزار سپاہی ڈھائی لاکھ دینار اور دو ہزار مرصع تلواریں دے کر مامون کی گرفتاری کے لئے بھیجا گیا -

نہروان تک خود امین اور اس کے بڑے سردار علی بن عیسیٰ کو الوداع کہنے آئے۔

علی ڈھول بجاتا اور روپے تقسیم کرتا، ہمدان آیا، ہمدان سے وہ رے روانہ ہوا، وہ جس وقت رے پہنچا ہے۔ اس وقت طاہر بن حسین وہاں چار ہزار سپاہیوں کے ساتھ ڈیرے ڈالے تھا۔ اس کی سپاہ گو کم تھی لیکن عقلمندی اور معاملہ فہمی میں جواب نہ رکھتا تھا، دونوں فوجیں جب مقابلہ میں آتی ہیں تو اس نے اپنے چند معتمد ساتھیوں کو وہ معاہدے دے کر علی کے پاس بھیجا جو ہارون نے امین اور مامون سے مرتب کرائے تھے۔ اس کے ان ساتھیوں نے یہ معاہدے نیزوں پر ٹانگ لیئے علی کی فوج کے سامنے آئے، سفید جھنڈیاں ان کے ہاتھ میں تھیں، ان لوگوں کو امان ملی۔ ان میں سے احمد بن ہشام نے علی کو مخاطب کرتے ہوئے اسے یاد دلایا کہ تم خود اس وقت خراسان کے وائسرائے تھے جب ہارون نے مامون کے لئے عوام سے بیعت لی تھی اور اب تم خود اس بیعت کو توڑ کر خراسان آئے ہو، کہ لوگوں کو بد عہدی پر آمادہ کرو۔ بڈھے شرم کرو۔ اور خدا سے ڈرو اس بڑھاپے میں ایسا جرم کر رہے ہو جس کی اجازت تمہاری عمر نہیں دیتی۔ قبر میں پاؤں لٹکا کر بھی اگر تم خدا سے نہ ڈرو گے تو کون سا وقت ہوگا۔

علی اس قسم کی گفتگو کو خلافِ ادب سمجھا، اس نے تیر اندازوں کو حکم دیا احمد بن ہشام اور اس کے ساتھیوں پر تیر اندازی کرو اور خود تلوار بے نیام کر کے آگے بڑھا۔ آن کی آن میں، علی

اور طاہر کے سفیر ایک دوسرے سے گتھ گئے۔ علی مارا گیا۔ انہوں نے اس کا سر کاٹ لیا۔ اور نیزے پر ٹانگ کر بلند آواز سے پکارے۔

ہم نے علی بن عیسیٰ کو مار ڈالا۔

یہ آواز کیا تھی گویا ایٹم بم تھا جو علی کی فوج کے سر پر پھٹا، بزدل سر پر پاؤں رکھ کر اس طرح پیچھے کو بھاگی جیسے طاہر اور اس کے ساتھی آدمی نہیں دیو ہیں، تعاقب میں طاہر کی فوج لپکی علی آرہی تھی علی کی فوج نے کہیں کہیں رک کر اس کا مقابلہ کیا، مگر ہر بار بھاگی اور بری طرح کٹی۔

طاہر نے فتح کے بعد جب غنیمت کا شمار کیا تو اس میں ہزار ہزار درہموں کی سات سو تھیلیاں اور دو ہزار مرصع تلواریں بھی تھیں، غنیمت کا شمار کر لینے کے بعد طاہر نے ذوالریاستین کو ذیل کا نامہ فتح لکھا،

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے آپ کے دشمن کو مغلوب کیا اور ہمیں فتح دی۔ اس وقت جبکہ میں آپ کو یہ خط لکھ رہا ہوں، علی کا سر میرے سامنے رکھا ہے اور اس کی مہر میں نے اپنی انگلی میں پہن رکھی ہے۔

ذوالریاستین کو جب یہ خط ملا۔ تو وہ ہرثمہ کو رخصت کر کے تین راتوں کی مسلسل بے آرامی کے بعد آرام کرنے کے لئے اپنی خوابگاہ میں داخل ہو چکا تھا، خط پڑھتے ہی مامون کی طرف بھاگا، آ سے خط سنایا، اور خلیفہ کہہ کر مخاطب کیا۔

مامون نے اسی وقت دربار عام منعقد کیا - تمام لوگوں سے اپنی خلافت کی بیعت لی اور امین کو معزول کر دیا - خراسان کے لوگوں نے اس دن عام جشن کیا، خوب خوشیاں منائیں، ادھر جب علی کے قتل اور اس کی فوج کی شکست کی خبر امین کو ملی - تو وہ بہت پریشان ہوا - اس کی یہ پریشانی اس وقت تو بہت بڑھ گئی، جب باب الجسر پر ایک شور قیامت اُٹھا - امین کے حواس اڑ گئے خادم کو تحقیق حال کے لئے بھیجا، معلوم ہوا، فوج شور مچا رہی ہے اور معاش کا مطالبہ کر رہی ہے -

امین کو سُنکر اطمینان ہوا، کہنے لگا، بس اتنی سی بات ہے، ہم سمجھے تھے ہماری فوج ہم سے کوئی سخت مطالبہ کرتی ہے - اس کے بعد عبداللہ بن خازم کو بلا کر حکم دیا - ہر سپاہی کو چودہ چودہ مہینوں کی تنخواہیں پیشگی دے دو، ان تنخواہوں کے علاوہ اس نے فوج کے سرداروں کو بیش بہا انعامات دیئے -

فوج میں انعامات تقسیم کرنے کے بعد امین نے عبدالرحمٰن بن جبلہ کو بیس ہزار آزمودہ کار سپاہی دے کر طاہر کے مقابلہ پر بھیجا - روانگی کے وقت اسے بے شمار روپیہ دیا کہ رستے میں نئی فوجیں بھرتی کرنے میں استعمال کرے -

عبدالرحمٰن کے ساتھ جو لوگ بھیجے گئے انہیں بھی خوب انعامات دیئے گئے - عبدالرحمٰن دولت اور انعامات کے بوجھ سے لدا پھندا جب ہمدان پہنچا تو میدان میں اُترنے کی بجائے شہر کے اندر چھاونی ڈال لی - شہر پناہ کی مرمت کرائی - دروازوں کو درست کرایا - اور

ہر قسم کا سامان جنگ اور خوراک جمع کر کے طاہر سے لڑنے کے لئے مستعد ہو گیا۔

طاہر کو اس کے آنے کی خبر ہو گئی تھی وہ بھی اپنی فتح مند فوج کے ساتھ ہمدان آن پہنچا، ہمدان کے دروازے کھل گئے۔ دونوں فوجیں ایک دوسرے کے سامنے آ گئیں۔ بڑے زور کا رن پڑا صبح سے دوپہر اور دوپہر سے شام ہو گئی۔ مگر کسی فریق نے بھی کمزوری نہیں دکھائی، اندھیرا پھیلنے لگا، تو دونوں فریق اپنے پڑاؤ کو واپس ہو گئے دوسرے دن مقابلہ نہیں ہوا، اسی طرح کئی دن گذر گئے۔ نہ طاہر کی فوج حملہ آور ہوئی اور نہ عبدالرحمٰن ہی نے مقابلہ کیا، اس صورت حال سے عبدالرحمٰن کو یہ غلط فہمی ہو گئی کہ طاہر اس سے مرعوب ہو گیا ہے، طاہر یہی چاہتا تھا۔ کہ عبدالرحمٰن کو اس غلط فہمی میں مبتلا کر کے اسے ہمدان کی قلعہ بندیوں سے باہر نکال لائے، اور پھر اس پر اس زور کا حملہ کرے کہ اسے چھٹی کا دودھ یاد آ جائے۔

عبدالرحمٰن اس غلط فہمی میں مبتلا ہو کر۔ اپنی ساری فوج کے ساتھ ہمدان سے نکلا اور طاہر پر حملہ آور ہوا، دونوں فوجیں آج پھر بڑی بے جگری سے لڑیں۔ عبدالرحمٰن کی فوج نے کئی بار بڑے زور کے حملے کئے اگر طاہر اور اس کے ساتھی ذرا بھی بزدلی دکھاتے تو ناکام ہو گئے تھے، مگر عبدالرحمٰن کی فوج کا ہر حملہ بڑی جرأت سے روکا۔ اور جب لڑائی کی آگ خوب بھڑک اٹھی تو وہ اپنے مخصوص دستے کو ساتھ لے کر اس طرف بڑھا جہاں دشمن کا علمبردار کھڑا

تھا، اس نے علمبردار کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ اسے مار ڈالا۔ اور علم سرنگوں کر دیا۔ علم کیا سرنگوں ہوا عبدالرحمٰن کی فوج ہمت ہار گئی۔ اس کی صفیں چھٹنے لگیں۔ اور ہوتے ہوتے ساری کی ساری فوج پیچھے کو بھاگی۔

طاہر نے اس کا تعاقب کیا اور مارتے مارتے ہمدان کے دروازوں پر لے آیا۔ دروازوں پر پہنچ کر یہ فوج ایک بار جم کر لڑی اور پھر قلعہ بند ہو گئی۔ طاہر نے محاصرہ کر لیا۔ محصور فوج روزانہ باہر آتی اور معمولی جھڑپ کے بعد پھر اندر چلی جاتی اور دروازے بند کر لیتی۔ کئی دن تک یہی ہوتا رہا، یہاں تک کہ طاہر نے محاصرہ میں انتہا سے زیادہ سختی برتنی شروع کی۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ ہمدان کے لوگ عبدالرحمٰن کی فوج سے بدظن ہو گئے۔ خود فوج کی حالت بھی بہت زبوں تھی، لڑنے کی ہمت نہ رکھتی تھی مگر محض ان کی وجہ سے اب تک مقابلہ پر اڑی تھی۔ شہری باغی ہو گئے۔ تو عبدالرحمٰن نے طاہر کے پاس سفیر بھیج کر اپنے لئے اور فوج کے لئے امان مانگی۔

طاہر نے اسے امان دے دی تو وہ اپنی فوج کو لے کر شہر سے نکل گیا۔ اور طاہر کے پڑاؤ سے تھوڑے فاصلے پر چھاؤنی ڈال لی۔

طاہر کی فوج عبدالرحمٰن کی طرف سے مطمئن ہو کر سستانے لگی تھی کہ ایک رات اچانک عبدالرحمٰن نے اس پر شب خون مارا۔ طاہر کی پیادہ فوج نے بڑی پامردی سے اس وقت تک اس کا رستہ روکا جب تک سوار فوج تیار نہ ہو گئی۔ سوار فوج تیار ہو کر

سامنے آگئی تو بڑے زور کا رن پڑا - آج ہزاروں تلواریں اور نیزے ٹوٹے - مگر دونوں فریق یہ تہیہ کئے تھے کہ ایک دوسرے کو مارے بغیر چین نہ لیں گے - طاہر بار بار اپنی صفوں کے سامنے آتا اور سپاہیوں کو للکارتا۔

یہ بھگوڑے تم سے معافی مانگ کر اور وعدہ امان لے کر گئے تھے - یارو ان کو آج اس بد عہدی کا ایسا سبق دو کہ اسے کبھی بھول نہ سکیں -

طاہر کی فوج نے آج سچ مچ ان بھگوڑوں کو خوب سبق دیا - ان کے ایک ایک آدمی کو چن چن کر مارا - اور جب صبح ہوئی تو میدانِ جنگ دشمن کی نعشوں سے پٹا پڑا تھا - عبدالرحمٰن اور اس کے سارے ساتھی کٹے پڑے تھے -

یہ ایک بڑی فتح تھی جو طاہر کو نصیب ہوئی، اس کے حوصلے بہت بڑھ گئے اس نے اس دن تو آرام کیا - پھر فاتحانہ بگل بجاتا عراق کی طرف بڑھا - وہ ایک ایک شہر اور ضلع سے اس طرح گذرتا گیا جیسے یہ سارا علاقہ پہلے ہی سے اس کا مطیع ہے - اس طرح یلغار کرتا - وہ حلوان کے قریب آن پہنچا، فوج کے چند دستے ادھر ادھر بھیجے کہ آس پاس کی بستیوں کو اپنی فتح و کامرانی کی خبر دیں - امین کو طاہر کی پیش قدمی کی خبریں برابر مل رہی تھیں، مگر وہ عیاشی میں کھویا تھا، البتہ فضل بن ربیع اپنے انجام کو قریب آتے دیکھ کر بہت بے چین تھا، طاہر حلوان کے قریب آن پہنچا تو فضل بن ربیع نے احمد بن ربیع اور عبداللہ بن حمید

کو بیس ہزار فوج دے کر طاہر کے مقابلہ کے لئے بھیجا اور دونوں کو ہدایت کر دی کہ ایک دوسرے سے متفق رہیں۔

ان کے آنے کی خبر گرم ہوئی تو طاہر نے اپنی چھاونی شلاشان کے گرد خندق کھدوالی۔ تاکہ مقابلہ کے وقت یہ قلعہ کا کام دے۔

دونوں فوجیں آگے بڑھتی شلاشان کے قریب آن پہنچیں۔ اور طاہر کے پڑاؤ سے تھوڑے فاصلے پر ڈیرے ڈال دیئے۔ طاہر کی فوج ان دونوں فوجوں کے مقابلہ میں آدھی بھی نہ تھی۔ طاہر نے یہ صورت حال جان کر انتہائی دانائی سے کام لیا، دونوں فوجوں میں اپنے مخبر بھیج کر پھوٹ ڈلوا دی، وہ دونوں طاہر سے لڑنے کی بجائے ایک دوسرے سے الجھ پڑیں اور پھر آپ ہی آپ پسپا ہو گئیں۔

طاہر یہیں تھا کہ ہرثمہ بن اعین مامون کا ایک معتمد سردار، اس کے پاس آیا۔ اسے شاہی فرمان دیا۔ اس شاہی فرمان میں طاہر کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ اپنے تمام مفتوحہ علاقے ہرثمہ کو سونپ کر خود اہواز پر پیش قدمی کرے،

طاہر نے حکم کی تعمیل کی مفتوحہ علاقے ہرثمہ کو سونپے اور خود اہواز کی طرف بڑھ گیا۔

ہرثمہ حلوان میں داخل ہوا، اسے خوب مستحکم کیا، اور تمام پہاڑی رستوں اور ناکوں پر فوجیں بٹھا دیں کہ دشمن اندر آنے نہ پائے۔

طاہر حلوان سے چل کر شلاشان آیا، فوج کو کئی حصوں پر بانٹا مقدمۃ الجیش کو عمر کی قیادت میں دے کر آگے بھیجا، پھر محمد بن طالوت محمد بن علا۔ عباس بن بخدا، حارث بن ہشام، داؤد بن موسیٰ ا

اور ہارون کو ہزار ہزار دو دو ہزار سپاہ دے کر تھوڑے تھوڑے وقفہ سے اس کے پیچھے روانہ کیا۔ اور جب یہ دستے اہواز کے قریب پہنچ گئے۔ تو وہ خود بھی آگے بڑھا۔ مگر اس نے اپنی رفتار ذرا سست رکھی، البتہ جب اس کے مخبر اس کے پاس خبر لائے کہ اہواز کا گورنر محمد بن یزید بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ سابور پہنچ چکا ہے، تو اس نے اپنے ایک اور معتمد سردار قریش بن شبل کو سوار فوج کا ایک دستہ دے کر حکم دیا کہ اڑتا ہوا جائے اور اپنے ساتھیوں کے قریب اتر پڑے۔

طبری کا بیان ہے کہ طاہر کے اس طریق کار سے دشمن بہت مرعوب ہوا۔ وہ سمجھا، طاہر کے ساتھ لاتعداد فوج ہے۔ اس نے لڑائی کئے بغیر پسپائی اختیار کی اور سوق اہواز میں آن ٹھہرا،

طاہر کا پہلا مقصد پورا ہو گیا۔ اس نے مقابل فوج کے دلوں میں ایک عجیب وحشت پیدا کر دی۔ اور یہ وحشت تو اس وقت بہت بڑھ گئی، جب طاہر خود اپنی مخصوص فوج کے ساتھ قریب آن پہنچا۔ اور جن دستوں کو آگے بھیج چکا تھا، ان کے سرداروں کو بلا کر حکم دیا۔ دشمن کا تعاقب کریں۔

یہ دستے ہوا کی طرح اڑتے، اہواز آئے، اور اہواز کی شہر پناہ کے سامنے ڈیرے ڈال دیئے، دوسرے دن طاہر بھی ان کے ساتھ آن ملا۔ اس کے آنے سے پہلے قریش بن شبل نے لڑائی کی طرح ڈال دی تھی۔ اس نے آج نرالا طریق جنگ اختیار کیا تھا۔ اپنی ساری سوار فوج کو پیادہ بنا کر لڑا رہا تھا۔ اور یہ پیادہ فوج اس طرح لڑی کہ

دشمن نے پسپائی اختیار کی۔
دوسرے دن دشمن پھر مقابلہ میں آیا، اور پھر پسپا ہوا۔
محمد بن یزید نے اپنے سپاہیوں کو بار بار پسپا ہوتے دیکھا۔ تو اپنے
محافظ دستہ کو قریب بلا کر کہنے لگا۔
مجھے اندیشہ ہو گیا ہے۔ کہ میری فوج بھاگ جائے گی۔ اس لئے
میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ خود میدان جنگ میں اتروں
اور بہادرانہ لڑ کر جان دے دوں۔ تم میں سے جو جان
چاہے میری طرف سے اسے کھلی اجازت ہے۔ میں نہیں
چاہتا میری وجہ سے تم لوگ زندگی جیسی نعمت سے ہاتھ
دھوؤ۔
مایوسی کی یہ باتیں اس کی محافظ فوج کے دل میں نشتر بن کر چبھیں
اور اس نے اس کی زندگی کی قسمیں کھا کھا کر اسے یقین دلایا کہ ان
میں کا ایک ایک آدمی اس کی خاطر اپنے خون کا آخری قطرہ تک
بہا دے گا۔
ایسا ہی ہوا۔ یہ سارے کے سارے سپاہی پیادہ پا ہو گئے۔
اور طاہر کی فوج پر اس طرح ٹوٹ پڑے جیسے کہ بھوکے بھیڑیئے
ہوں۔
طاہر آج خود میدان جنگ کا نقشہ دیکھ رہا تھا، محمد بن یزید کے
کے ان ساتھیوں کو اس طرح داد شجاعت دیتے دیکھا تو اسے ڈر
ہوا کہ کہیں ان لوگوں کا یہ انداز میدان جنگ کا نقشہ پلٹ نہ دے
اس نے چند جان بازوں کو بلا کر حکم دیا، دشمن کی صفیں چیر کے،

اس جگہ جا پہنچیں جہاں محمد بن یزید کھڑا ہے، یہ جاں باز بلا کے بہادر تھے، انہوں نے اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کی۔ اور دونوں ہاتھوں سے تلواریں چلاتے محمد بن یزید کے قریب جا پہنچے، محمد پلٹنا چاہتا تھا کہ ایک سپاہی نے نیزہ مارا، اور اس کا سینہ چھید کر اسے زمین پر گرا لیا۔ دوسرے بھی جھپٹ پڑے اور اس کا سر کاٹ کر ہوا میں اچھالنے اور شور مچانے لگے۔

ہم نے محمد بن یزید کو مار دیا ہے۔

محمد بن یزید کے جو سپاہی اب تک جم کر لڑ رہے تھے، ان کے حوصلے بھی پست ہو گئے، اور ایسی بھاگڑ مچی کہ میدانِ جنگ میں دشمن کی نعشوں کے سوا اور کوئی متنفس دکھائی نہ دیتا تھا۔

اس فتح کے بعد طاہر اہواز میں داخل ہوا، کچھ دن آرام کیا۔ تمام انتظامات درست کیے۔ بحرین۔ عمان اور اہواز سے لے کر بصرہ تک کے علاقے پر اپنے نائب مقرر کیے۔ سپاہیوں میں انعامات تقسیم کیے۔ جنہوں نے غیر معمولی بہادری دکھائی تھی۔ انہیں ترقیاں دیں اور اہواز میں اپنا جانشین چھوڑ کر خود فتح کا پرچم لہراتا، واسطہ کی طرف بڑھا، رستہ میں جتنی جنگی چوکیاں اسے ملیں سب کی سب خالی تھیں۔ وہاں کے پہرہ دار اس کی آمد کی خبر سنکر بھاگ نکلے تھے جنگی چوکیوں کے علاوہ دوسرے حکام بھی رختِ سفر باندھ گئے تھے طاہر ہر جگہ فوجی چوکیاں بٹھاتا اپنے حکام مقرر کرتا، واسطہ آیا۔ واسطہ کے گورنر اور سپہ سالار سندی بن یحییٰ اور ہیثم پہلے تو لڑنے کا ارادہ کرتے رہے، مگر پھر فوج کے تیور دیکھ کر واسطہ کے پچھلے دروازوں

سے بھاگ نکلے - طاہر کو ان کے اس طرح کے فرار کی خبر ہوئی تو وہ ہنسا - اور بڑی شان اور آن کے ساتھ واسطہ کے اندر داخل ہوا - شہریوں اور عام فوجیوں نے ہر دروازے اور ہر بازار کے نکڑ پر اس کا استقبال کیا -

طاہر نے شاہی محل پر پہنچ کر ابھی قیام نہیں کیا تھا، کہ اسے اطلاع ملی کہ ہشیم اور سندی فم الصلح پہنچ رہے ہیں - اگر یہ لوگ فم الصلح پہنچ جاتے تو گویا ایک اہم چھاؤنی پر ان کا قبضہ ہو جاتا، اور طاہر کو ان پر فتح پانے میں بڑی دشواریاں پیش آتیں - اس لئے اس نے محمد بن طالوت کو حکم دیا، سواروں کا ایک دستہ لے کر ان کا تعاقب کرے - اور انہیں وہاں کی چھاؤنی پر قبضہ کرنے نہ دے - ایک دوسرے سردار احمد بن مہلب کو کوفہ بھیجا - احمد کوفہ کے قریب پہنچا تھا - کہ وہاں کے گورنر عباس بن موسیٰ نے امین سے اپنی بے تعلقی کا اظہار کر کے مامون کے لئے بیعت لے لی، اور ایک سفارت کے ذریعہ طاہر کو اطلاع دے دی -

کوفہ مطیع ہوا تو بصرہ کے گورنر نے بھی بغیر لڑے ہتھیار ڈال دیئے اور مامون کے لئے بیعت لے لی، موصل نے بھی ان دونوں شہروں کی پیروی کی،

گو اس علاقہ میں طاہر سے اب کوئی لڑنے والا نہیں رہا تھا، مگر اس نے فوجی رعب قائم کرنے کے لئے چھوٹے چھوٹے دستے ادھر ادھر پھیلا دیئے - اور اس طرح کوفہ، بصرہ اور موصل کے سارے علاقے پر طاہر کی ہیبت چھا گئی -

بڑے بڑے زمیندار اور جاگیردار، گلوں میں عقیدت کا پھندا ڈالے
اور ہاتھوں میں نذریں لے کر اس کی خدمت میں حاضر ہوتے گئے۔
طاہر واسط سے طرنایا آیا، وہاں پل بنوایا، خندق کھدوائی اور
چھاؤنی ڈال لی۔ تمام مفتوحہ علاقوں پر اپنے عامل اور حکام مقرر کئے
کوفہ، بصرہ اور موصل کے گورنروں کو اطاعت قبول کر لینے کے صلہ میں
ان کے عہدوں پر بحال رکھا۔

طاہر کی پے در پے فتوحات کی خبریں مکہ اور مدینہ پہنچیں تو وہاں
کے گورنر داؤد نے بذات خود امین کو اس کی بدعہدی کی بنا پر معزول
کر کے مامون کے لئے بیعت لی۔ بیعت لینے کے بعد داؤد مامون
سے ملنے کے لئے مرو پہنچا، اپنی کارگذاری عرض کی، صلہ پایا،
امین کو اپنے گورنروں کی بے وفائی کا علم ہوا تو وہ بہت سیخ پا
ہوا اور محمد بن سلیمان اور محمد بن حماد کو بہت بڑی فوج دے کر
طاہر کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ فم الجامع کے قریب اس نئی فوج اور
طاہر کے دستوں میں مقابلہ ہوا۔ بڑی سخت لڑائی ہوئی، محمد بن سلیمان
اور محمد بن حماد دونوں نے بہت بری شکست کھائی۔ محمد بن حماد تو بھاگ
کر بغداد جا پہنچا۔ البتہ محمد بن سلیمان کی طرف سے فضل
بن موسیٰ مقابلہ پر آیا۔ فضل بن موسیٰ نے بھی شکست کھائی۔ تو طاہر نے
مدائن کا رخ کیا۔ جو امین کی ایک مضبوط سرحدی چوکی تھی۔ طاہر مدائن
پہنچا تو مدائن کی ساری فوج اپنے قائد سمیت بغداد کی طرف بھاگ
نکلی۔ طاہر نے مدائن پر قبضہ کر لیا۔ مامون کے لئے عام بیعت لی
اور پھر صرصر آیا۔ نہر پر پل باندھا۔ اور وہیں چھاؤنی ڈال لی۔

امین کے سپہ سالار یکے بعد دیگرے اس سے لڑنے آئے۔ طاہر نے ہر ایک کو شکست دی۔ یہ صورتِ حال امین کے لئے بہت مایوس کن تھی۔ اس نے جنگ کی بجائے روپے سے کام لینا شروع کیا۔ وہ خزانے جو اس کے آباؤ اجداد کے زمانہ سے بھرے چلے آتے تھے۔ کھول دیئے، وہ ہر صبح اور ہر شام سونے اور چاندی کے ڈھیر کے ڈھیر خفیہ طور پر گدھوں پر بار کر کے ادھر بھجواتا۔ اور طاہر کی فوج میں بٹوا دیتا۔ امین کی اس فیاضی نے طاہر کے کئی ہزار سپاہیوں اور سرداروں کے دل جیت لئے اور وہ ایک ایک کر کے طاہر سے کٹ کر امین کے پاس آ گئے، اندازہ کیا گیا ہے کہ اس طرح دس ہزار سپاہی اور ایک درجن کے قریب سردار طاہر سے منہ موڑ گئے۔ یہ سپاہی دس دس آدمیوں کی ٹولیاں بنا کر ڈھول بجاتے اور نعرے لگاتے، جب بغداد میں داخل ہوتے تو امین کے زرد چہرہ پر ایک عجیب رونق آ جاتی۔ بے وقوف سمجھا کہ طاہر کی اس سپاہ سے وہ طاہر کو شکست دے سکے گا، مگر چند دن بعد جب یہ بے وفا فوج کچھ اور فوج سے مل کر طاہر کے مقابلہ میں آئی تو طاہر نے اس کو اس طرح ذبح کیا جیسے یہ محض قربانی کے جانور تھے۔ یہ احمق امین کا دیا ہوا بہت سارو پیہ بھی اپنے ساتھ لائے تھے۔ یہ روپیہ طاہر کے سپاہیوں نے لوٹ لیا اور اس طرح امین کی تقسیم کی ہوئی دولت اس کی فوج کی بجائے طاہر کی فوج کو مل گئی۔ اور اس کے حوصلے اور بلند ہو گئے۔

مگر ابھی امین کے خزانے خالی نہ ہوئے تھے۔ اس نے درہموں اور دیناروں سے بھری ہوئی ہزاروں تھیلیاں اور نکلوائیں اور بغداد کے

چودھریوں کو بلا بلا کر انہیں درہموں کی تھیلیاں اور ہتھیار دے کر طاہر کے خلاف لڑنے پر تیار کیا - بغداد کے بہت سے شہری بھی درہم اور دینار کے لالچ میں شاہی محل کے دروازوں پر آن جمع ہوئے تھے - امین نے ان کو بھرتی تو کر لیا مگر کچھ دیا نہیں - ان شہریوں اور ان کے چودھریوں پر مشتمل فوج جب بغداد سے باہر آ کر چھاؤنی میں اتری تو طاہر کے مخبر اس میں پھیل گئے - انہوں نے شہریوں کو طعنے دیئے، تمہارے چودھریوں کو درہموں کی تھیلیاں ملی ہیں مگر تمہیں کیا ملا ہے - اگر تم بھی صلہ چاہتے ہو تو ہمارے پاس چلے چلو، ہم تمہیں اتنا دیں گے کہ پھر مانگنے کی حاجت نہ رہے -

طاہر کے مخبر کامیاب ہوئے - فوج میں ایک عجیب طرح کی بے چینی پیدا ہو گئی، سپاہی اپنے افسروں سے کٹ گئے - انہوں نے اپنے میں سے اپنے افسر چنے - اور ڈھول بجا بجا کر عجیب ہنگامہ بپا کر دیا -

امین اس صورتِ حال سے بہت پریشان ہوا، اس نے اس فوج کو مطمئن کرنے کی بہت کوشش کی مگر فوج لڑنے مرنے پر تیار تھی - کسی طرح راہ پر نہ آتی - طاہر کے مخبر ابھی تک اس آگ کو ہوا دے رہے تھے - اور یہ آگ اس درجہ بھڑکی کہ امین کو مجبور ہو کر اس فوج پر حملہ کرنے کا حکم دینا پڑا - لڑائی ہوئی اور خوب تلوار چلی - اور ابھی اس لڑائی کا کوئی فیصلہ نہ ہوا تھا کہ طاہر نے بہت سا روپیہ بھیج کر اس فوج کے سپہ سالار کو اپنے پاس آنے کی دعوت دی - سپہ سالار نے یہ روپیہ لیا اور فوج کو حکم دیا، لڑتے لڑتے صرصر کی طرف بڑھنے لگے -

یہ فوج صرصر آگئی۔ تو طاہر نے اس کے ہر آدمی کو صلہ دیا، تنخواہ بڑھائی اور ترقی کی امیدیں دلائیں،

اس طرح طاہر کی جمعیت گھٹنے کی بجائے بڑھ گئی۔ اور ہرثمہ کی آمد سے تو طاہر اس قابل ہو گیا کہ بغداد کا محاصرہ کر سکے، وہ صرصر سے چل کر بغداد آیا۔ ہرثمہ کو نہر بین پر اتارا۔ دریا پر ایک دیوار اور خندق بنائی۔ شمالیہ پر عبداللہ کو مقرر کیا اور آپ باب الانبار والے باغ میں اترا۔ ہر طرف بڑی بڑی منجنیقیں اور عرادے نصب کر دیئے اور شہر پر آگ اور پتھروں کی بارش شروع کر دی۔

امین کی پریشانیاں بہت بڑھ گئیں، خزانے خالی ہو چکے تھے۔ اور اس کے پاس اب اتنا بھی نہ تھا کہ فوج کی تنخواہ ہی بانٹ سکے۔ شاہی محل کے توشہ خانے اور اسٹور کھلے۔ ان میں سونے چاندی کے جتنے برتن تھے۔ وہ سب منگوا کر ٹکسال کے سپرد کئے۔ اور دینار اور درہم ڈھلوا کر فوج کو بھیجے، اور اپنی ضروریات کے لئے جواہرات اور نوادر چیزیں فروخت کیں۔

امین کی یہ حالت فوج سے تو چھپی تھی لیکن سردار آگاہ تھے۔ اور یہ عام بات تھی جو انہوں نے کی، امین سے کٹ کر طاہر سے جا ملے۔ امین کے کوتوال نے یہ عالم دیکھا تو قید خانوں کے دروازے کھول دیئے اور ان قیدیوں اور شہر کے تمام دوسرے اوباشوں اور غنڈوں کی ایک فوج تیار کی اور طاہر کے مقابلہ میں آیا۔

اس وقت کا بغداد ایک بہت بڑا شہر تھا۔ شہر کا ہر محلہ، بجائے خود ایک مضبوط قلعہ تھا، اور پھر قدم قدم پر شاہی محل پھیلے ہوئے تھے جن

کی فصیلیں آسمان سے باتیں کر رہی تھیں اور ان پر فتح پانے کے لئے یہ ضروری تھا کہ ہر محلے اور ہر محل پر حملہ کیا جائے، طاہر نے آج پھر اپنی فوج کو کئی حصّوں میں بانٹا، اور ہر حصّہ کو حکم دیا منجنیقوں کو آگے رکھ کر پتھر برساتے ہوئے پیش قدمی کرے۔

طبری کا بیان ہے کہ طاہر کی منجنیقیں پہاڑ ساماں پتھر اُٹھا اُٹھا کر محلوں پر پھینکتی آگے بڑھ رہی تھیں اور پیچھے نیزوں۔ بھالوں اور تلواروں کا ایک سیلاب تھا جو امنڈا چلا آرہا تھا، اور یہ سیلاب ایک دن نہیں برابر چودہ مہینے بغداد کی گلیوں اور کوچوں میں سمٹتا اور پھیلتا رہا، مکان تباہ ہوگئے، محلوں کی آسمان سے باتیں کرنے والی فصیلیں منجنیقوں کی کی نذر ہوگئیں۔ بازار اجڑ گئے، کاروبار بند ہوگئے، ہر چہار طرف نعشیں ہی نعشیں پھیل گئیں۔ مگر نہ جانے کیا بات تھی بغداد کے شہری جوش میں آگئے تھے یا امین کی فوج غیرت مند بن گئی تھی کہ لڑائی کی آگ فرو ہونے میں نہ آتی تھی، شہری جن میں لفنگے اوباش اور اخلاقی مجرموں کی تعداد بہت زیادہ تھی، صفیں باندھ کر لڑ رہے تھے انہوں نے طاہر کے ساتھی سپہ سالار ہرثمہ کو کئی بار شکست دی ایک بار تو اسے پکڑ بھی لیا۔ مگر طاہر کی بروقت امداد نے اسے چھڑا لیا۔

طاہر نے بڑی چالیں چلیں۔ امین کے طرفدار بنو ہاشم اور سرداروں کی جاگیریں ضبط کر لیں۔ امین کی فوج کے سرداروں کو روپے کا لالچ دے کر ساتھ ملا لیا، مگر عام سپاہی اور خاص طور پر شہر کے لفنگے لڑائی سے باز نہ آئے،

طبری کا بیان ہے کہ ان چودہ مہینوں میں بغداد پر ہزاروں قیامتیں ٹوٹ گئیں، ادہر طاہر کی فوج اس پر پتھر اور آگ برساتی ادھر لٹیرے اور اچکے شرفا کے گھر لوٹتے۔ ان کی عورتوں کو اٹھا کر لے جاتے۔ اور بچوں اور بوڑھوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیتے۔

البتہ شہر کے جن حصوں پر طاہر کا قبضہ ہو چکا تھا۔ ان میں یہ خرابیاں نہ تھیں، یا جو عورتیں اور شرفا کسی نہ کسی طاہر کے پاس پہنچ گئے تھے وہ اس طوفان بے تمیزی سے بچ گئے تھے۔

اور یہ سب کچھ امین کے نام پر ہو رہا تھا۔ یہ لوگ ظاہر یہ کرتے کہ وہ امین کے لئے لڑ رہے ہیں، مگر اصل میں یہ لڑائی ان کی اپنی لڑائی تھی۔ اور اس کو اس لئے جاری رکھا گیا تھا کہ شہر کو لوٹیں اور اپنی بری خواہشات کو پورا کریں۔

سب سے زیادہ تباہی امین کے سپہ سالار ہرثمہ نے مچائی، وہ امین کے نام پر شہر کے دولت مندوں کو لوٹتا۔ اور ان کے مال اور اسباب پر قبضہ کر لیتا، شہر میں جتنے مالدار لوگ تھے، وہ سب اس کی زیادتی کا شکار ہوتے۔ ہرثمہ اس لوٹ کے مال میں سے کچھ آپ رکھتا۔ کچھ اپنی فوج میں بانٹتا اور باقی لٹیروں کے حوالے کر دیتا۔

مگر لڑائی اب بھی جاری تھی۔ اور اس لڑائی کو جاری رکھنے کے لئے شہر کے لفنگے اور ہرثمہ، امین کو کبھی ایک محل میں لے جاتے اور کبھی دوسرے میں، یہ لوگ لوٹ مار میں لگے تھے، امین بے چارے کو فاقوں کی نوبت آ گئی تھی۔ وہ کئی کئی وقت بھوکا رہتا، اپنی لونڈیوں اور غلاموں سے روٹی کے ٹکڑے مانگ کر کھاتا۔

یہ عالم تھا جب اس نے ہرثمہ سے امان مانگی - ہرثمہ اس کے باپ کا ایک معتمد غلام ہونے کے سبب اس کی اس درخواست کو رد نہ کر سکا - اور اسے امان دے دی - اس بات کی خبر طاہر کو ہوئی تو اس نے ہرثمہ کو پیغام بھیجا، تم نے میری اجازت کے بغیر ایسا کام کیا ہے، جس کے نتائج مامون کی خلافت کے لئے بہت برے ہوں گے - امین زندہ رہے گا تو غرض مند لوگ اس کو آلۂ کار بنا کر ہمیشہ فتنے اٹھاتے رہیں گے -

ہرثمہ نے طاہر کا پیغام سنا تو جواب میں لکھوایا،

میں اب امان دے چکا ہوں اور اپنے وعدہ سے پھر نہیں سکتا، طاہر نے اس سے پھر کچھ نہیں کہا، البتہ اس رات جبکہ امین اپنے محل سے نکل کر ہرثمہ کے پاس جانے والا تھا، طاہر اپنی ایک جماعت خاص کے ساتھ رستہ میں چھپ گیا - ہرثمہ کو اس کی خبر ہو گئی، وہ اپنی تباہ کن کشتی لے کر دریا کے رستہ شاہی محل کے قریب آیا، اور امین کو اس میں سوار کرا لیا - طاہر کا ایک ساتھی بھی چھپ کر اس کشتی میں سوار ہو گیا - اور کشتی کے پیندے میں سوراخ کر کے اُسے ڈبو دیا - ہرثمہ اور امین دونوں ڈوبتے ڈوبتے بچے - امین طاہر کے ہاتھوں گرفتار ہوا اور اس کے حکم سے قتل کر دیا گیا -

اسے قتل کرنے کے بعد طاہر نے امین کا سر نیزے پر ٹانگ کر شہر میں پھرایا -

جب مکان کا بنیادی پتھر اکھاڑ دیا جائے تو دیواریں قائم نہیں رہ سکتیں امین بغداد کی اس مدافعت کا بنیادی پتھر تھا - وہ قتل ہوا تو لڑنے

والوں نے ہتھیار رکھ دیئے، اور طاہر نے اپنی ساری فوج شہر میں پھیلا کر حکم دے دیا کہ اس شخص کو امان ہوگی جو اپنے گھر میں بند رہے گا۔ چند اچکوں کے سوا باقی سب لوگ گھروں میں بند رہے۔ یہ اچکے مارے جا چکے تو شہر میں امن قائم ہوا،

مگر اس امن کے باوجود لوگ شہر کی تباہی کو دیکھ دیکھ کر اس طرح رو رہے تھے، جیسے ان کے دل چیر دیئے گئے ہوں

شہر پر قبضہ کے بعد طاہر جامع مسجد میں آیا، لوگوں کو جمعہ کی نماز پڑھائی اور مامون کے لئے بیعت لی۔ دوسرے دن مامون کو اس لڑائی اور فتح کے حالات لکھے۔ اور امین کے بارے میں اپنی اور ہرثمہ کی مخالفت کا ذکر بھی کر دیا۔ یہ خط بہت فصیح اور بہت ہی دانشمندانہ ہے۔ طاہر جانتا تھا کہ مامون اپنے بھائی کے قتل کو گوارا نہ کرے گا۔ اس لئے اس نے اس خط میں مامون کو ان خدشات سے آگاہ کیا۔ جو امین کے زندہ رہنے پر حکومت کو پیش آتے۔

طاہر کا چچیرا بھائی اس کا یہ خط امین کا سر چادر، عصا اور مصلّیٰ لے کر ذوالریاستین کی خدمت میں حاضر ہوا، ذوالریاستین نے امین کا سر ایک ڈھال پر رکھ کر مامون کے سامنے پیش کیا۔ مامون سجدے میں گر پڑا۔ اور سر لانے والے کو دس لاکھ درہم انعام میں دیئے۔

امین ۲۸ سال کی عمر میں قتل ہوا۔ چار سال سات ماہ اور تین دن خلافت کی گدی پر بیٹھا۔

امین بہت غیر ذمہ دار اور عیاش حکمران تھا۔ اس نے ہیجڑوں کو اپنے گرد جمع کر رکھا تھا، ان کے ساتھ صبح و شام رہتا؛ وہی اسے سب

سے زیادہ محبوب تھے، اور یہ اس قدر سر چڑھ گئے تھے کہ حکومت کے بڑے بڑے معاملات میں دخل دیتے ۔ وہ ان کی بات چون و چرا کے بغیر مان لیتا۔

ہیجڑوں کے علاوہ شہر کے سارے مسخرے اس کے ندیم اور مصاحب تھے۔ اس نے لہو و لعب اور عیش و نشاط کے لئے قصر خلد نظیر رانیہ بستان موسلی، قصر ھبدویہ، قصر معلیٰ، رقہ، حکواذی۔ باب الدنبار ابارى اور ہوب میں نشاط گاہیں بنوائیں ۔ دن رات شراب پیتا۔ اور کبھی کبھی رات بھر ناچتا اور اپنے ساتھ بعض شرفا کو بھی ناچنے پر مجبور کرتا۔

یہاں تک کہ اپنے انجام کو پہنچا۔

مامون

ستائیسواں باب

سخت اِنتشار

امین کے قتل کے بعد گو مامون بظاہر ملک کے ہر حصّہ میں خلیفہ تسلیم کر لیا گیا تھا، لیکن اندرونی طور پر ابھی ملک کے کئی حصّوں میں انتشار باقی تھا اور جیسے ہی ذوالریاستین کے حکم سے اس کا بھائی حسن بن سہل، طاہر کی جگہ عراق کا گورنر بن کر آیا۔ یہ چھپا ہوا انتشار پھیلا اور بد امنی کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے۔ سب سے پہلے نیل کی وادی لالہ زار بنی اور ہرش نے وہاں ایک عجیب ہنگامہ کھڑا کر دیا، وہ بستی بستی اور قریے قریے پہنچا۔ مالگذاری وصول کی، سرکاری دفاتر لوٹے۔ اور بستیوں اور قریوں کو تباہ اور برباد کر کے نیل کے جنگلوں میں جا چھپا، مامون کی طرف سے ازہر بن زہیر اس فتنے کو دبانے کے لئے نیل آیا۔ ہرش اور اس میں لڑائی ہوئی، ہرش کام آیا اور نیل کی وادی وقتی طور پر اس فتنہ سے نمٹ گئی۔

وادی نیل میں اطمینان ہوا، تو کوفہ میں طوفان اٹھا۔ ابو السرایا نے ابن طباطبا کو آگے رکھ کر عباسی حکومت کے خلاف خروج کیا ابن طباطبا۔ حضرت امام ابراہیم بن حسن کے پوتے تھے۔ اور اگر ابو السرایا انہیں اکسا کر ماموں کے خلاف خروج پر مجبور نہ کرتا تو وہ کبھی سامنے نہ آتے، کوفہ میں ابن طباطبا بہت ہردلعزیز تھے، جیسے ہی انہوں نے امامت کا علم بلند کیا۔ کوفے کے تمام لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور ماموں کے گورنر کو شہر سے نکال دیا۔

حسن بن سہل کو اس خروج کی اطلاع ہوئی تو اس نے زہیر کو دس ہزار سپاہی دے کر ابن طباطبا کے مقابلہ پر بھیجا۔

زہیر کوفہ آیا اور آتے ہی کوفہ پر چڑھ دوڑا۔ ابن طباطبا نے آج کوفیوں کی پیشوائی کی ان کو لے کر زہیر پر اس زور کا حملہ کیا کہ زہیر کی فرودگاہ۔ خزانہ اور اسلحہ کوفیوں کے ہاتھ آیا۔ کوفی یہ سارا سامان کندھوں اور پیٹھوں پہ لاد لاد کر امام ابن طباطبا کے پاس لے آئے۔

کوفہ والوں کی عجیب بدنصیبی تھی کہ اس مالِ غنیمت پہ ابو السرایا اور ابنِ طباطبا میں اختلاف پیدا ہوا۔ ابو السرایا ہمیشہ خود اپنا قبضہ چاہتا تھا، امام کو اس کی یہ خواہش اچھی نہ معلوم ہوئی۔ انہوں نے اسے ڈانٹا اور مالِ غنیمت بیت المال بھجوا دیا۔

رات گزری، صبح ہوئی تو ابو السرایا نے فتح کی خوشی میں حضرت امام کی دعوت کی اور انہیں زہر دے دیا۔ یہ زہر اتنا مہلک تھا کہ حضرت کا دل اسی لمحہ پھٹ گیا۔ اور روح جسم کا ساتھ چھوڑ گئی۔

امام کی جگہ ایک حسینی نوعمر لڑکے کا انتخاب ہوا - ابو السرایا نے حکومت کا سارا کاروبار خود سنبھال لیا -

زہیر کے بعد عبدوس ابو السرایا کے مقابلہ پر آیا، جو شیلے کوفیوں نے اسے بھی شکست دی - پھر یہ بصرے - اور واسط پر حملہ آور ہوئے - اور انہیں بھی فتح کر لیا - واسط سے لے کر کوفہ تک کا سارا علاقہ ابو السرایا کے تصرف میں آ گیا تو اس کے حوصلے بہت بڑھ گئے - اس نے ہر جگہ اپنا سکہ جاری کیا - تمام علاقوں پر اپنے حکام مقرر کیے اور ایک باقاعدہ سلطنت کی بنا رکھی -

حسن بن سہل اس صورتِ حال سے بہت پریشان تھا - اس کے پاس جتنے سپہ سالار تھے - وہ سب ابو السرایا کے مقابلہ میں شکست کھا چکے تھے - ہرثمہ اور طاہر ہی دو ایسے سپہ سالار رہ گئے تھے - جن کے تدبر اور جنگی سیاست پر بھروسہ کیا جا سکتا - طاہر کو حسن بن سہل بلانا نہیں چاہتا تھا - اسے اس کی طرف سے ڈر تھا کہ اگر وہ عراق آیا اور اس نے فتح پائی - تو شاید اس کی اس کارگزاری کے سبب اسے پھر عراق کا گورنر بنا دیا جائے - ہرثمہ کو بلایا تو جا سکتا تھا - مگر ہرثمہ اور حسن میں تو تو میں میں ہو گئی تھی اور وہ روٹھ کر حلوان چلا گیا تھا - حسن نے تو تو میں میں کے باوجود ہرثمہ کو پیغام بھیجا، واپس آ جائیے، مگر ہرثمہ نہیں مانا، حسن نے اس کے پاس دوسری بار آدمی دوڑائے - اور بڑی منت سماجت کی - ہرثمہ مان گیا - بغداد آیا اور یہاں سے فوجیں لے کر ابو السرایا کے مقابلہ کو بڑھا، دونوں میں نہر صرصر پر سخت لڑائی ہوئی - ابو السرایا نے شکست کھائی اور

قصر ابن ہبیرہ میں آن پہنچا - ہرثمہ نے اس کا تعاقب کیا - ایک بار پھر اسے شکست دی - ابوالسرایا چھپ کر کوفہ بھاگ آیا - از سر نو فوج بھرتی کی، اور ہرثمہ کے مقابلے کی پوری تیاری کر لی، ہرثمہ کوفے آیا - تو شہر کا محاصرہ کر لیا، دونوں فوجوں میں کئی دن تک کوئی فیصلہ کن جنگ نہ ہوئی - کوفی کبھی کبھی باہر نکلتے - تھوڑی دیر لڑتے اور پھر شہر میں داخل ہو جاتے - ہرثمہ نے اس صورت حال سے تنگ آن کر محاصرہ میں شدت برتی - اور شہر کی اس طرح سے ناکہ بندی کر لی کہ کوئی چیز اندر نہ جانے پاتی، کوفی محاصرہ کی شدت برداشت نہ کر سکے، پوری جمعیت کے ساتھ باہر آئے، اور گھمسان کی لڑائی لڑی، دن کے پہلے حصہ میں تو ان کا پلڑا بھاری رہا، لیکن شام کے قریب ان کے پاؤں اکھڑ گئے - اور ہرثمہ کی فوج انہیں مارتی اور دباتی ہوئی شہر میں داخل ہو گئی - ابوالسرایا یہاں سے بھی بھاگا، مگر پکڑا گیا اور اور سولی پائی،

یہ فتنہ فرو ہوا تھا کہ مکہ میں آگ بھڑکی - اور حضرت علی کی اولاد میں سے کچھ لوگوں نے مل کر حضرت امام محمد بن جعفر کو ان کی مرضی کے بغیر امیر بنا لیا - وہ بڑے عابد اور زاہد آدمی تھے، دن رات عبادت کرتے اس کے سوا انہیں کوئی کام نہ تھا، مکہ کے سارے لوگوں کو ان سے عقیدت تھی، حضرت امام پر ظاہر یہ کیا گیا کہ مامون اور امین دونوں انتقال کر گئے ہیں اور آپ سے بہتر اور کوئی آدمی ایسا نہیں جو امامت کا بوجھ سنبھال سکے حضرت امام محمد بن جعفر امام بن گئے اگرچند مہینے بعد ہی مامون کی فوج نے انہیں شکست دی، وہ بھاگ کر جدہ آئے

ان کے کچھ ساتھی ان کے ساتھ تھے۔ یہاں انہیں حالات کا صحیح علم ہوا تو انہوں نے رجاء سے جو فضل بن سہل کا چچیرا بھائی تھا امان مانگی۔ انہیں امان دی گئی۔ جلودی اور رجاء انہیں لے کر مکہ آئے، ان کے لئے منبر رکھا گیا اور انہوں نے ایک تقریر کے ذریعہ خلافت سے دستبرداری کا اعلان کیا۔ اور سب لوگوں کو مامون کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی دعوت دی سارے مکہ والوں نے مامون کی بیعت کر لی اور رجاء انہیں لے کر مامون کے پاس چلا گیا۔

جس زمانہ میں رجاء مامون کے پاس جا رہا تھا، ہرثمہ بھی عراق کا فتنہ فرو کرنے کے بعد خراسان آیا۔ وہ چاہتا تھا مامون کو فضل بن سہل کے چنگل سے رہائی دے۔ مگر فضل بن سہل کا ستارہ اوج پر تھا۔ ہرثمہ کو اپنے مشن میں ناکامی ہوئی اور بڑی ذلت کے ساتھ قتل ہوا۔

اس کے قتل کی خبر بغداد آئی تو اس فوج نے بغاوت کر دی جو پچھلے معرکوں میں اس کے ماتحت ہو کر لڑی تھی، حسن بن سہل کے آدمیوں کو بار بار شہر سے نکال دیا۔ اور مہدی کے بیٹے منصور کو خلیفہ بننے کی دعوت دی۔ مگر منصور نے یہ دعوت قبول نہیں کی۔ البتہ جب لوگوں نے زیادہ اصرار کیا۔ تو حسن بن سہل کی جگہ اس شرط پر لے لی کہ جب تک مامون بغداد نہ آ جائے اس وقت تک وہ اس کی نیابت کے فرائض انجام دیتا رہے گا۔

منصور کی بیعت برائے نام تھی۔ اصل میں تو شہر پر اوباش اور لفنگوں کی حکومت تھی، وہ جس کو چاہتے لوٹتے اور جس کی چاہتے عزت لے لیتے۔ وہ اعلانیہ گھروں سے عورتیں اٹھا لے جاتے۔ مگر کوئی ان سے

باز پرس نہ کر سکتا۔
اور بغداد کی جس فوج نے اہواز کی ہتی وہ محمد بن ابی خالد اور اس کے بیٹے عیسیٰ کے ساتھ حسن بن سہل سے لڑنے کے لئے واسط روانہ ہو گئی تھی، یہ سارا طوفان ان کے پیچھے اٹھا،
رستہ میں حسن بن سہل کی فوج سے ان میں کئی لڑائیاں ہوئیں، ہر لڑائی میں ان ہی کی فتح ہوتی۔ البتہ جب وہ دونوں فتح کے پرچم لہراتے واسط پہنچے اور حسن بن سہل اور ان میں گھمسان کا رن پڑا۔ تو محمد بن ابی خالد کو بہت گہرے زخم آئے۔ وہ پلٹا تو اس کی فوج بھی بھاگ پڑی، حسن بن سہل کی فوج نے اس کا تعاقب کیا۔ وہ کئی جگہوں پر رک کر لڑا۔ مگر اس کی لڑائی کی کیفیت عجیب تھی۔ دن بھر بڑے زور سے لڑتا۔ مگر جب رات ہوتی چھاؤنی اٹھا کر آگے بڑھ جاتا۔ اور پڑاؤ میں آگ ہی آگ روشن کر جاتا کہ دشمن اس دھوکے میں رہے کہ وہ اپنے پڑاؤ میں ہے۔ صبح ہوتی تو حسن بن سہل کی فوج کو اس کے فرار کا علم ہوتا۔ وہ اس کے پیچھے بھاگتی اور رستہ میں جا پکڑتی۔ جرجرایا پہنچ کر البتہ اس نے قیام کیا، چھاؤنی درست کی، اس کے گرد خندق کھودی اور دشمن سے اچھی طرح نبٹنے کی ٹھان لی۔ مگر یہاں اس کے زخم بہت بگڑ گئے۔ اور وہ اپنے ایک بیٹے کے ساتھ ساری فوج کو پیچھے چھوڑ کر بغداد چلا آیا۔ یہیں اس نے وفات پائی، اس کی جگہ اس کے بیٹے عیسیٰ نے لی۔ عیسیٰ بڑا بہادر آدمی تھا، بگڑی ہوئی بات بنالی اپنے دونوں بھائیوں کو تھوڑی تھوڑی فوج دے کر نیل کی طرف بھیجا۔ اور خود جرجرایا میں بیٹھ کر حالات کا مطالعہ کرنے لگا۔ یہیں حسن بن سہل

نے اس سے مصالحت کی گفتگو شروع کی - اور بالآخر دونوں میں اس شرط پر مصالحت ہو گئی کہ حسن اس کی فوج اور اس کے معاملہ میں کوئی مداخلت نہیں کرے گا، وہ بدستور اپنی فوج پر حاکم رہے گا - اور اس کی فوج اور اس سے کسی قسم کی بازپرس نہیں کی جائے گی - اور انہیں ثنائی وصول ہونے پر چھ ماہ کی تنخواہ دی جائے گی۔

جب یہ معاہدہ ہوا - عیسیٰ کی ماتحتی میں ایک لاکھ پچیس ہزار سپاہی تھے - یہ معاہدہ کرنے کے بعد عیسیٰ بغداد چلا آیا - جب وہ بغداد آیا ہے اس وقت تک بغداد کی حالت کسی قدر سدھر گئی تھی - شہر کے شرفا نے شہر کے اوباشوں پر قابو پا کر انہیں قید کر دیا - اور سہل بن سلامۃ نامی ایک شخص کے ہاتھ پر اس غرض سے بیعت کر لی تھی کہ وہ شہر میں امن قائم رکھیں گے - عیسیٰ بغداد آیا تو سہل سے ملا، پہلے تو اسے مار دینے کی ٹھانی مگر پھر اس سے سمجھوتہ کر لیا اور اسے اس کے منصب پر بحال کر دیا، اور شہر میں امن قائم کرنے کے سلسلہ میں خود بھی اس کی مدد کرتا رہا، یہی دن تھے جب مامون کی طرف سے فضل بن سہل نے، بغداد والوں کو مامون کے بعد حضرت امام علی رضا کی ولیعہدی کے لئے بیعت کر لینے کا حکم بھیجا -

یہ حکم کیا آیا - بنو عباس جن کی تعداد پینتیس ہزار کے قریب تھی - مامون سے بگڑ گئے - اور ان کے حوالی اور دوسرے ماننے والے ان کے ساتھ ہو گئے - سب نے مل کر منصور کی جگہ ابراہیم بن مہدی کو اپنا خلیفہ بنایا اور مامون کو معزول کر دیا -

ابراہیم کے ہاتھ پر سارے بغداد نے بیعت کر لی تو وہ اپنی فوجیں لے

لے کر کوفہ اور بصرہ کی طرف بڑھا اور سارے علاقہ پر قبضہ کر کے مدائن پر اپنا پڑاؤ ڈالا - اور اپنی طرف سے مشرقی بغداد کی حکومت عباس بن موسیٰ اور مغربی بغداد کی حکومت اس کے بھائی اسحٰق کو سونپی - یہ دونوں ہادی کے بیٹے تھے -

حسن بن سہل اس وقت اپنی چھاؤنی مبارک میں مقیم تھا، جب ابراہیم بن مہدی نے مدائن پر قبضہ کیا ہے - یہیں حسن بن سہل کو علی رضا کی ولیعہدی کے لئے بیعت لینے اور سیاہ کی بجائے سبز رنگ اختیار کرنے کا حکم ملا - اور ساتھ ہی ہدایت کی گئی کہ بغداد جا کر اس کا محاصرہ کرو - حسن نے اس حکم کی تعمیل کی، سیاہ کی بجائے سبز لباس اختیار کیا اور مبارک سے چل کر سیر آیا - اور خود بغداد جانے کی بجائے اپنے ایک سپہ سالار حمید کو حکم دیا - بغداد جائے - حمید اندرونی طور پر ابراہیم سے ملا تھا، اور بغداد جانے میں سستی سے کام لے رہا تھا - حسن کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے اسے اپنے پاس بلا بھیجا حمید حسن کے پاس گیا ہی تھا کہ پیچھے ابراہیم کی طرف سے عیسیٰ نے حمید کی چھاؤنی پر حملہ کر کے اس کی فوج کو خوفناک شکست دی - حمید کا سارا روپیہ لوٹ لیا - حمید حسن کے پاس سے بھاگ کر کوفہ آیا اور کوفہ کے گورنر عباس بن موسیٰ علوی کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی - علوی اس کے دام میں آگیا اور مامون کے بعد علی رضا کی بیعت لینے پر آمادگی ظاہر کر دی - حمید تو اسی رات کوفہ سے اپنی دولت لے کر بھاگا - مگر عباس کی شامت آئی، کوفہ کے بہت سے لوگ اس کے مخالف ہو گئے - اور ادھر سے ابراہیم کے دو سپہ سالار سعید اور ابوالبط نے کوفہ آن گھیرا، عباس نے اپنے بھتیجے علی کو ان کے مقابلہ

ہیں بھیجا۔ دونوں میں بڑا سخت معرکہ ہوا۔ مگر علی ہار گئے اور پسپا ہو کر کوفہ آ گئے۔ منگل کے دن کوفہ کے دروازوں پر سعید کے ساتھ پھر ایک سخت لڑائی ہوئی۔ سعید اور اور ابوالبط ابوالبط کی فوج کا لباس سیاہ تھا اور کوفی سبز رنگ میں تھے۔ سعید اور ابوالبط کی فوج یوں تو کچھ زیادہ بہادر نہ تھی البتہ یہ ستم ظریفی کرتی کہ جس علاقہ پر قبضہ کرتی اسے جلا دیتی۔ یہی کام دوسرے فریق نے شروع کر دیا۔ اور یہ ایک ایسی تباہی تھی جو آج سے پہلے کوفے کے حصے میں نہ آئی تھی۔ کوفہ کے رؤسا اور اشراف ڈر گئے۔ سعید اور ابوالبط کے پاس آئے۔ اس شرط پر امان مانگی کہ وہ عباس اور اس کے ساتھیوں کو شہر سے نکال دیں گے۔ دونوں نے یہ شرط مان لی۔ یہ لوگ عباس کے پاس آئے عباس نے بھی اسے قبول کر لیا اور لڑائی کی آگ ماند پڑ گئی۔ مگر رات یہ آگ پھر بھڑک اٹھی۔ عباس کے غلاموں نے بنو عباس کے غلاموں پر حملہ کر کے ان کا سامان لوٹ لیا، اور عیسیٰ بن موسیٰ کی ساری بستی جلا ڈالی اور وہاں جتنے عباسی تھے ان کی بھی گردن مار دی۔ اس ہنگامہ کی خبر سعید اور ابوالبط کو ہوئی تو وہ تیزی سے کوفے آ گئے۔ اور کوفے والوں کو اس گستاخی کی بہت سخت سزا دی محلے کے محلے جلا ڈالے۔ اور جسے پایا قتل کر دیا۔ کوفے کے شرفاء پھر حاضر خدمت ہوئے اور اصل حقیقت بیان کر کے معافی چاہی، ان دونوں نے معافی دے دی۔ اور دوسرے دن کوفہ پر قبضہ کر کے اپنے آدمی وہاں مقرر کر دیئے۔

ابراہیم کے حکم سے یہ دونوں پھر عیسیٰ کے پاس آئے اور عیسیٰ انہیں لے کر واسط پر حملہ آور ہوا۔ الحسن بن سہل محصور ہو گیا، کئی دن تک اس

کی فوج مقابلہ میں نہیں نکلی - مگر جب ایک دن نکلی تو اس جوش سے نکلی کہ عیسیٰ کی فوج کا منہ پھیر دیا - اور عیسیٰ بری طرح شکست کھا کر طریانا بھاگ آیا - طریانا سے وہ بغداد پہنچا - اور ابراہیم بن مہدی کے حکم سے سہل بن سلامہ پر حملہ کر کے اسے گرفتار کر لیا - سہل بن سلامہ کا قصور یہ تھا کہ اس نے شہر میں امن قائم کیا اور لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر چلنے کی دعوت دی - سہل قید ہوا - اور عیسیٰ پھر حسن سے لڑنے کے لئے نئی تیاریاں اور نئی آن بان سے چلا *

اٹھائیسواں باب

مامون کی واپسی

اُدھر سارے ملک میں ایک عجیب تباہی مچی تھی۔ ادھر مامون بڑے چین سے مرو میں بیٹھا تھا۔ اور اسے یہ تک معلوم نہ تھا کہ بغداد پر کیا بیت رہی ہے۔ اس طرف کے انتشار یا بغاوتوں کی جتنی اطلاعات مرو جاتیں وہ مامون تک نہیں پہنچتی تھیں فضل بن سہل ذوالریاستین ان ساری اطلاعات کو دبا لیتا تھا۔ جانتا تھا کہ اگر مامون کو انتشار کی خبر ہو گئی تو وہ اس کے بھائی حسن بن سہل کو اس کی جگہ سے معزول کر دے گا۔ جب صورت حال حد سے زیادہ خراب ہو گئی تو امام علی رضا نے جنہیں مامون نے اپنے بعد ولیعہد نامزد کیا تھا۔ مامون کو اس ساری حقیقت سے آگاہ کیا اور شکایت بھی کی کہ اس کے سبب وہ حالات سے اب تک بے خبر رہے ہیں۔ امام علی رضا نے بغداد والوں کی بغاوت اور ابراہیم کی خلافت اور اس کی کامیابی کی تمام داستان دہرائی۔ تو مامون

بہت حیران ہوتا کہنے لگا۔ مگر ہم سے تو فضل نے یہ نہیں کہا۔ وہ تو کہتا ہے۔ ابراہیم خلیفہ نہیں بنا ہماری نیابت کا کام کر رہا ہے۔ علی رضا نے جواب میں بتایا یہی تو فضل بن سہل کی چالاکی ہے۔ یہی تو اس کا جھوٹ ہے۔ ابراہیم اور حسن میں تو کتنی سخت لڑائیاں ہو چکی ہیں اور یہ لوگ اور خاص طور پر آپ کے خاندان کے لوگ آپ سے اس لئے ناراض ہیں کہ آپ نے سارا کاروبار فضل اور اس کے بھائی کے ہاتھ میں دے کر خود گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے۔

علی رضا نے اپنی ولیعہدی کو بھی اس ناراضگی کا ایک سبب ٹھیرایا۔ اور حقیقت بھی یہی تھی۔

مامون کو اب بھی ان کی اس گفتگو کی صحت کا یقین نہ ہوا، اس نے ان سے پوچھا، کیا آپ کے سوا اور لوگ بھی اس چیز سے واقف ہیں حضرت امام علی رضا نے بہت سے لوگوں کے نام لئے۔ یہ لوگ بلائے گئے تو سب نے ڈرڈر کر مامون سے جان کی امان چاہی اور جب مامون نے انہیں امان دے دی۔ تو سارے حالات وضاحت کے ساتھ اس کے سامنے رکھ دیئے۔ اور نہ صرف ان حالات سے آگاہ کیا، بلکہ یہ بھی بتا دیا کہ کس طرح ہرثمہ جیسا جانباز سپہ سالار فضل بن سہل کے ہتھکنڈے چڑھا۔ اور کس ذلت کے ساتھ قتل ہوا، اس کے علاوہ انہوں نے طاہر بن حسین کے کارناموں، اس کی پے در پے فتوحات اور پھر اس کے انجام سے بھی اسے باخبر کیا۔ اور شکایت کی کہ جب امین کی فوجیں قدم قدم پر رستہ روک رہی تھیں اس وقت حسن بن سہل بہت آرام کے ساتھ مرو میں بیٹھا رہا اور غریب طاہر دن رات ایک کر کے بغداد کی طرف

بڑھا۔ بے شمار لڑائیاں لڑا۔ اور بہت تھوڑی فوج رکھنے کے باوجود فتح پر فتح پائی اور امین سے حکومت چھین کر آپ کے سپرد کی اور جب آرام کا وقت آیا تو آپ کے فضل بن سہل نے اپنے بھائی کو اس کی جگہ بھیج دیا۔ کہ فضل کا ملے۔ اور اس غریب کو تنہ کے گوشے میں پھنکوا دیا اور اس کی عظمت کو خاک میں ملانے کے لئے اسے کئی سال سے ایک پائی تک نہیں بھیجی۔ اس کی فوج نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا، اور وہ اپنے انجام پر آنسو بہاتا ہے۔

مامون ان باتوں سے بہت متاثر ہوا اور حکم دیا، بغداد چلنے کی تیاری کی جائے۔

فضل کو بھی ان لوگوں کی خبر لگ گئی۔ اس نے ان کی خوب خاطر کی۔ بعض کی داڑھی نچوا لی۔ بعض کی پیٹھیں کوڑے مروا مروا کر زخمی کر دیں اور کچھ کو جیل میں ڈال دیا۔ علی رضا بھی شکایت لے کر آئے۔ مامون نے ان کی شکایتیں سنیں، پیشانی پر بل ڈال لئے اور جواب دیا۔

میں اس کا تدارک کر لوں گا۔

مامون کا کاروان بڑی شان شوکت اور بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ مرو سے چلا۔ سرخس میں منزل کی۔ لوگ اپنے خیمہ میں آرام کر رہے تھے۔ کہ ایک شور اٹھا فضل بن سہل (ذوالریاستین) مارے گئے، ہر کوئی تحقیق حال کے لئے دوڑا۔ معلوم ہوا فضل سرخس کے حمام میں نہا رہے تھے۔ کہ مامون کے چار غلاموں نے ان پر حملہ کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہیں۔ قاتل پکڑے ہوئے مامون کے پاس آئے۔ مامون نے ان چاروں کو

قصاص میں قتل کر دیا۔ اور حسن کو تعزیت کا ایک خط لکھ کر اُسے بھائی کی جگہ وزارت کا قلمدان پیش کیا۔

یہ محض ایک سیاسی چال تھی۔ ورنہ کیمپ کا ہر باخبر شخص جانتا تھا۔ یہ قتل مامون کے اشارہ پر ہوا ہے۔ سرخس سے روانہ ہو کر مامون طوس پہنچا۔ وہ ہر صبح اور ہر شام باپ کی قبر پر جاتا، آنسو بہاتا اور لوٹ آتا۔

مامون ابھی یہیں تھا کہ ایک دِن علی رضا نے انگور کھائے۔ طبیعت بگڑی اور ہیضہ کی شکل اختیار کر لی۔ شاہی کیمپ میں عجیب کہرام مچا۔ مامون بھاگا بھاگا آیا۔ رو رو کر طبیبوں سے التجا کی انہیں بچالو۔ مگر طبیب موت کا مقابلہ نہ کر سکے اور علی رضا نے تڑپ تڑپ کر جان دے دی، مامون علی رضا کی موت پر اس طرح رویا جیسے محبت کرنے والا باپ اپنی اولاد کی موت پر روتا ہے، علی الرضا ایک طرح اس کے بیٹے ہی تھے، مامون نے اپنی سب سے پیاری بیٹی ان سے بیاہ دی تھی، یہ بیٹی اپنے شوہر کی موت کا صدمہ برداشت نہ کر سکی اور کتنے دِن بے ہوش رہی۔

مامون نے روتے روتے علی الرضا کو اپنے باپ کے پہلو میں دفن کیا اور اس منحوس جگہ کو چھوڑ دیا، جہاں پہلے اس کے باپ فوت ہوئے تھے اور اب داماد چل بسے۔

رے پہنچ کر مامون نے رے کے سالانہ لگان اور محصول میں بائیس لاکھ درہموں کی معافی دی۔

حسن بن سہل کو علی الرضا کی موت کی خبر اور اپنے غم کا حال لکھا، اس خط کے جواب میں حسن بن سہل کی طرف سے جو خط آیا۔ اسی میں اس کے پاگل ہو جانے کی اطلاع تھی، اور لکھا تھا۔ اس کی دیوانگی حد

سے بڑھ گئی ہے اور اسے زنجیروں سے باندھ کر ایک کوٹھڑی میں ڈال دیا گیا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حسن بن سہل کو کسی نے یہ خبر دے دی تھی۔ کہ اس کے بھائی کے قتل میں مامون کا ہاتھ تھا۔ بھائی کے قتل کے صدمہ اور اپنے انجام کی فکر نے اس کے دماغ کا توازن بگاڑ دیا۔

ادہر جب بغداد میں مامون کے سفر کی خبر ملی۔ تو عیسیٰ بن محمد نے مامون کے سپہ سالار حمید سے خط و کتابت شروع کر دی۔ دونوں میں خفیہ طور پر طے پایا کہ حمید بغداد پر حملہ کرے اور عیسیٰ ابراہیم کو دھوکے سے گرفتار کر کے اس کے حوالے کر دے۔ ابراہیم کو بھی اس سازش کی اطلاع ہو گئی۔ اس نے عیسیٰ کو بلوا کر خوب پٹوایا اور پھر قید کر دیا۔ عیسیٰ کی گرفتاری کے خلاف اس کے خاندان والوں اور فوج نے سخت ہنگامہ بپا کر دیا۔ اور شہر کی حالت سخت زبوں ہو گئی، حمید بھی حسب قرار داد آن پہنچا۔ عیسیٰ کے خاندان کے افراد اور فوج کے بڑے سردار اس کے استقبال کو گئے۔ اور طے پایا کہ حمید فوج کے ہر سپاہی کو ساٹھ ہزار درہم صلہ دے گا۔ اور فوج اس کے لئے رستہ صاف کر دے گی۔ حمید باب الصراۃ کے رستے سے حمید سے جنگ کرے گا، عیسیٰ نے بظاہر تو یہ شرط مان لی۔ حمید کے مقابلہ میں نکلا بھی مگر اپنی مرضی سے گرفتار ہو گیا۔ اور اس بہانہ سے حمید کے پاس آن پہنچا۔

گو ابراہیم کو شہر کے اکثر لوگوں نے خلافت سے الگ کر دیا تھا۔ مگر خلافت کا چسکا ایسا نہ تھا کہ ابراہیم اسے آسانی سے چھوڑ دیتا۔ اس نے اور اس کے بعض ساتھیوں نے خوب جم کر مقابلہ کیا، اور جب شکست کھائی

تو ایک رات چھپ کر شہر سے بھاگ نکلا۔

ادھر مامون بہت جلد جلد سفر کرتا، بغداد کے قریب ان پہنچا، پھر وہاں پر سب لوگوں نے اس کا استقبال کیا۔ مامون جس وقت شہر میں داخل ہوا، تو سبز رنگ کا لباس پہنے تھا۔ اس کی دیکھا دیکھی اس کے خاندان کے لوگوں نے بھی سبز لباس اختیار کر لیا، آٹھویں دن تک یہی کیفیت رہی مگر پھر طاہر بن حسین نے جسے مامون نے رقہ سے بلا یا تھا۔ اس سے درخواست کی سبز لباس چھوڑ کر اپنے آباء کا لباس اختیار کر لے۔ مامون نے اس کی بات مان لی، دربار میں وہیں سیاہ لباس منگوا کر خود بھی پہنا اور طاہر بن حسین کو بھی عطا کیا، امرا اور فوج کے بڑے سرداروں نے ان کی پیروی کی اور دیکھتے دیکھتے سیاہ لباس پھر سرکاری لباس بن گیا۔

مامون نے بغداد آتے ہی بغداد کے دونوں حصّوں۔ کوفے اور سواد تک کے علاقہ کو طاہر کے سپرد کر دیا تھا۔ طاہر کا چارج لینا تھا کہ یہ سارا علاقہ اس طرح سکون پا گیا، جیسے طوفان کے بعد سمندر کی سطح پُر سکون ہو جاتی ہے۔ اب بغداد کا کوئی لٹیرا۔ کوئی اوباش اور کوئی جرائم پیشہ بازار میں پھرتا نظر نہ آتا تھا۔ یہ سب اپنے اپنے بلوں میں چھپ گئے تھے۔ مگر طاہر عقاب کی نگاہ رکھتا تھا۔ اس نے ایک ایک اوباش کو اس کے بل سے نکالا۔ اور اسے بازار میں کھڑا کر کے اس کی گردن اُڑا دی۔

جس دن طاہر نے چارج لیا، امن پسند اور غریب طبیعت لوگوں نے شکرانے کے نفل پڑھے اور گھی کے چراغ جلائے۔

اس کی اس کارگزاری کے سبب مامون کے دربار میں اسے بڑا مقام حاصل ہوا - اور مامون نے اسے بغداد سے لے کر اقصائے مشرق تک کے علاقوں کی حکومت سونپ دی - اور وہاں کے حکام کے عزل اور نصب کے تمام اختیارات اس کے سپرد کر دیئے -

مگر نہ جانے کیا بات تھی - طاہر جب بھی مامون کے پاس آتا - مامون اسے دیکھ کر کچھ کھوسا جاتا - اور ایک رات جبکہ مامون نبیذ سے شوق کر رہا تھا - طاہر اپنے سالے محمد بن ابی العباس کی سفارش کرنے مامون کے پاس آیا - مامون نے اسے نبیذ پیش کی - اور خواہش کی میرے ساتھ بیٹھ کر اسے پیو، مگر طاہر بڑا مزاج شناس تھا، اسے معلوم تھا بادشاہوں سے اس قسم کی بے تکلفی اچھے نتائج کا موجب نہیں بنتی - اس نے مامون کے حکم سے نبیذ کا پیالہ پکڑ تو لیا مگر اسے لے کر باہر آگیا، اور پی کر پھر حاضر خدمت ہوا - مامون نے اسے ایک پیالہ اور عطا کیا اور اب بھی یہی خواہش کی ہمارے پاس بیٹھ کر ہمارے ساتھ پیو - طاہر نے عرض کیا -

عالیجاہ - میں اپنے مقام سے واقف ہوں، اور غلام کو یہ زیبا نہیں دیتا کہ آقا کے ساتھ بیٹھ کر پیئے - اس سے بے تکلفی بڑھتی ہے -

مامون نے جواب دیا - یہ دربار عام نہیں، میری خلوت ہے - اور اس میں ایسی بے تکلفی روا ہے -

مامون کافی پی چکا تھا اور نشہ نے اس کے دل کے وہ تار چھیڑ دیئے تھے، جہاں امین کی محبت چھپی تھی - طاہر کو پاس بیٹھے دیکھ کر اچانک

اسے بھائی اور اس کی بعض دلفریب ادائیں یاد آگئیں، اور وہ بچوں کی طرح رونے لگا۔ طاہر نے ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور بہت ہی محبت سے کہا۔

میرے آقا خدا نے آپ کے رستے کے سارے کانٹے دور کر دیئے ہیں۔ اور آپ کو وہی عطا کر دیا ہے جس کی آپ کو خواہش تھی۔

مامون نے روتے روتے جواب دیا:۔

اس کے باوجود میرے دل کو ایک ایسا روگ لگا ہے جس کو اگر ظاہر کروں تو رسوا ہوتا ہوں۔ اور اگر چھپا تے رکھتا ہوں تو وہ دل کو کھائے جاتا ہے۔

طاہر نے بہتیری کوشش کی کہ مامون اسے اپنا رازداں بنا لے۔ مگر مامون نے اس سے اپنا یہ راز نہیں کہا اور موضوع سخن بدلتے ہوئے پوچھا:۔

آپ رات کے وقت کیسے تشریف لائے۔

طاہر نے آنے کا سبب بیان کر دیا۔ مامون نے اس کے بہنوئی کی خطا معاف کر دی۔ اور اسے خلعت اور انعام سے نوازنے کا حکم صادر کر دیا۔

طاہر اس وقت تو گھر لوٹ گیا۔ مگر وہ ساری رات سو نہیں سکا۔ اور صبح ہوتے ہی تین لاکھ درہم حسین خدمت گار اور محمد بن ہارون کو بھجوائے۔ کہ مامون کے اس طرح رونے کا سبب معلوم کریں، حسین خدمت گار مامون کے بہت منہ چڑھا تھا۔

اور مامون کو اس پر اس قدر اعتماد تھا کہ وہ اپنا ہر راز اس سے کہہ دیتا تھا - صرف یہی ایک راز تھا جسے اس نے اس سے چھپا رکھا تھا - حسین نے صبح کے ناشتہ پر یہ راز بھی اس سے پوچھ لیا - اور مامون نے اس سے رازداری کا وعدہ لے کر کہہ دیا طاہر کو جیسے ہی دیکھتا ہوں، بھائی امین کی مظلومیت یاد آ جاتی ہے - اور ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے طاہر اسے میرے سامنے ذبح کر رہا ہے - اور فندا رُک کر کہا -

میں طاہر سے اس کا بدلہ ضرور لوں گا -

حسین خدمت گار کو دو لاکھ درہم محض اس راز کے پوچھنے کے صلہ میں ملے تھے - یہ سودا بہت سستا تھا - اس نے طاہر کو بلا کر اس سے یہ بات کہہ دی - طاہر اسی وقت مامون کے وزیر احمد بن ابی خالد کے پاس پہنچا - اور اس سے درخواست کی کسی نہ کسی طرح مجھے کسی ایسی جگہ بھجوا دو، جہاں میں مامون کی دسترس سے محفوظ ہو جاؤں - احمد مامون کے پاس آیا - بات بنائی میں ساری رات اس غم میں سو نہیں سکا - کہ آپ نے خراسان کی حکومت جس آدمی کو دی ہے وہ تو اتنا بزدل اور ایسا نکما ہے - کہ ایک معمولی سی بغاوت بھی فرو نہیں کر سکتا - خراسان میں تو کسی ایسے آدمی کی ضرورت ہے، جو سیاست اور جہاں بانی کے گُر جانتا ہو - انہوں نے پوچھا تمہارے خیال میں ایسا کون آدمی ہے جسے ہم خراسان کی حکومت سونپ کر مطمئن ہو جائیں - احمد نے طاہر کا نام لیا - مامون

نے ڈر ظاہر کیا۔ کہیں وہ وہاں پہنچ کر بغاوت نہ کر دے۔
احمد نے تسلی دلائی اور ضمانت پیش کی۔
احمد کی ضمانت پر مامون نے طاہر کو بلا کر خراسان کی ولایت کا فرمان بخشا۔ اور حکم دیا، اپنے مستقر کو روانہ ہو جائے۔
طاہر کی دلی آرزو بر آئی، وہ دوسرے ہی دن بغداد سے نکل پڑا۔ اور خلیل بن ہشام کے باغ میں ڈیرے ڈال دیئے۔ مامون کی طرف سے اسے روزانہ کے اخراجات کے لئے ایک لاکھ درہم بھیجے جاتے۔ اور جب اس سال کی مالگزاری وصول ہو گئی۔ تو ایک کروڑ کی یکمشت رقم اسے عطا ہوئی اور وہ اپنی مخصوص سپاہ۔ اپنے خاندان اور دوسرے لوگوں کے ساتھ خراسان روانہ ہوا۔
خراسان پہنچ کر اس نے مامون کی جگہ لی، ہر جگہ اپنے حکام متعین کئے۔ سرحدوں پر مضبوط چوکیاں بنوائیں، جگہ جگہ دربار عام کئے اور ایک ایسے نظام حکومت کی بنا رکھی جسے بڑے سے بڑا دشمن بھی نقصان نہ پہنچا سکتا تھا۔ وہ ہر شخص سے خود ملتا۔ اس کی ضروریات اور مزاج کا اندازہ کرتا۔ لوگوں کی شکایتیں سنتا اور ان کے ساتھ انصاف کرتا۔
دو سال کے اندر اس نے لوگوں میں اس درجہ ہر دلعزیزی حاصل کر لی کہ اگر وہ چاہتا تو اپنی خلافت کی بیعت لے سکتا تھا۔ مگر وہ چونکہ بہت امن پسند تھا اس لئے یہ خیال اس کے دل میں نہیں آیا۔ موت سے ایک دن پہلے نہ جانے جمعہ کی نماز کا خطبہ

پڑھتے پڑھتے اسے کیا ہؤا۔ اس نے مامون کے لئے دعا نہیں کی۔ اور اس کی بجائے خدا سے رو رو کر مسلمانوں کے لئے بھلائی اور فلاح کی التجا کرنے لگا، اور پھر اس دعا میں ایسا کھویا کہ روتے روتے منبر سے اترا، امامت کرائی۔ اور یہ بات بھول ہی گیا کہ مامون کے لئے دُعا نہیں کی۔

مامون کے پرچہ نویس نے اس کی اس بھول کو بدنیتی پر محمول کیا۔ اور مامون کو ایک خط کے ذریعے اس کی شکایت کردی، مگر دُوسری ہی رات طاہر نے بستر میں پڑے پڑے انتقال کیا۔ خراسان میں ایک عجیب کہرام مچا، ہر خراسانی کو ایسا معلوم ہوا جیسے والی نے نہیں ان کے باپ نے انتقال کیا ہے۔

نامہ بر نے طاہر کی موت کی خبر بھی لکھ بھیجی۔ جب پہلی خبر مامون کو ملی تو اس نے احمد کو بلا کر شکایت کی۔ تم تو کہتے تھے طاہر بغاوت نہیں کرے گا۔ اس کی یہ حرکت بغاوت نہیں تو اور کیا ہے احمد نے اسے تسلیاں تو بہت دیں مگر مامون نہیں مانا اور اسے حکم دیا آج ہی رات خراسان جاؤ اور طاہر کو سمجھاؤ۔ وہ راہِ راست پر آجائے۔

احمد اس رات کو بہانہ کر گیا، روانہ نہیں ہؤا، دوسرے دن روانہ ہونے کو تھا کہ نامہ بر طاہر کی موت کی خبر لایا۔ مامون نے ابن ابی خالد کو بلایا اور یہ خبرِ مرگ سنائی، اور بہت افسوس ظاہر کیا۔ اتنا اچھا آدمی موت کی گود میں جا سویا ہے۔ باپ کی جگہ اس کے بیٹے طلحہ کو ملی۔ جو سات سال تک متواتر خراسان

کا گورنر رہا - اور اس کی موت کے بعد بھائی عبداللہ خراسان اور عراق کا والسرائے مقرر ہوا - اور اس کے ساتھ ساتھ مامون نے شام کا صوبہ بھی اسے سونپ دیا -

طاہر بڑا مدبر - بڑا جان باز اور سیاست دان تھا - مرو سے جب وہ مامون کا علم ہاتھ میں لے کر عراق کی طرف چلا تھا - اس کے ساتھ صرف پانچہزار آدمی تھے، ان پانچہزار آدمیوں کے ساتھ اس نے امین کی بڑی سے بڑی فوج کو شکست دی - اور ہر موقع پر ایسی تدبیریں اختیار کیں کہ دشمن کو اس کی کمی تعداد کا علم نہ ہو پاتا - رستے میں اس نے خود نئی فوج بھرتی کی - اور بغداد پہنچنے تک تیس ہزار آدمی اس کے علم تلے جمع ہو گئے - بغداد پر اس نے جس طرح قابو پایا ہے یہ اس کے تدبر کی ایک بہترین مثال ہے - وہ خلیفہ کے خلاف لڑا - خود اس کی اپنی فوج کو اس کا دشمن بنا دیا - اور امین کی گدی کچھ اس طرح ناپی کہ امین زندہ بچ کر نہ نکل سکا - مامون کو اپنے بھائی کا غم تھا - مگر بے وقوف یہ بھول جاتا تھا - کہ بھائی کے خلاف جنگ کا آغاز کر کے اس نے اس رشتے کو منقطع کر دیا تھا - امین اگر زندہ رہتا تو مامون مرتا - دونوں کسی طرح زندہ نہ رہ سکتے تھے - اور طاہر اس بات کو خوب سمجھتا تھا اور پھر طاہر متقی اور پرہیزگار آدمی تھا - اس کے نزدیک امین آوارہ مزاج لفنگے کی موت جائز ہی نہیں ضروری تھی - اس کے سوا اگر کوئی اور اس مہم پر روانہ ہوتا تو یقیناً مار کھا جاتا -

خود مامون کو اس کے تدبر اور سیاست پر اعتماد تھا - اور

خود اس نے طاہر کے اس مکتوب کو جو طاہر نے اپنے بیٹے کو رقہ پر اپنا نائب بناتے وقت لکھا تھا۔ سیاست اور تدبر کا بہترین نمونہ قرار دے کر اس کی ہزاروں نقلیں کرائی تھیں اور ان نقلوں کو ملک کے ہر گوشے میں بھیج کر ہدایت کی تھی کہ ہر حاکم ہر وقت اسے پیش نظر رکھے۔

یہ خط سیاست و تدبر اور حکمرانی کا ایک جامع اور مانع ہدایت نامہ ہے۔ اور طاہر نے اس میں رعایا کی فلاح و بہبود، اللہ کی خشیت۔ اور انصاف و عدل کے قیام کو حکومت کی اساس قرار دے کر اپنے بیٹے کے ذریعہ ہر حاکم کو ہدایت کی ہے کہ وہ اگر اقبال چاہتا ہے اسے اگر حکومت کی بنیادیں مضبوط کرنے کی آرزو ہے تو اس پر عمل کرے۔

اس تکدر کے باوجود جو مامون کو طاہر سے تھا، وہ طاہر کا بے حد احترام کرتا۔ اور اس زمانہ میں جبکہ طاہر خراسان کا والی تھا۔ مامون نے اس سے بغداد اور سواد کی حکومت نہیں چھینی، طاہر کی مدت تک طاہر کا چھوٹا بیٹا باپ کی نیابت کرتا رہا۔ اور تدبر و سیاست کا یہ چراغ جسے طاہر نے روشن کیا تھا، برسوں اپنی روشنی پھیلاتا رہا۔

انتیسواں باب

مجرم معاف کر دیئے گئے

مامون کا یہ وصف اسے اس کے تمام آباؤ اجداد سے ممتاز کر دیتا ہے۔ کہ اس نے اپنے مخالفوں پر قبضہ پا کر انہیں معاف کر دیا۔ حالانکہ ان مخالفوں میں سے ایسے لوگ بھی تھے، جو اس کی تباہی پر کمر باندھے تھے، عیسٰی بن محمد بن ابی خالد۔ اور فضل بن ربیع نے تو اس کے ساتھ اتنی بڑی دشمنی کی۔ جس کی مثال نہیں ملتی۔ یہ دونوں اس وقت خراسان تھے، جب ہارون کا انتقال ہوا۔ اور امین نے مامون کی فوج کے مختلف سرداروں کو مامون سے الگ کرنے کے لئے خطوط لکھے، یہ دونوں مامون کی فوج کے سب سے بڑے سپہ سالار تھے۔ امین کے خط پاتے ہی یہ اپنی اپنی فوج کو لے کر مرو سے بغداد کی طرف بھاگے۔ مامون میں اس وقت اتنی قوت نہ تھی کہ وہ ان کا رستہ روک سکتا۔ اس نے ان کو کئی خط لکھے، حیلہ

کا لالچ دیا۔ مگر وہ نہیں مڑ کے۔ وہ سمجھتے تھے۔ امین کے مقابلہ میں مامون کی دوستی مفید نہیں ہو سکتی۔

مامون سے یوں کٹ کر آ گئے تو مامون کو ہمیشہ کے لئے بدلہ لینے کے ناقابل کرنے کے لئے انہوں نے امین کے دل میں اس کی نفرت کا بیج بو دیا۔ یہ فضل بن ربیع تھا جس نے بے وقوف امین کو اپنے نابالغ بیٹے موسیٰ کو ولیعہد بنانے پر اکسایا۔ یہ فضل بن ربیع تھا جس نے مامون کی معزولی کے فرمان جاری کرائے، مامون کے استیصال کے لئے فوج پر فوج بھیجی،

عیسیٰ کی حیثیت فضل بن ربیع ایسی نہ تھی۔ وہ صرف لڑ سکتا تھا اور یہ کام اس نے خوب کیا، طاہر کو قدم قدم پر روکا۔ اور بغداد میں تو چودہ مہینے تک خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ ابراہیم کی خلافت کے زمانہ میں بھی اس نے مامون کے خلاف بڑی کارروائیاں کیں۔ اور آخر وقت تک فتنہ بپا کرنے سے باز نہ آیا۔

مامون ان دونوں کے جرموں سے خوب واقف تھا۔ مگر جب یہ دونوں اس کے پاس امان مانگنے آئے۔ تو اس نے ان دونوں کو معاف کر دیا۔ بلکہ اعزاز بخشا۔ اور حکومت میں حصّہ دیا۔

اگر مامون کی جگہ کوئی اور ہوتا تو ان دونوں کی ہڈیاں تک ہزار ہزار بار آگ کی نذر کرتا۔ مگر مامون اپنے آباؤ اجداد کی طرح منتقم مزاج نہ تھا۔ اور سب سے بڑی چیز تو یہ تھی کہ مامون نے تو ابراہیم بن مہدی تک کو معاف کر دیا۔ جس نے اس کی جگہ

خلافت کی گدی پر بیٹھے رہنے کے لئے ہزار جتن کئے تھے ۔ جس نے اس کا حق اس سے چھینا تھا ۔ جس نے اس کی موت کے سامان کئے اور کرائے ۔

مامون کے بغداد آنے تک ابراہیم شہر کے اندر ہی چھپا رہا تھا طاہر کے آجانے سے اسے یہ موقع ہی نہ مل سکا کہ بھاگ سکے ۔ طاہر خراسان بھیج دیا گیا تو یہ ایک رات دو عورتوں کی معیت میں برقعہ پہن کر بھاگا ۔ مگر پہرہ داروں کو اس بوڑھے کو چلتے دیکھ کر شبہ ہوا انہوں نے اسے ٹوکا تو یہ کانپنے لگا ۔ اور اپنی انگلی سے ایک بیش قیمت ہیرے کی انگوٹھی اتار کر ان کی نذر کی ۔ ان کا شبہ بڑھ گیا ۔ وہ اسے پکڑ کر تھانہ میں لے آئے ۔ تھانہ میں اس کی نقاب کشائی ہوئی تو راز کھلا ، تھانہ دار بھی بڑا ہی ستم ظریف تھا ۔ اس برقعہ سے اس کی مشکیں باندھ کر اسے مامون کے پاس لایا مامون نے اسے پہلے تو ایک محل میں نظر بند کیا ، پھر معافی دی ۔ خلعت سے نوازا اور اس کے شایان شان وظیفہ مقرر کر دیا ۔

مامون کے مخالفوں میں نصر بن شبت بھی کوئی کم اہمیت نہیں رکھتا ۔ اس نے سروج کے نواح میں بغاوت کی آگ اس درجہ بھڑکائی کہ اس کی لپٹیں بغداد تک کو متاثر کر گئیں ۔ پہلے طاہر اور پھر اس کا بیٹا عبداللہ کئی سال تک اس سے لڑا ۔ مگر مامون اس لڑائی کو پسند نہ کرتا تھا ، اس نے سفیر کے پاس بھیج کر اسے راہِ راست پر آنے کی دعوت دی ۔ مگر وہ نہیں مانا

اور اس وقت تک لڑتا رہا، جب تک اس کے بازوؤں میں لڑنے کی ہمت رہی - آخر وقت میں جب اس میں مدافعت کی قوت نہ رہی - تو اس نے عبداللہ سے امان طلب کی - عبداللہ نے اسے امان دی، مگر مستقبل کے بارہ میں کوئی وعدہ نہیں کیا - بہر بات مامون پر چھوڑ دی - وہ جب مامون کے پاس آیا تو مامون نے اس کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا - ابوجعفر کے محل میں اُتارا - اور اپنے کئی مصاحب اس کی خاطر تواضع کے لئے وہاں بھیج دیئے -

فضل بن سہل اور اس کے بھائی حسن بن سہل نے مامون کو جس طرح بے وقوف بنایا تھا اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، فضل تو اپنے انجام کو پہنچا - اور حسن اپنے انجام کے غم سے پاگل ہو گیا - مامون کو اس کے پاگل پن سے بہت دکھ ہوا - اس نے اسے ہر طرح سے یقین دلایا کہ اس سے کسی قسم کا مواخذہ نہیں کیا جائے گا اس کے اعزاز کو بحال رکھا - اس کی دلجوئی کی - اسے اختیارات دیئے اور سب سے بڑھ کر اس کی بیٹی بوران سے شادی کی -

شادی کے لئے مامون بغداد سے ایک کشتی میں بیٹھکر فم الصلح پر آترا - حسن اس کے استقبال کو آیا - اور بڑی دھوم دھام سے شادی کی - حسن نے اس شادی پر پانچ کروڑ درہم صرف کئے رخصت کے وقت مامون نے حسن کو ایک کروڑ درہم عطا کئے مگر حسن نے یہ رقم اسی وقت مامون کے امرا میں بانٹ دی، حسن نے شادی کی تقریب میں ایک عجیب جدت کی، اس نے مختلف

رقعوں پر اپنی جائیدادوں اور املاک کے نام لکھے۔ اور یہ رقعے امرا اور بنی ہاشم پر پھینکے جس کے ہاتھ جو رقعہ پڑا۔ اس کو وہ جاگیر اور جائیداد دے دی گئی۔ حسن کے علاوہ حمدونہ نے ڈھائی کروڑ اور امین کی ماں ام جعفر نے ساڑھے تین کروڑ درہم خرچ کئے تھے اس شادی سے حسن بن سہل کے دل کو قرار آ گیا۔ اور مامون کی طرف سے ہر بدظنی دور ہو گئی ؂

تیسواں باب

مصر اور اسکندریہ کی فتح

عبداللہ بن طاہر نے نصر بن شبث پر قابو پا لیا تو مامون نے اسے مصر پر چڑھائی کا حکم دیا۔ مصر میں ان دنوں ابن سری کی عملداری تھی اور سارا ملک طوائف الملوکی میں مبتلا تھا۔

عبداللہ اپنی ساری فوج لے کر مصر کی طرف بڑھا۔ ابن سری نے اس کی پیش قدمی کی خبر پائی تو مصر کے گرد ایک گہری خندق کھود لی۔ اور محصور ہونے کے لئے پوری تیاری کر لی۔

عبداللہ خود تو اپنے لاؤ لشکر سمیت آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا، البتہ اس نے اپنی سوار فوج کے ایک دستہ کو آگے بھیج دیا تھا۔ کہ اُڑتا ہوا جائے اور مصر کے قریب پہنچ کر کسی ایسی جگہ کا انتخاب کرے جہاں چھاؤنی ڈالی جا سکے، عبداللہ کا یہ دستہ جب مصر کے قریب پہنچا تو ابن سری کی فوج آ گئی اس میں لڑائی ہوئی ۔ اس کی

تعداد تھوڑی تھی ، پسپا ہوا ، اور عبداللہ کو اس پسپائی کی خبر لکھ بھیجی - عبداللہ شکستوں سے آشنا نہ تھا - اس نے یہ خبر بہت دُکھ کے ساتھ پڑھی اور فوج کو حکم دیا ، ہوا کی سی تیزی سے آگے بڑھے -

جس وقت عبداللہ مصر کے قریب پہنچا - اور چھاؤنی ڈال دی - اس وقت رات کی سیاہی ہر طرف پھیلی تھی - اس سیاہ رات میں مصر کی شہر پناہ سے ایک حسین قافلہ ہزار اداؤں اور ہزار غمزوں کے جھرمٹ میں زرق برق لباس پہنے عبداللہ کی چھاؤنی کی سرحد کی طرف بڑھتا نظر آیا - عبداللہ کے پہرہ داروں نے اسے دیکھا - آنکھیں جھپکنے لگے - اور حسن کے اس کارواں کو ڈرتے اور شرماتے عبداللہ کے حضور لائے - اس قافلے میں ایک ہزار حسین لونڈیاں اور خواجہ سرا تھے - اور ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک ہزار کی تھیلی تھی -

حسن اور زر ہی تو اس دنیا کی سب سے بڑی متاع ہے ، مگر عبداللہ نے نہ ان حسین لونڈیوں کو قبول کیا اور نہ زر ہی کو قابلِ توجہ سمجھا - اور اسی لمحے پہرہ داروں کو حکم دیا -

انہیں جس طرح یہاں تک لائے ہو ویسے ہی واپس لے جاؤ -

یہ قافلہ جس طرح آیا تھا ویسے ہی لوٹ گیا - تو ابن سرح صلح کی طرف سے ناامید ہو گیا - دوسرے دن وہ اپنی ساری جمعیت لے کر شہر پناہ سے باہر آیا - اور ایک گھمسان کی لڑائی لڑی - شکست کھائی اور مصر چھوڑ کر فسطاط بھاگ گیا ، فسطاط کا قلعہ مضبوطی میں مثال نہ رکھتا تھا - مگر عبداللہ کے مضبوط کردار نے اس کی مضبوط

دیوار میں چھید ڈالیں۔ ابن سری نے ہتھیار رکھ دیئے اور عبداللہ کے پاس چلا آیا۔

مصر کی فتح کے بعد عبداللہ نے اسکندریہ پر چڑھائی کی۔ اسکندریہ پر اس وقت اندلس کی ایک جماعت قابض تھی، عبداللہ اسکندریہ آیا تو اس جماعت نے ڈر کر امان طلب کی۔ اور اپنے تمام افراد کو لے کر کریٹ چلی گئی، عبداللہ جس وقت مصر آیا ہے اس وقت مصر کے ہر مقام پر سخت بدامنی پھیلی تھی، لوگوں کی نہ جانیں محفوظ تھیں اور نہ اموال، جس زبردست کا جی چاہتا زیردست پر چڑھ دوڑتا۔ اس کی جائیداد پر قبضہ کر لیتا۔ اس کا مال لوٹ لیتا اور اس کی عورتوں کو لونڈیاں بنا لیتا، عبداللہ کے مصر آتے ہی ہر طرف امن ہو گیا۔ اس نے اوباشوں اور بدمعاشوں کو بازاروں میں کھڑے کر کے ہنٹر مروائے۔ پھانسیاں دیں اور ہر طرف منادی کر دی۔ اگر ہماری رعایا کے کسی فرد کو محض اس کی کمزوری کی بنا پر ظلم کا نشانہ بنایا گیا۔ تو ہم کبھی برداشت نہ کریں گے۔ اور ظالم سے ایسا انتقام لیں گے۔ کہ صدیوں تک یادگار رہے اب تک جو مظالم ہو چکے تھے، عبداللہ نے ان کی تلافی کی۔ اور چند دن کے اندر ملک کی یہ حالت ہو گئی کہ عورتیں ہزاروں دینار دامن میں باندھ کر مصر کے اس کونے سے دوسرے کونے تک یکہ و تنہا سفر کر سکتی تھیں، عبداللہ نے جگہ جگہ سرائیں بنوائیں۔ سڑکوں کی تعمیر کی۔ مدرسے اور محتاج خانے کھولے۔ اور ملک کو خوشحالی کی دولت سے مالا مال کر دیا۔

اس کو اس کی اس فرض شناسی کا صلہ بھی ملا - مامون نے اپنی سلطنت کے تمام مشرقی صوبوں، عراق - شام، جزیرہ اور مصر کی حکومت اسے سونپ دی اور اسے ایک منظوم خط لکھا - جس کا مفہوم یہ تھا:-

تم میرے بھائی اور دوست ہو - اور تمہاری مہربانیوں کا میں شکر گزار ہوں - تم جس بات کو پسند کرو گے - میں بھی اسے آخر وقت تک پسند کروں گا - اور جس بات کو تم ناپسند کرو گے میں اسے کبھی پسند نہ کروں گا، اور میں اس بات کا عہد اللہ کے سامنے کرتا ہوں - اور اس کو ضامن قرار دیتا ہوں -

طاہر نے مامون کا یہ خط پایا، تو پھولا نہ سمایا - اور مامون کو بہت سے تحائف کے ساتھ اپنی شکر گزاری کا عریضہ لکھا:-

جب کسی بڑے بادشاہ کے دربار میں کسی سردار کا اقبال بڑھتا ہے تو بادشاہ کے حاشیہ نشین جلنے لگتے ہیں عبداللہ بن طاہر سے بھی بہت سے لوگ جلتے - مگر اس میں چونکہ کوئی عیب نہ تھا - اس کی رعایا کے سارے افراد اس سے خوش تھے - اس لئے حاسد دل ہی دل میں جلتے رہے، مامون کے آخر دور میں البتہ مامون کے عزیزوں نے عبداللہ بن طاہر کی طرف سے مامون کو بدظن کرنے کی ایک وجہ پیدا کر ہی لی، انہوں نے اس سے کہا وہ اپنے باپ کی طرح علی کی اولاد سے محبت کرتا اور ان کی حکومت کے خواب دیکھ رہا ہے اور اگر آپ نے توجہ نہ کی - تو

وہ حکومت آپ سے چھین کر علی کی اولاد کے سپرد کر دے گا، مامون کو اس بات کا یقین تو نہیں آیا۔ مگر اس نے تسلی کے لئے اپنے ایک معتمد خادم کو جسے عبداللہ بن طاہر نہیں جانتا تھا، اس کام پر مامور کیا کہ وہ علما اور فقہا کے بھیس میں مصر جائے۔ اور عبداللہ کے مصاحبوں میں رسوخ حاصل کر کے عبداللہ کے پاس پہنچے اور پھر اسے ابن طبا طبا کے پوتے قاسم کے لئے بیعت کرنے کی دعوت دے۔

مامون نے اس کے ساتھ بہت سا روپیہ بھی کر دیا کہ عبداللہ کے مصاحبین کے نذر کر سکے۔

یہ شخص مصر آیا۔ ایک بڑے عالم اور زاہد کے بھیس میں عبداللہ کے مصاحبوں سے ملا اور پھر ہوتے ہوتے عبداللہ تک رسائی پا لی۔ اور ایک دن تنہائی میں اس سے جان کی امان مانگ کر اسے قاسم کی بیعت کی دعوت دی۔ اور قاسم کی خوبیاں بیان کیں۔ عبداللہ اس کی باتیں بڑے اطمینان سے سنتا رہا۔ جب وہ اپنی گفتگو ختم کر چکا تو عبداللہ نے کہا۔

میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں۔ کہ اللہ کے آدمی پر جو احسان ہیں ان کے سبب کیا آدمی پر خدا کا شکر واجب نہیں ہے۔

اس نے جواب دیا:۔ کیوں نہیں،

عبداللہ نے پھر کہا:۔

اور اگر اللہ کے بندے ایک دوسرے پر احسان کریں تو کیا

اس صورت میں ان کو ایک دوسرے کا شکر ادا کرنا ضروری نہیں ہے؟

اس شخص نے جواب دیا:- یقیناً ضروری ہے۔

عبداللہ بولا:-

تو پھر تم خود سوچو کہ میرے پاس یہ دعوت لے کر کیوں آئے ہو۔ جبکہ تم خود دیکھ رہے ہو۔ کہ اللہ کے ایک بندے مامون نے میرے اوپر اتنے احسانات کئے ہیں کہ میں ان کے بار تلے دبا ہوں۔

میرا حکم مشرق سے لے کر مغرب تک چلتا ہے۔ اور کسی کی مجال نہیں کہ میرے حکم کی مخالفت کرے۔ ہر نعمت مجھے میسر ہے۔ میرے خزانے دولت سے بھرے ہیں میری فوجیں بے شمار و لاتعداد ہیں۔ اور یہ سب اللہ کے بندے مامون کے سبب ہے۔ اور کیا یہ میری بے وفائی اور محسن کُشی نہ ہو گی۔ اگر میں اس شخص کے سر سے حکومت کا تاج اتار کر کسی دوسرے شخص کے سر پر رکھوں گا۔ اور پھر یہ شخص حق شناس۔ امن پسند، منصف اور اللہ سے ڈرنے والا ہے۔ اس میں کوئی عیب بھی نہیں۔ وہ نہ لوگوں پر ظلم کرتا ہے۔ اور نہ کج روی سے چلتا ہے۔

اس کے بعد عبداللہ کی آنکھیں غصہ سے سُرخ ہو گئیں۔ اور اس نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

اے شخص یہاں سے ابھی اور ابھی فی الفور بھاگ جا، میں تجھ

کو جان کی امان دے چکا ہوں، ورنہ تیری نعش یہاں سے اٹھتی۔

یہ شخص وہاں سے بھاگا۔ عبداللہ نے اس کے پیچھے آدمی لگا دیئے کہ اسے سرحد سے نکال دیں۔

ادھر مامون انتظار میں تھا، جتنے دن گذرتے اس کی بے چینی بڑھتی جاتی۔ یہ بے چینی اس وقت آپ ہی آپ ختم ہو گئی۔ جب یہ شخص اترے ہوئے چہرے کے ساتھ اس کے پاس آیا۔ اور ساری سرگذشت عرض کر دی۔ مامون کے چہرہ پر ایک عجیب رونق پھیل گئی۔ اور اسے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ آج اور اسی گھڑی تخت پر بیٹھا ہے۔ اس نے اس دن خوب خوشیاں منائیں، اور عبداللہ کی صحت کا جام نوش کیا۔ اور عبداللہ بن طاہر کو ایک بہت محبت بھرا مکتوب لکھا، اور خواہش ظاہر کی۔ اگر تکلیف نہ ہو تو مجھے آکر ملجاؤ۔ عبداللہ نے اپنے محبوب دوست اور آقا کا خط پایا تو سر کے بل چل کر بغداد آیا۔

مامون کی طبیعت اس وقت کچھ اچھی نہ تھی، اپنے بیٹے عباس اور اپنے بھائی ابواسحاق معتصم کو تمام بڑے سرداروں کے ساتھ استقبال کو بھیجا۔ وہ سب لوگ بڑی عزت کے ساتھ اسے شہر میں لائے۔

مامون نے اسے باریاب کیا۔ اور یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ وہ اسے اپنے بھائی اور بیٹے کے برابر عزیز ہے۔ تینوں کو ایک ساتھ پانچ پانچ لاکھ دینار نقد دیئے۔

عبداللہ ابھی یہیں تھا - کہ اس کے بھائی طلحہ نے خراسان میں انتقال کیا ، اموں نے عبداللہ سے اس کی تعزیت کی - اور اس کی جگہ خراسان کی ولایت کا پروانہ اسے عطا کر کے خراسان بھیج دیا اور اس کی نیابت میں اپنے بیٹے عباس کو جزیرے اور سرحدی چھاؤنیوں اور اپنے بھائی ابواسحٰق کو شام اور مصر کی حکومت سونپ دی ؎

اکتیسواں باب

رُوم میں

محرم سنہ ۲۱۵ ہجری کے ختم ہونے میں تین راتیں باقی تھیں، جب مامون جہاد کی نیت سے ایک بڑے لاؤ لشکر سمیت بغداد سے روانہ ہوا۔

جب وہ تکریت پہنچا، تو امام محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی زین العابدین اس کے پاس تشریف لائے۔ مامون نے ان کا استقبال کیا۔ بڑی عزت کے ساتھ انہیں اپنے پاس ٹھیرایا۔ مامون کی بیٹی ام الفضل ان سے بیاہی تھی۔ مگر ابھی رخصتی عمل میں نہ آئی تھی۔ یہیں مامون نے اپنی بیٹی کی رخصتی کی رسم ادا کی۔ امام محمد اپنی بیوی کو ساتھ لے کر احمد بن یوسف کے مکان میں تشریف لے گئے۔ مامون کچھ دیر یہاں ٹھیر کر آگے بڑھا۔ موصل آیا، پھر حابق، پھر انطاکیہ، پھر مصیصہ، اور پھر طرسوس پہنچا۔ یہ رومی اور اسلامی

سرحد تھی۔ طرطوس پہنچ کر مامون نے اپنی فوج کا جائزہ لیا۔ اسے مختلف دستوں میں بانٹا اور اپنے بیٹے عباس کو حکم دیا۔ فوج کے ایک حصہ کے ساتھ سلطیہ کی راہ آگے بڑھے اور وہ خود رومی سرحد میں داخل ہو کر، قرہ پر حملہ آور ہوا رومی فوج قلعہ بند ہو گئی، مگر پھر رومی فوج نے ہتھیار رکھ دیئے اور جان کی امان پاکر قلعہ سے نکل گئی۔ مامون نے قلعہ مسمار کر دیا اور آگے بڑھا۔ ماجدہ پر حملہ کیا اور اسے بھی فتح کر لیا۔ کچھ دن یہیں قیام کیا۔ اور اپنے ایک سردار اشناس کو تھوڑی سی فوج دے کر سندس بھیجا۔ اشناس سندس کے رئیس کو پکڑ کر مامون کے پاس لے آیا۔

مامون کے دو اور فوجی دستے عجیف اور جعفر بن خیاط کی سرکردگی میں قلعہ اسنان پر حملہ آور ہوئے، اسنان کے رئیس نے امان مانگی اور مامون کی اطاعت قبول کر لی۔

یہ پورا سال رومی علاقہ میں بسر کرنے کے بعد مامون دمشق آ گیا۔ کچھ دن وہاں آرام کیا۔ وہ دمشق ہی میں تھا جب اسے خبر ملی۔ کہ روم کے بادشاہ نے طرطوس اور مصیصہ کے سولہ سو آدمی قتل کر دیئے ہیں۔ یہ دونوں مقام اسلامی قلمرو میں تھے۔ مامون یہ خبر پاکر بجلی کی سی تیزی سے پھر روم میں داخل ہوا، انطیغوا کا محاصرہ کیا۔ اور اسے فتح کر کے ہرقلہ آیا، ہرقلہ کے لوگوں نے مصالحت کی درخواست کی اور امان پائی۔ وہ خود یہاں ٹھیرا اور اپنے بھائی ابو اسحٰق کو فوج کا بڑا حصہ دے کر آگے بھیجا۔ عباس روم

کے علاقہ پر آندھی کی طرح پھیل گیا اور تیس مشہور قلعے فتح کرنے کے بعد واپس آیا۔ مامون کی ایک دوسری فوج یحییٰ کی ماتحتی میں طوانیہ کی طرف بڑھی۔ اور کئی مہینوں تک رومیوں سے لڑتی اور انہیں تباہ کرتی رہی،

رومی حکومت کو ایک اچھا خاصہ سبق دے کر مامون دمشق لوٹا وہاں کچھ دن آرام کیا، پھر مصر کا دورہ کیا۔

۲۱۷ھ ہجری میں اس نے پھر روم پر یلغار کی۔ اور مختلف مقامات کو تباہ و برباد کر کے رقہ واپس ہوا۔ اگلے سال اپنے بیٹے عباس کو ایک بڑی فوج دے کر طوانہ بھیجا۔ عباس نے مامون کے حکم سے اسے از سرِ نو تعمیر کیا۔

رومی علاقہ میں یہ پہلا شہر تھا جو تعمیر ہوا۔ عباس نے اسے مستحکم بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اس کے چاروں دروازوں پر چار مضبوط قلعے بنوائے۔ اس سال رومی بادشاہ اور مامون میں مصالحت کے لئے خط و کتابت ہوئی اور پھر ایک رسمی سی مصالحت ہو گئی۔

بائیسواں باب

فتنہ خلقِ قرآن

مامون میں بڑی خوبیاں تھیں، مگر نہ جانے آخر عمر میں اس کے دماغ میں یہ کیا سودا سمایا کہ قرآن کو مخلوق سمجھنے پر اصرار کرنے لگا۔ یوں تو اس نے اپنے اس عقیدے کا اظہار کئی سال پہلے کر دیا تھا۔ مگر علما پر اس نے سختی اس وقت شروع کی۔ جب وہ مصر آیا یہ ۲۱۸ھ ہجری کا قصہ ہے، مصر ہی سے اس نے اپنے نائب اسحٰق بن ابراہیم کو حکم دیا امام محمد بن سعد واقدی۔ ابو مسلم مستلی یزید بن ہارون، یحییٰ بن معین، زہیر بن حرب، ابو خیثمہ، اسماعیل بن داؤد۔ اسماعیل بن ابی مسعود۔ اور احمد بن دورقی کو میرے پاس بھیج دئے۔ یہ لوگ اپنے وقت کے بڑے مقتدر عالم تھے۔ مامون کے حکم سے، جب یہ سب سرکاری اونٹوں پر لدے مصر آئے، تو مامون نے ان سب سے پوچھا۔

حضرات! قرآن مخلوق ہے یا نہیں؛
ان سب نے جواب دیا:-
مخلوق ہے۔
مامون خاموش ہو گیا اور انہیں انعام واکرام دے کر بغداد بھیج دیا اور ساتھ ہی اسحٰق بن ابراہیم کو لکھا۔ عراق کے تمام علما کو جمع کر کے، ان کے سامنے ان حضرات کا عقیدہ بیان کرو۔ اور سب سے اقرار لے لو کہ قرآن خدا کی مخلوق ہے۔
کتنی مہمل سی بات تھی، قرآن اگر مخلوق تھا تو اس سے کیا فرق پڑ جاتا اور اگر مخلوق نہ تھا تو کون سے پہاڑ ٹوٹے پڑتے، مگر اس احمق مامون نے اس مسئلہ کو اس درجہ اہمیت دے دی۔ کہ ساری قلمرو میں ہر جگہ اس پر بحث ہونے لگی۔ علما تو خیر رائے ظاہر کرنے کا حق رکھتے تھے۔ وہ لوگ بھی تیس مار خانی فرمانے لگے۔ جن کا کام مردوں کو غسل دینا اور حماموں میں پانی گرم کرنا تھا۔ حجام خط بناتے۔ بال کاٹتے۔ تو ان کی زبان پر یہی مسئلہ ہوتا۔ اور غریب علماء پر تو عجیب تھی، اسحٰق بن ابراہیم نے، ہرکاری ہرکارے بھیج بھیج کر ان کو بلانا شروع کیا۔ سب سے پہلے ان لوگوں کو بلایا۔ ابوحسان الزیادی۔ بشر بن ولید کندی، علی بن ابی مقاتل، فضل بن غانم۔ ذیال بن ہشیم، سجادہ، قواریری امام احمد بن حنبل، قتیبہ، سعدویہ الواسطی، علی بن جعد، اسحٰق بن ابی اسرائیل، ابن ہرش، ابن علیۃ، یحییٰ بن عبدالرحمٰن۔ ابوالعز تمار ابو معمر قطیعی۔ محمد بن حاتم، محمد بن نوح، ابن فرخان۔

نضر بن شمیل، ابن علی بن عاصم، ابوالعوام ابن شجاع، اور عبدالرحمٰن بن اسحٰق تھے۔

مامون کے دونوں خط پڑھ کر انہیں سنائے، پھر سات علما کا فتویٰ سنایا اور پھر باری باری ہر ایک سے رائے پوچھی، سب سے پہلے بشیر بن ولید کو مخاطب کیا گیا۔ اسحٰق نے ان سے پوچھا، قرآن کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت بشیر نے جواب دیا، قرآن اللہ کا کلام ہے۔ اسحٰق نے بات کاٹ لی، حضور میں نے یہ نہیں پوچھا میرا مقصد تو یہ تھا کہ آیا قرآن مخلوق ہے یا نہیں؛ حضرت بشیر اس سوال کے جواب سے کتراتے فرمایا، اللہ ہر ایک چیز کا خالق ہے اسحٰق نے اعتراض کیا تو آیا قرآن بھی چیز میں شامل ہے؛ انہوں نے جواب دیا۔ یقیناً شامل ہے۔ اسحٰق بولا صاف کیوں نہیں کہتے۔ کیا وہ مخلوق ہے۔ حضرت بشیر نے جواب دیا۔ یہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ البتہ اتنا جانتا ہوں کہ وہ خالق نہیں ہے۔

اسحٰق نے اپنا سوال کئی بار دہرایا مگر انہوں نے اس کے سوا کوئی جواب نہیں دیا۔ ہر بار یہی کہا۔ ہم اس کے سوا کسی اور بات کو نہیں جانتے اور نہ ہم اس مسئلہ پر اس سے زیادہ گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔

وہ بڑے عالم تھے، اسحٰق ان سے مرعوب تھا، کچھ اور تو نہ کرسکا البتہ ایک رقعہ ان کے سامنے پیش کیا، جس پر لکھا تھا۔

اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ نہ اس سے پہلے کوئی تھا نہ اس کے بعد کچھ ہے۔ اس کی مخلوقات میں سے کوئی شے

بھی اس کے مشابہ نہیں ہے۔

اسحٰق نے اس رقعہ کی عبارت خود پڑھ کر سنائی اور پوچھا:۔

کیا آپ کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

انہوں نے جواب دیا۔ یقیناً یہی ہے۔

ان کو چھٹکارا ملا تو علی بن مقاتل اور ذیال کی باری آئی ان سے بھی یہی سوال ہوئے۔ اور انہوں نے بھی قریب یہی جواب دیئے۔ البتہ ابوالحسن زیادی نے لٹیا ڈبو دی۔ کہنے لگے امیرالمومنین ہمارے امام ہیں۔ ہم ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، انہیں زکواۃ لاکر دیتے ہیں، ان کا علم ہم سے بہت زیادہ ہے۔ اس لئے جو ان کی رائے ہے وہی بندے کی رائے ہے۔

کچھ دوسرے علماء نے بھی ایسی قسم کے جواب دیئے۔ البتہ حضرت امام احمد بن حنبل اس بات پر اڑے رہے۔ کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور بس۔ اسحٰق نے بے شمار سوال کئے۔ مگر انہوں نے کسی سوال کا جواب نہیں دیا۔

یہ محفل برخواست ہوئی تو اسحٰق نے ان لوگوں پر پابندی لگا دی، جنہوں نے مامون کی رائے سے اتفاق نہیں کیا تھا۔ ان لوگوں سے درس دینے کا حق چھین لیا گیا، اور عام منادی کر دی گئی کہ ان سے نہ کوئی فتویٰ پوچھے اور ان کے درس میں شامل ہو، اور اس کارگذاری کی اطلاع مامون کو دے دی۔ مامون نے جواب میں لکھا:۔

جن لوگوں کے نام تم نے اپنے خط میں لکھے ہیں اگر وہ

اپنے شرک سے باز نہ آئیں - اور قرآن کے مخلوق ہونے
کا اقرار نہ کریں تو بشیر بن ولید اور ابراہیم بن مہدی کے
علاوہ باقی سب لوگوں کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر سرکاری
محافظین کے ساتھ ہمارے پاس بھیج دو - تاکہ ہم خود ان کا
امتحان لیں اور اگر وہ توبہ نہ کریں تو ان سب کی گردنیں
اڑادیں -

یہ خط اسحٰق کو ملا - اور اس کے مضمون کی اشاعت ہوئی، تو حضرت
امام احمد بن حنبل، حضرت قواریری اور محمد بن نوح کے علاوہ باقی سارے
علما نے اقرار کرلیا کہ قرآن مخلوق ہے - ان تینوں کو بیڑیاں ڈال دی
گئیں - دوسرے دن پھر ان کی حاضری ہوئی - آج قواریری بھی مان
گئے - ان کی بیڑیاں کٹ گئیں - البتہ حضرت امام احمد بن حنبل اور محمد
بن نوح ثابت قدم رہے - اسحٰق بن ابراہیم نے ان دونوں کو بیڑیوں
میں جکڑ کر اونٹوں پر لادا - اور مامون کے پاس بھیج دیا -

تیسواں باب

مامون کی موت

طرسوس سے تھوڑے فاصلے پر ایک نہر تھی۔ جس کا نام بدن دون تھا۔ ۱۷ جمادی الآخر کو دوپہر کے وقت مامون ان کے بھائی ابواسحٰق اور سعید قاری، اس نہر کے کنارے گھنے درختوں تلے بیٹھے تھے۔ ان سب نے اپنے پاؤں ندی کے ٹھنڈے پانی میں ڈال رکھے تھے۔ یہاں بیٹھے بیٹھے مامون نے تر و تازہ کھجور طلب کئے۔ خوب سیر ہو کر کھائے۔ اور ندی کا ٹھنڈا پانی پیا۔ پانی پیتے ہی تینوں پر بخار کا حملہ ہوا۔ دوسرے دونوں تو اچھے ہو گئے۔ مگر مامون کی بیماری طول پکڑ گئی، اور کبھی کبھی تو ایسا ہوتا کہ مامون گھنٹوں بیہوش پڑا رہتا۔ اس بیماری کے عالم میں اس نے اپنے بھائی ابواسحٰق معتصم کو اپنا جانشین منتخب کیا اور اپنے بیٹے عباس، مصاحبوں اور سرداروں سے اس کے لئے بیعت لی۔ اور ساری مملکت

میں احکام بھیج دیئے۔ کہ ہر جگہ ابو اسحٰق کے لئے بیعت لے لی جائے۔

مرتے وقت مامون نے جو وصیت کی۔ اس سے اس کی دینداری اور فطرت صالح کا پتہ چلتا ہے۔ اس نے اپنے بھائی ابو اسحٰق کو اپنے قریب بلا کر۔ خدا سے ہر وقت ڈرتے رہنے۔ مذہب کی پابندی عدل و انصاف اور رعایا کے ساتھ حسن سلوک کی نصیحت کی۔ وہ بنو عباس میں سے پہلا خلیفہ ہے، جس نے اپنے جانشین کو مسلمانوں کے مفاد کو اپنے ذاتی مفاد اور خواہشات پر مقدم کرنے کی ترغیب دی۔

یہ وصیت کرنے کے بعد مامون نے کچھ باتیں اپنے دفنانے کے بارہ میں کہیں، اور پھر آنکھیں بند کر لیں۔

موت کے بعد مامون کا بیٹا عباس اور بھائی ابو اسحٰق اسے اٹھا کر طرطوس لائے اور ہارون کے ایک غلام خاقان کے گھر میں دفن کر دیا۔ طرطوس کے سو آدمی اس خدمت پر مامور ہوتے کہ قبر کی حفاظت کریں۔ مامون نے بائیس سال، پانچ ماہ اور تیئس دن حکومت کی۔

مامون بہت خوبصورت آدمی تھا، صورت کی طرح اس کی سیرت بھی بنو عباس کے تمام حکمرانوں میں سب سے بہتر تھی۔

وہ بڑا عالم۔ بہت اچھا خطیب، بڑا اچھا شاعر اور بلند پایہ ادیب تھا۔ شعرا اس کی محفل میں بیٹھے شعر سناتے۔ تو وہ پہلا مصرعہ سنتے ہی دوسرا مصرعہ خود پڑھ دیتا اور بعض دفعہ تو غلط

اشعار کی اصلاح بھی کر دیتا۔

وہ بڑا سخی تھا۔ اور جب سخاوت پر آتا تو خزانے کے خزانے خالی کر دیتا۔ اسحٰق کا بیان ہے کہ جن دنوں مامون دمشق کا دورہ کر رہا تھا۔ کثرت سے سخاوت کرنے کی وجہ سے اس کا ہاتھ بہت تنگ ہو گیا تھا۔ مگر اس تنگی کے باوجود۔ جب چند دن بعد شام کا لگان اس کے پاس آیا تو اس نے وہیں کھڑے کھڑے تین کروڑ کے تین کروڑ درہم فوج اور مصاحبین میں بانٹ دیئے۔ اور خود پہلے ہی جیسا تنگ دست رہا۔ اس زمانہ میں البصرہ کا ایک شاعر اس کی تعریف میں ایک قصیدہ لکھ کر سلفوس آیا۔ مامون کی چھاؤنی میں پہنچا۔ مگر کسی کو جانتا نہ تھا۔ گھومتے گھومتے اس نے ادھیڑ عمر کے ایک شریف آدمی کو دیکھا۔ دونوں میں سلام کا تبادلہ ہوا اس نے اس شاعر سے یہاں آنے کی وجہ پوچھی تو اس نے آنے کی وجہ بتا دی۔ اور بادشاہ کے حسنِ اخلاق اور فیاضی کے بارہ میں شاعرانہ باتیں بھی کیں۔ وہ آدمی خوش ہوا۔ اور قصیدہ سننے کی خواہش ظاہر کی شاعر پھکڑ بھی تھا اور بدمزاج بھی اس نے اسے ڈانٹا، کہنے لگا،

عجیب بد مذاق آدمی ہو، ایک ایسی چیز کے سننے کی خواہش کر رہے ہو، جسے صرف بادشاہ ہی سن سکتے ہیں

وہ آدمی مسکرایا۔ پوچھا:-

اگر بادشاہ کو یہ شعر پسند آجائیں تو تمہارا کیا خیال ہے، وہ تمہیں کتنا انعام دے گا۔

شاعر صاحب نے جواب دیا:-

ایک ہزار دینار کی توقع ہے۔

شریف آدمی پھر مسکرایا کہنے لگا،

اگر یہ ایک ہزار دینار ہم تمہیں دینے کا وعدہ کریں تو کیا تم پھر بھی ہمیں یہ شعر نہ سناؤ گے۔

شاعر صاحب کچھ نرم پڑ گئے۔ کہنے لگے :-

اگر خدا کی ضمانت دیتے ہو کہ وعدہ پورا کرو گے۔ تو ہم تمہیں یہ شعر سنا دیں گے۔

شریف آدمی نے خدا کی ضمانت دے دی۔ تو شاعر لگے شعر پڑھنے شروع کئے۔ آخری شعر پر پہنچا تھا۔ کہ دور سے گرد وغبار اٹھا اور دس ہزار مسلح سپاہی آن کی آن میں ان دونوں کے چاروں طرف پھیل گئے۔ اور شاعر کو اب معلوم ہوا۔ یہ خود مامون تھا جس سے وہ اب تک باتیں کر رہا تھا۔ بے چارہ بہت ڈرا۔ مگر مامون نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اسے تسلی دی۔

تم ہماری تعریف میں شعر لکھ کر لائے ہو۔ تم نے ہماری خاطر اتنا لمبا سفر اختیار کیا ہے۔ تمہارا ہم پر احسان ہے۔

پھر خزانچی کی طرف دیکھا اور حکم دیا، تمہارے پاس اس وقت جتنی رقم ہو، اس شاعر کو دے دو، خزانچی کے پاس اس وقت صرف تین ہزار دینار تھے۔ مامون نے یہ دینار شاعر کے حوالے کر دیئے اور کہا اچھی بات ہے۔ اب تم جا سکتے ہو، شاعر اسے دعائیں دیتے لوٹ آیا۔ اور مامون اپنی فوج کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

علی بن صالح کا بیان ہے ۔ کہ اسی سفر کے دوران میں مامون نے
اس سے خواہش کی کہ ایک ایسا شامی میرے پاس لاؤ ۔ جو خوش سخن
اور عالم ہو ۔
علی ایسے آدمی کو ڈھونڈ لایا ۔ اور مامون کے حضور پیش کرنے سے
پہلے اسے سمجھا دیا کہ جب تک مامون خود کچھ نہ کہے وہ کوئی بات مامون
سے نہ پوچھے
مگر جب یہ مامون کے پاس آیا ۔ تو مامون اس وقت شراب پی رہا تھا
اس نے اس شخص کو بھی شرکت کی دعوت دی ۔ اور پاس بیٹھنے کے
لئے کہا ۔ شامی نے اعتراض کیا ۔

عالیجاہ ، آپ مجھے اپنا ندیم بنانا چاہتے ہیں حالانکہ میرے
کپڑے آپ کے کپڑوں سے خراب ہیں ، اور یہ چیز میرے
لئے باعث شرم ہے ۔

مامون یہ سن کر مسکرایا ۔ حکم دیا ۔ اسے خلعت عطا کی جائے ۔ اسے خلعت
عطا ہوئی ، خلعت پہن کر وہ پھر اپنی جگہ پر آن بیٹھا اور مامون نے
اس سے باتیں شروع کیں تو کہنے لگا :-

عالیجاہ ، اس حال میں کہ میرا دل میرے اہل وعیال کی وجہ سے
پریشان ہے ۔ آپ کو میری باتوں میں کیا مزہ ملے گا ۔

مامون سن کر مسکرایا ۔ حکم دیا پچاس ہزار درہم اس کے گھر بھیج دیئے جائیں
اب وہ شخص سنبھل کر بیٹھ گیا ۔ کہنے لگا :-

عالیجاہ ، اجازت ہو تو ایک اور بات بھی عرض کروں ،

مامون نے اجازت دی تو اس شخص نے کہا ۔

آپ جس چیز سے شغل فرما رہے ہیں وہ انسان کے ارادے اور عقل میں حائل ہو جاتی ہے۔ اور اگر اس حال میں مجھ سے کوئی گستاخی ہو جائے تو آپ اسے معاف فرما دیں۔

مامون مسکرایا۔ اور وعدہ کیا۔

ہم ہر گستاخی معاف فرما دیں گے۔

اس کے بعد اس نے مامون کے ساتھ مل کر شراب پی اور بہت عمدہ عمدہ باتیں کیں۔

اپنے باپ ہارون کی طرح مامون بھی اپنے ایک مصاحب یزیدی سے بہت بے تکلف تھا۔ ایک بار اس نے مامون سے اپنی پریشانی اور قرض کی شکایت کی۔ مامون کے پاس اتنا روپیہ نہ تھا کہ وہ اسے دیتا۔ اس لئے اس نے اس سے کہا کچھ دن صبر کرو کہیں سے روپیہ آ گیا تو تمہاری ساری پریشانیاں دور کر دوں گا۔ مگر یزیدی بہت جلد باز تھا کہنے لگا اس وقت تک نہ جانے ہمارا کیا حال ہو جائے۔ مامون مسکرایا بولا تو پھر خود ہی کوئی ایسی ترکیب سوچو جس سے تمہاری مراد بر آئے۔ وہ کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر عرض کیا۔

آپ کے مصاحبوں میں میری طرح کوئی تنگ دست نہیں سب کے سب خوشحال اور امیر ہیں، میرا ارادہ ہے کہ وہ جب آج رات آپ کے پاس آئیں اور شراب کا دور چلنے لگے۔ تو میں آپ کے پاس نہیں آؤں گا۔ باہر ہی سے آپ کے نام

ایک رقعہ بھیجوں گا۔ آپ یہ رقعہ پڑھ کر مجھے اندر آنے کی اجازت نہ دیں۔ البتہ یہ فرما دیں کہ ہمارے ساتھیوں میں سے جس کسی کو تم وقت کٹی کے لئے باہر بلاؤ ہم بھیج دیتے ہیں۔
مامون نے اس کی بات مان لی۔ بات کے وقت جب شراب کا دور چلا اور مامون کے سارے ساتھی شراب سے مدہوش ہو گئے۔ تو یزیدی دروازہ پر آیا۔ حسب قرار داد خادم کو مامون کے نام کا رقعہ دیا اور حاضری کی درخواست کی، مامون نے رقعہ کو پڑھا۔ اور کہلا بھیجا۔

ہم اس وقت تمہیں حاضری کی اجازت نہیں دے سکتے۔
البتہ جس کو کہو تمہاری رفاقت کے لئے باہر بھیج دیں۔
یزیدی نے درخواست کی،
عبداللہ بن طاہر سے فرمایئے وہ میرے پاس آجائیں۔
مامون نے عبداللہ کو حکم دیا۔
باہر جاؤ اور یزیدی کا دل بہلاؤ۔
عبداللہ نے عرض کیا۔
عالیجاہ۔ میں تو اس وقت آپ کو چھوڑ کر وہاں جانے کے لئے تیار نہیں ہوں،
مامون مسکرایا کہنے لگا۔
یہ نہیں ہو سکتا۔ تمہیں اس کے پاس جانا ہو گا۔ ہاں تم چاہو، تو اسے اپنے بدلہ میں کچھ دے دو۔ تاکہ وہ ٹل جائے۔

عبداللہ نے عرض کیا، میں دس ہزار درہم دیتا ہوں بشرطیکہ مجھے اس کے پاس جانا نہ پڑے۔ مامون کہنے لگے، دس ہزار بہت تھوڑے ہیں وہ یہ رقم کبھی قبول نہیں کرے گا۔ عبداللہ نے دس کی جگہ بیس ہزار کہے، مامون نے یہ رقم بھی قبول نہ کی وہ دس ہزار بڑھاتا اور مامون انکار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے ایک لاکھ درہم دینے منظور کر لئے۔ مامون نے حکم دیا تو پھر یہ رقم اسے فوراً بھیج دو۔ عبداللہ نے اپنے سیکرٹری کے نام رقعہ لکھا، اور اس طرح یزیدی کو ایک لاکھ درہم مل گئے اور اس کی دلی مراد بر آئی۔

مامون اپنی سخاوتوں کے باعث اکثر تنگ دست رہتا۔ خزانہ خالی تھا۔ اس کے آباؤاجداد نے اپنے اپنے وقت میں خزانہ میں جو سونا چاندی اور جواہرات جمع کئے تھے۔ وہ سب کے سب امین نے اپنی حکومت برقرار رکھنے کی خاطر لوٹا دیئے۔ اور اب تو کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ خزانے میں چند درہم بھی نہ ہوتے۔ جیسے جیسے باہر سے روپیہ آتا۔ مامون اسے تقسیم کر دیتا۔

البتہ ایک بات ضرور قابلِ اعتراض تھی کہ مامون اس دولت کو اپنی رعایا میں مساوی طور پر تقسیم نہ کرتا۔ جو سامنے ہوتا اس کا دامن بھر دیتا۔

مامون کے کردار کی یہ ایک بڑی خامی تھی، وہ اعتدال پسند نہ تھا۔ اگر اعتدال پسند ہوتا تو خلق قرآن کے مسئلہ پر اتنا بڑا ہنگامہ کھڑا نہ کرتا۔

مامون کی سیرت کا یہ پہلو بھی دلچسپ ہے کہ اس میں قطعاً خاندانی تعصب نہ تھا۔ اگر امام علی رضا زندہ رہتے تو خلافت یقیناً بنو عباس سے نکل کر بنو علی میں چلی جاتی۔

امام علی رضا کے تقدس اور پارسائی نے مامون پر بہت اثر کیا تھا۔ اس نے اپنی بیٹی تک انہیں بیاہ دی خاندان کی مخالفت کے باوجود ان کی ولیعہدی کا فرمان عام کیا۔ اور جب وہ رخصت ہو گئے۔ تو اپنی دوسری بیٹی، ام فضل ان کے بھائی سے بیاہ دی۔ اور اس رشتہ کو قائم رکھا۔ اس کے علاوہ مامون کا عقیدہ تھا کہ حضرت علی تمام صحابہ میں افضل ہیں۔

مامون نے اولادِ علی سے بہت اچھا سلوک کیا۔ انہیں وظیفے دیئے۔ بیش قیمت عطیے بخشے۔ اور جاگیریں عطا کیں۔

مامون کا دور بہت خوشحالی کا دور تھا۔ علم نے بڑی ترقی کی عوام کی بہبود و اصلاح پر بہت توجہ ہوئی۔ اور ملک کے ہر چہار طرف ایسے بے شمار ادارے کھل گئے جن سے عوام کی زندگی بہتر بنائی جا سکتی تھی۔

مامون اگر شراب کا عادی نہ ہوتا تو اسے بجا طور پر بنو عباس کا عمر بن عبدالعزیز کہا جا سکتا ہے۔ مگر افسوس شراب نے اس سے بعض ایسی حرکتیں سرزد کرا دیں، جن سے اس کی پیشانی داغ دار ہو گئی۔

مقطع

تینتیسواں باب
معتصم کی تخت نشینی

مامون کے انتقال کے بعد جب نئے خلیفہ کی بیعت کا وقت آیا تو ساری فوج شاہی قیام گاہ کے چاروں طرف آن جمع ہوئی اور مامون کے بیٹے عباس کو تخت نشین کرنے کا مطالبہ کیا، یہ عالم دیکھ کر عباس آگے بڑھا - فوج کے سامنے تقریر کی - اور اسے سمجھایا، میرے چچا مجھ سے زیادہ اس بات کے اہل ہیں کہ تم پر اور مجھ پر حکومت کریں، میرے باپ نے ان کا انتخاب اسی لئے کیا تھا - اور میں نہیں چاہتا۔ تم میرے باپ کے انتخاب میں کوئی تبدیلی کرو۔

فوج مطمئن ہو گئی تو معتصم اسے ساتھ لے کر دن رات سفر کرتا بغداد آیا۔ عوام سے بیعت لی۔ جشن مسرت منعقد کیا اور امرا اور خواص کو خلعتیں عطا کیں -

مامون کی وجہ سے، اولادِ علی خروج سے باز آگئی تھی، مگر جب معتصم خلیفہ بنا۔ تو محمد بن قاسم نے خراسان کے ایک شہر طالقان میں خروج کیا، محمد بن قاسم بہت زبان آور خطیب اور مدبر تھے۔ جو کوئی بھی ان سے ملنے آتا ان کا ہو جاتا۔ ان کے خروج کو ابھی تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ خراسان کے دور دراز کے مقامات سے مشتاقانِ آلِ محمد کے قافلے ان کے پاس آنے لگے۔ اور ان کی قوت بہت بڑھ گئی۔

عبداللہ بن طاہر نے یکے بعد دیگرے کئی فوجیں ان کے مقابلہ کو بھیجیں۔ مگر آخری کے سوا باقی سب ناکام ہوئیں آخری فوج نے انہیں بہت سخت شکست دی، وہ شکست کھا کر بھاگے شہر نسا پہنچے تھے۔ کہ ان کے ایک اپنے آدمی نے انہیں انعام کے لالچ میں پکڑوا دیا۔ گرفتاری کے بعد وہ عبداللہ بن طاہر کے پاس لائے گئے، اور عبداللہ نے انہیں معتصم کی طرف بھیج دیا معتصم نے انہیں ایک تنگ و تاریک جگہ قید کر دیا متواتر تین دن بھوکا رکھا، چوتھے دن کھانا دیا گیا اور رہنے کے لئے جگہ بھی نسبتاً پہلے سے بہتر ملی۔ مگر قید کی صعوبتوں سے تنگ آن کر وہ عید کی رات کو جیل سے بھاگ نکلے۔ اور پھر ایسے بھاگے کہ ہزار کوشش کے باوجود ہاتھ نہ آئے،

بابک خرمی

معتصم کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ بابک خرمی کا استیصال ہے - یہ بابک مامون کی تخت نشینی کے چند سال بعد حکومت کے خلاف اُٹھا - مامون نے اس سے لڑنے کے لیے پے درپے کئی فوجیں بھیجیں ، بابک نے ان میں سے اکثر کو شکست دی - اور اس کا زور اس قدر بڑھ گیا کہ عباسی سپہ سالار اس کے مقابلہ میں جانے سے کترانے لگے تھے -

معتصم نے تخت نشینی کے کچھ دن بعد ، ابو سعید محمد بن یوسف کو بابک کی فوج کشی کا حکم دیا -

ابو سعید ایک بڑی فوج لے کر اردبیل آیا - اور وہ تمام قلعے از سر نو تعمیر کرائے جنہیں بابک نے پچھلی فتوحات کے وقت مسمار کر دیا تھا ابو سعید کو اردبیل آئے کچھ دن ہوئے تھے جب بابک کی ایک فوج اور اس میں جھڑپ ہوئی ، یہ فوج کہیں لوٹ مار کرنے گئی تھی یہ رستہ میں آپ ہی لٹ گئی - ابو سعید نے اس کے ایک ایک آدمی کو ذبح کر ڈالا - اور سر کاٹ کر معتصم کو بھیج دیے -

بابک کے ساتھیوں کے یہ پہلے سر تھے جن کو عباسیوں کی تلواریں قلم کر پائی تھیں - انہیں دیکھ کر معتصم کے حوصلے بہت بڑھ گئے اور اس نے افشین حیدر بن کاؤس کو جبال کا گورنر بنا کر حکم دیا - بابک پر عرصۂ حیات تنگ کر دے -

یہی دن تھے جب بابک کا ایک فوجی دستہ حسب سابق محمد بن بعیث کے ہاں قلعہ شاہی میں مہمان ہوا۔ محمد بن بعیث نے اس دستہ کے سردار عصمہ کی دعوت کی۔ اسے خوب پلائی۔ اور جب وہ اور اس کے ساتھی مدہوش ہو گئے، تو انہیں گرفتار کر لیا، ان سپاہیوں کے نام پوچھ پوچھ کر ایک ایک کو اندر بلاتا اور ان کی گردن مارتا جاتا۔

ابن بعیث نے معتصم کے دربار میں رسوخ حاصل کرنے کا ذریعہ اس عصمہ کو بنایا معتصم نے اس عصمہ سے بہت کام لیا، اس سے بابک کے بہت سے فوجی راز معلوم کئے اور افشین کو تمام قلعوں کے نام اور ان کی دفاعی کیفیت لکھ بھیجی

افشین برزند میں چھاؤنی ڈالے پڑا تھا۔ وہیں سے وہ چھوٹے چھوٹے دستے فوجی کارروائی کے لئے روزانہ ادھر ادھر بھیجتا رہا۔ وہیں بیٹھ کر اس نے برزند سے لے کر اردبیل تک کے سارے قلعے از سرنو تعمیر کرائے، ان میں فوجی چوکیاں متعین کیں۔ ابو سعید کو نعش، ہیثم غنوی کو ارشق اور علویہ کو حصن النہر بھیجا۔ اور انہیں حکم دیا خندقیں کھود کر بابک کے مقابلہ کے لئے تیار رہیں۔

اس فوجی ناکہ بندی کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ سارے کا سارا علاقہ دشمن کی دستبرد سے بچ گیا۔ کبھی کبھی بابک کے جاسوس اس طرف آتے اور پکڑے جاتے۔ افشین انہیں سزا دینے کی بجائے خوب انعامات دیتا اور اس طرح ان کو دشمن سے کاٹ لیتا۔ اور اور دشمن کی فوجی سرگرمیوں کی تازہ بتازہ اطلاعات اسے مل جاتیں

یہی دن تھے جب معتصم نے افشین کی فوج کے اخراجات اور تنخواہوں کے لئے ایک بہت بڑی رقم اونٹوں پر لاد کر افشین کو روانہ کی۔ ایک سو اونٹوں پر روپیہ اور دوسرا سامان لدا تھا۔ حفاظت کے لئے کچھ سپاہ بھی ساتھ تھی۔

یہ کارواں اردبیل آن پہنچا۔ اور ابھی افشین کی چھاؤنی کی طرف کوچ نہیں کیا تھا کہ عباسی جاسوس خبر لائے کہ بابک کی فوجیں اردبیل سے لے کر افشین کی چھاونی تک کے علاقہ میں پوشیدہ مقامات پر آن چھپی ہیں۔ اور تہیہ کر چکی ہیں کہ جب یہ کارواں روپیہ لے کر افشین کی طرف چلے تو اس پر رستہ میں ہی حملہ کر دیں۔ اور روپیہ لوٹ لیں۔

جیسے ہی یہ خبر ابوسعید کو ملی اس نے افشین کو مطلع کر دیا۔ ادھر سے بغا کے نام حکم آیا۔ تم تمام روپیہ اونٹوں پر لدوا کر اس طرح آگے بڑھو جیسے میرے پاس آ رہے ہو۔ اور دو فرسنگ چل کر رک جاؤ۔ روپے والے اونٹوں کو اردبیل لوٹا دو۔ اور باقی کارواں کو آہستہ آہستہ آگے بڑھنے دو۔ تاکہ دشمن یہ سمجھے کہ سارا کارواں روپے سمیت اپنی منزل کو رواں ہے۔

بغا نے یہی کیا۔ اردبیل سے چل کر سارے کارواں کے ساتھ دو فرسنگ تک آیا۔ تھوڑی دیر وہاں رکا روپے والے اونٹوں کو ساتھ لے کر واپسی اختیار کی اور باقی کارواں کو آگے بڑھنے دیا۔

بابک کے جو جاسوس اردبیل میں چھپے تھے انہوں نے اونٹوں پر

روپے کے صندوق لدے ہیں ۔ تو بابک کی طرف بھاگے ۔ اور ساری کیفیت اس سے آن کہی ۔

اِدھر سے بابک روپے کو لوٹنے کے لئے اپنی کمین گاہوں سے نکلا ۔ اور دوسری طرف سے افشین اپنی ساری سوار فوج کے ساتھ اس کی مدافعت کو چلا ۔

بابک کو اصل حال کا علم نہ تھا ۔ وہ تیز تیز چلتا حصن النہر کے قریب آیا ۔ یہاں اسے وہ قافلہ ملا جو بغا کے ساتھ روانہ ہوا تھا ۔ اور جسے آگے بڑھا کر بغا روپے کے اونٹوں کو لوٹا لے گیا تھا ۔ بابک کے جاسوسوں نے اس کارواں کو پہچان لیا اور بابک سے کہا یہی وہ کارواں ہے ، بابک اسی پر ٹوٹ پڑا ۔ سارے آدمی مار ڈالے اور روپیہ نہ پایا تو جاسوسوں پر بگڑا ۔ جاسوسوں نے امید دلائی ۔ ممکن ہے روپے والے اونٹ آگے بڑھ گئے ہوں ، بابک اب اور آگے بڑھا ۔ حصن النہر کی فوجی چوکی کو لوٹا ۔ اور سپاہیوں کو مار کر ان کے علم اور لباس اپنے ہراول دستے کو دے دیئے ۔ افشین کے حکم سے ارشق کا قلعہ دار بھی اپنی سپاہ کے ساتھ ۔ پیش قدمی کر رہا تھا ۔ اس نے بابک کے ہراول دستے کو دیکھ لیا ۔ پہچان گیا ۔ مقابلہ کی ہمت نہ رکھتا تھا ، پسپا ہوا اور تیز رو سوار افشین کی طرف بھیج کر اپنے قلعہ ارشق پہنچ کر ۔ محصور ہو گیا ۔ بابک نے اس کا پیچھا کیا ۔ ارشق آیا اور قلعہ کی ناکہ بندی کر لی ، قلعہ دار نے بڑی پامردی سے کام لیا ۔ کبھی کبھی باہر نکل کر لڑتا اور کبھی شہر پناہ سے تیروں کی بارش کرتا

یہاں تک کہ افشین ہوا کے دوش پر اڑتا یہاں آن پہنچا۔ بابک گو افشین سے لڑنے کے لئے تیار ہو کر نہ آیا تھا۔ مگر پھنس گیا تو خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اور اس وقت تک لڑتا رہا، جب تک ساری فوج کٹوا نہ دی۔ صرف چند سپاہی باقی رہ گئے تھے۔ اور یہ سپاہی بھاگنے میں مثال نہ رکھتے تھے۔ انہوں نے بابک کو اپنے جھرمٹ میں لے لیا اور برستے تیروں اور گرتے نیزوں میں سے بابک کو اس طرح نکال لے گئے جیسے انہیں کوئی جادو کا گر معلوم تھا۔ اپنے اس گر کے زور سے انہوں نے افشین کے ساتھیوں کی نظر چرالی تھی،

افشین بابک کے اس طرح ہاتھ سے نکل جانے پر بگڑا تو بہت مگر اب کچھ کر نہ سکتا تھا۔ بابک دشوار گذار پہاڑوں کی اوٹ میں جا چھپا تھا۔ وہاں سے وہ لوقان آیا۔ اور جب وہاں بھی اطمینانِ قلب نصیب نہ ہوا تو بذ بھاگ گیا۔ یہ اس کی پہلی شکست تھی اور اس سے اس کے حوصلے ٹوٹ گئے تھے۔

افشین اپنی چھاؤنی میں لوٹ آیا۔ اور پہاڑی دروں اور دوسرے رستوں کی ناکہ بندی پر توجہ کی۔

بابک کی شکست کا انتقام اس کے ایک سردار اصبہند نے اس قافلہ سے لیا۔ جو ہزاروں من غلہ لے کر خش سے برزند جا رہا تھا، اصبہند نے نہ صرف اس قافلہ کو لوٹا، بلکہ اس کے ایک ایک فرد کو مار دیا رہبر کو چھوڑ دیا کہ اس انتقام کی کارروائی افشین سے جا کہے۔

یہ بڑا انتقام تھا۔ اس کے سبب افشین کی چھاونی قحط کا شکار ہو گئی۔ افشین نے ایک دوسرے علاقہ سے غلہ منگوایا۔ یہ کارواں پہلے کی طرح کئی ہزار من غلہ لے کر ایک ہزار بیلوں، اور اسی قدر گدھوں، خچروں اور گھوڑوں کے ساتھ برزند کی طرف چلا، بابک کے جاسوس اس کی خبر بھی لے اُڑے۔ اور ابھی وہ آدھا رستہ بھی طے نہ کر پایا تھا کہ بابک کی ایک طوفانی فوج عقابوں کی سی پرواز کے ساتھ اس پر ٹوٹ پڑی۔ محافظ سپاہی قتل کئے اور سارے ساز و سامان کو بیلوں، خچروں اور گدھوں کے ساتھ لوٹ لے گئے۔

افشین کی چھاونی بھوکوں مر رہی تھی، اس کی ساری آمیدیں اس نئے کارواں کی آمد پر تھیں۔ اور جب اس کی جگہ اس کے لٹنے کی خبر وہاں پہنچی، تو بھوکے فوجی دیوانوں کی طرح چیخ چیخ کر رونے اور شور مچانے لگے۔ موت روزانہ ان میں سے کئی کی زبانوں پر تالے لگا دیتی۔ مگر شور برابر بڑھتا جا رہا تھا اور یہ شور اس وقت تھما جب شبردان سے رسد کا ایک بڑا کارواں فوج کی ایک بڑی جمعیت کے ساتھ وہاں آن پہنچا۔

کچھ دن تو بھوکے پیٹ محض بھرتے رہے۔

بے چارے سپاہیوں کو کھانے کے سوا کسی اور بات کا ہوش نہ تھا، اور جب انہیں ہوش آیا تو افشین انہیں ساتھ لے کر بابک سے انتقام لینے کے لئے اس کے مستقر پر حملہ آور ہوا، ایک طرف سے وہ خود اور دوسری طرف سے بغا بذکی

طرف بڑھا - یہ زمانہ سخت برف باری اور سردی کا تھا - ان دونوں نے بابک کی طرف سے ہو کر لفا اور افشین کے پاؤں میں زنجیریں ڈالیں - مگر یہ دونوں بہادر ان قدرتی دشمنوں کا مقابلہ کرتے بذ کے قریب آن پہنچے، یہ بذ چونکہ پہاڑیوں میں گھرا تھا اس لئے افشین اور لفا دونوں نے الگ الگ راہ اختیار کی تھی بابک نے ان کی اس دوری سے فائدہ اٹھایا، اور دونوں پر الگ الگ شب خون مارے، شب خون اتنے سخت تھے کہ دونوں کی ترتیب بگڑ گئی - اور دونوں بری طرح سراسیمہ ہو کر پیچھے کو بھاگے - افشین تو جوں توں کر کے ایک محفوظ مقام پر جا پہنچا - مگر لفا کی فوج دشمن کے نرغہ میں آ گئی - اس کے اکثر ساتھی مارے گئے اور خود اس نے پا پیادہ بھاگ کر حمید کی خندق میں پناہ لی -

سردیوں تک پھر ان دونوں کو آگے بڑھنے کی ہمت نہیں ہوئی، البتہ جب ۲۲۱ھ ہجری کا جاڑا ختم ہوا اور افشین کو معتصم کی طرف سے روپیہ اور کمک مل گئی تو اس نے پھر پیشقدمی کی - برزند سے چل کر کلاں روز آیا - خندق بنوائی اور چھاؤنی ڈال دی - وہ پندرہ دن تک یہیں ٹھیرا رہا - یہیں اسے خبر ملی، بابک نے اس کے مقابلہ کے لئے اپنے ایک سردار اذین کو بھیجا ہے اور اذین نے اپنے اہل وعیال کو ایک بلند پہاڑی پر چھپا رکھا ہے افشین نے اذین کے اہل وعیال کو پکڑنے کے لئے ایک جماعت بھیج دی - یہ جماعت چھپ

چھپ کر اس پہاڑ پر جا چڑھی اور افشین کی بیویوں لونڈیوں بہنوں اور بہت سی دوسری عورتوں اور بچوں کو پکڑ لائی۔

سولھویں دن افشین نے فوج کو پیش قدمی کا حکم دیا اور تنگ وادیوں اور درّوں کو عبور کرتا بابک کی فوج کے تھوڑے فاصلے پر آن پہنچا، متواتر کئی ہفتے ان دونوں فوجوں میں کوئی مقابلہ نہیں ہوا۔ افشین نے مختلف پہاڑیوں اور دروں کے قریب خندقیں کھدوائیں اور اپنی ساری فوج کو کئی حصوں میں بانٹ کر بذ کے دروازوں تک پھیلا دیا۔ مگر چونکہ دشمن کی کمین گاہوں کے بارے میں اسے صحیح واقفیت نہ تھی اس لئے وہ متواتر کئی دن تک اپنی چھاؤنی سے ایک خاص ترتیب سے آگے بڑھتا۔ اور پھر پیچھے ہٹتا رہا۔ دس دن تک وہ ایسا ہی کرتا رہا۔ دشمن اور اس میں کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ عباسی فوج اس کیفیت سے بہت تنگ آ گئی تو اس نے افشین سے شکایت کی۔ اور افشین نے اُن کو اجازت دی کہ بذ پر چڑھ جائیں۔

مگر بذ چاروں طرف سے عجیب قسم کی نوکیلی پہاڑیوں اور سخت تنگ درّوں میں گھرا تھا۔ فوج اس پر حملہ آور ہوئی مگر ناکام ہو کر لوٹی۔

دو ہفتوں کے بعد افشین نے دوسری بار حملہ کیا۔ اور فوج درّوں اور پہاڑیوں کو چیرتی بذ میں داخل ہو گئی، بابک کے ساتھیوں اور اس میں بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ بابک کے چار محل اس کے قبضہ میں آ گئے اور کئی ہزار سپاہی مارے گئے۔

یہاں تک کہ رات ہوگئی اور مسلمان فوج واپس ہوئی۔ دوسرے دن افشین اسے لے کر پھر بذ میں داخل ہوا۔ تمام قلعے توڑ دیئے مکانوں میں آگ لگا دی۔ بازار برباد کر دیئے اور اس طرح بابک کے اس مستقر کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ مگر بابک یہاں سے بھی بچ کر بھاگ نکلا۔ اور آرمینیا کی پہاڑیوں میں جا چھپا۔

وہاں کے ایک بطریق ابن سباط نے اسے اپنے ہاں پناہ دی مگر بعد میں اس کی مخبری کر کے اسے پکڑوا دیا۔

افشین کو اس کی گرفتاری کی بڑی خوشی ہوئی اور اس نے اس دن جشن عام کیا، اور پھر معتصم کے حکم سے اسے اپنے ساتھ لے کر بغداد کو چلا،

اور اس طرح ایک وہ فتنہ جو قیامت سے بھی بڑا تھا فرو ہوا۔

بابک نے تیئس سال سے زیادہ حکومت کی۔ اس کی قوت اس درجہ بڑھ گئی تھی کہ وہ آذر بائی جان اور آرمینیا کے جس علاقہ کو چاہتا لوٹتا۔ وہ جدھر بڑھتا مردوں کو قتل کر دیتا اور عورتیں گرفتار کر لیتا۔ اس کے علاوہ اسے جب بھی کسی بطریق سردار یا امیر کی بیٹی، بہن یا بیوی کے حسن و رعنائی کی خبر ملتی، وہ اس پر چڑھ دوڑتا، اور اس عورت کو گرفتار کر کے اپنے محل میں لے جاتا۔

جب بذ پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا ہے۔ اس وقت ہزاروں خوبصورت عورتیں اس کے محلوں سے برآمد ہوئیں اور یہ سب وہ تھیں جو اس

کی ہوس کا شکار ہو چکی تھیں۔

مورخین نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اس کے علاقہ کی کوئی خوبصورت کنواری لڑکی ایسی نہ تھی جسے بابک استعمال نہ کر چکا ہو۔

اس کے علاوہ بابک بہت سی مسلمان عورتوں کو بھی پکڑ کر لے گیا تھا۔ افشین نے جب بذ فتح کیا تو یہ عورتیں ان کے عزیزوں کے پاس پہنچا دی گئیں۔

ان دنوں معتصم سامرا میں مقیم تھا جب افشین بابک اور اس کے بھائی کو ساتھ لے کر اپنی چھاؤنی سے چلا معتصم کو بابک کی گرفتاری سے بہت خوشی ہوئی تھی اور وہ ہر لمحہ اور ہر آن اسے دیکھنے کا آرزومند تھا۔ جب افشین اسے لے کر سامرا کے قریب پہنچا۔ تو معتصم کے بیٹے ہارون اور دوسرے عباسیوں نے اس کا خیر مقدم کیا اور اسے بڑے اعزاز کے ساتھ محل میں لائے۔

معتصم کو بابک کے دیکھنے کا اس قدر شوق تھا کہ وہ رات کو بھیس بدل کر اسے دیکھنے آیا۔ دوسرے دن ساری فوج دو رویہ کھڑی تھی۔ بابک کو ہاتھی پر سوار کر کے اس فوج میں گزار کر دربار میں پیش کیا گیا۔ جہاں اسے ذبح کر دیا گیا۔ ذبح کرنے کے بعد اس کا سر خراسان بھیج دیا اور جسم کو سامرہ کی گھاٹی میں سولی پر چڑھا دیا گیا۔

اس کے بھائی عبداللہ کو بغداد بھیجا گیا۔ جہاں اسے بابک کی طرح قتل کر کے سولی دے دی گئی۔

جس بطریق نے بابک کی گرفتاری میں مدد کی تھی۔ اسے گیارہ لاکھ درہم جواہر سے مرصع تمغہ اور ایک مرصع تاج صلہ میں عطا ہوا۔

طبری کی روایت کے مطابق بابک خرمی نے اپنے زمانہ اقتدار میں دو لاکھ پچیس ہزار پانچسو آدمی قتل کئے تھے۔ اور سات ہزار چھ سو مسلمان عورتیں اور بچے گرفتار کئے تھے۔ اس نے عباسی فوج کے پانچ سپہ سالاروں یحییٰ بن معاذ، احمد بن جنید۔ زریق بن علی محمد بن حمید اور ابراہیم بن معیث کو شکست دی۔

افشین کو بابک کی گرفتاری اور اس پر قابو پانے کے صلہ میں دو کروڑ درہم نقد۔ جواہرات کے دو ہار اور مرصع تاج عطا ہوا۔ اور شعرا کو حکم ملا، اس کی تعریف میں قصیدے لکھ کر اس کے حضور حاضر ہوں ؛

چونتیسواں باب

رُومی چڑھ آئے

جس زمانہ میں افشین نے بابک خرمی کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ بابک نے رُومی بادشاہ کو لکھا ،مسلمان خلیفہ نے اپنی ساری ہی فوجیں ،سپہ سالار اور یہاں تک کہ اپنے درزی اور باورچی بھی میرے مقابلہ میں بھیج دیئے ہیں تمہارے لئے موقع ہے کہ تم اس پر حملہ کر کے فتح پالو۔

بابک چاہتا تھا اس طرح مسلمان فوج کو دو طرف سے اُلجھا دے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ بابک کے خلاف لڑنے والی فوجیں ساری نہ سہی آدھی کے قریب واپس بلا لی جاتیں۔

رُومی بادشاہ نے بابک کی بات مان لی اور ایک لاکھ سے زائد سپاہ لے کر اسلامی قلمرو پر حملہ آور ہوا۔

عباسی دور میں یہ پہلا موقع تھا جب رُومی بادشاہ نے اس

طرح حملہ کیا ہو، ورنہ اس سے پہلے، ہمیشہ مسلمانوں نے پہل کی۔

رُومی بادشاہ زبطیرہ آیا۔ یہاں کے مسلمان مردوں کو قتل کر دیا۔ اور عورتوں و بچوں کو لونڈی غلام بنالیا اور شہر کو آگ لگا کر آگے بڑھا جزیرہ کے مسلمانوں میں اس حملہ سے ایک عجیب اضطراب پھیل گیا۔ جو کوئی جس حال میں تھا گھر سے نکل کھڑا ہوا اور دو دو اور چار چار کی ٹولیاں بنا کر سرحد پر آگئے۔ اور رومیوں سے لڑنے لگے۔

معتصم کو خبر ہوئی تو اس نے غصہ سے اپنی داڑھی کے بال نوچ لئے۔ اسی لمحے دیوانہ وار محل سے نکلا۔ باہر آیا۔ دربارِ عام کیا اور لوگوں کو جہاد پر چلنے کی ترغیب دی۔ وہ تو چاہتا تھا اسی رات چل کھڑا ہو، مگر مصاحبین نے مشورہ دیا۔ اس طرح بے سرو سامانی کی حالت میں اتنے بڑے دشمن کے مقابلہ میں جانا ٹھیک نہیں۔ مگر اسے صبر نہ آیا، جتنی فوج تیار تھی اسے عجیف، عمر فرغانی اور محمد کوتہ کی سرکردگی میں زبطرہ بھیجا۔ اور خود نئی فوجیں بھرتی کرنے کے لئے بغداد سے باہر چھاؤنی ڈال لی۔

مسلمان فوج زبطرہ کو چلی تو جناب رُومی اس کی پیشقدمی کی خبر سُن کر جس راہ آئے تھے اسی راہ لوٹ گئے۔

مسلمان فوج زبطرہ آئی تو میدان خالی تھا۔ البتہ جلے ہوئے کھیت برباد عمارتیں اور لٹے ہوئے لوگ ان سے شکوہ کرنے کے لئے موجود تھے۔

عجیف نے رومی بادشاہ کی پسپائی کی خبر معتصم کو لکھ بھیجی۔ مگر معتصم بہت غصہ میں تھا اور اب تک نئی فوجیں بھرتی کرتا جا رہا تھا۔

وہ جس وقت بغداد کی چھاؤنی سے روم جانے کے لئے بڑھا ہے۔ اس کے ساتھ کئی لاکھ فوج، بے اندازہ سامان جنگ۔ اور لاکھوں گھوڑے خچر اور اونٹ تھے۔ رومی سرحد میں داخل ہونے کے بعد معتصم نے اپنی فوج کو تین حصوں میں بانٹا ایک حصہ اپنے ساتھ رکھا اور دوسرا افشین کے سپرد کیا اور تیسرا اشناس کو دیا۔

افشین کو حکم ملا، سروج ہو کر درہ حدث کے رستہ انقرہ پہنچے اشناس کو طرطوس کے درہ سے صفصاف کی طرف بڑھنے کی ہدایت ہوئی۔ ان دونوں کو معتصم نے پہلے بھیج دیا۔ اور خود ان کے پیچھے روانہ ہوا، اشناس مرج اسقف پہنچا تھا کہ معتصم نے اسے لکھا، مجھے معلوم ہوا ہے۔ رومی بادشاہ ہم سے تھوڑے فاصلے پر ڈیرے ڈالے ہے اور چاہتا ہے کہ ہم سب پر حملہ کر دے۔ اس لئے تم یہیں ٹھیر جاؤ اور جعفر کا انتظار کرو جو سامان جنگ منجنیقوں اور زاد راہ کے ساتھ درہ کو عبور کر رہا ہے۔

اشناس ابھی یہیں تھا کہ معتصم کا ایک دوسرا خط اسے ملا معتصم جس میں اسے ہدایت کی گئی تھی کہ کسی ایسے رومی کو پکڑ کر اس کے پاس بھیج دے، جسے رومی بادشاہ کی نقل و حرکت کا علم ہو اشناس نے ایسے آدمی پکڑ کر معتصم کے پاس بھیج دیئے۔ ان

سے پتہ چلا کہ شاہ روم نیس دن سے لمس کے قریب ڈیرے ڈالے تھا۔ مگر افشین کے در آنے کی خبر پاکر اس کا رستہ روکنے کے لئے آگے بڑھ گیا ہے۔

معتصم نے یہ خبر سُنی تو بہت پریشان ہوا، اسی وقت افشین کے نام ایک خط لکھا اور تیز رو قاصدوں کے ہاتھ اسے بھیج دیا۔ مگر قاصد اس تک پہنچ نہیں پائے، وہ رومی علاقہ میں کافی آگے بڑھ گیا تھا۔ اور بادشاہ اور اس میں لڑائی شروع ہو چکی تھی۔ لڑائی کا آغاز صبح کے وقت ہوا، دوپہر ہو گئی، تو افشین کے پیادوں کی ترتیب بگڑ گئی۔ ان میں بھاگڑ مچی اور بے شمار آدمی مارے گئے۔ پیادے بھاگے تو سوار فوج بھی جم کر لڑ نہ سکی اور آگے کو بھاگی، بادشاہی فوج نے کتنی دور تک اس کا تعاقب کیا۔ وہ دفعتاً پلٹی اور اس زور کا حملہ کیا کہ صفیں اُلٹ دیں۔ ظہر سے لے کر عصر تک بڑے زور کی لڑائی ہوئی۔ دونوں فوجیں ایک دوسرے میں رل گئی تھیں اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ کس دستے اور کس گروہ سے تعلق رکھتا ہے۔ عصر کے وقت رومی حوصلہ ہار گئے۔ اور بری طرح شکست کھا کر بھاگے بادشاہ بھی بھاگا۔

اپنی چھاؤنی میں آیا مگر وہاں کی فوج بھی بھاگ چکی تھی۔ اس شکست کا اثر انقرہ شہر پر بہت برا پڑا۔ سارے شہری شہر پناہ کے دروازے کھول کر جدھر منہ ہوا ادھر بھاگ نکلے۔ اشناس اور معتصم کو افشین کی اس کامیابی کا جب علم ہوا تو وہ انقرہ

آتے۔ وہیں چھاؤنی ڈال دی۔ شہر میں سے ضرورت کی چیزیں سونا چاندی اکٹھا کیا۔ اور افشین کا انتظار کرنے لگے۔
تیسرے دن افشین بھی آن پہنچا۔
ساری فوج نے اس کا شاہانہ استقبال کیا اور اس فتح پر مبارکباد دی۔

کچھ دن یہاں ٹھیرنے کے بعد معتصم اپنی فوج کو پہلے کی طرح تین حصوں میں بانٹ کر عموریہ کی طرف بڑھا، میسرہ اشناس کو دیا۔ میمنہ افشین کے سپرد کیا اور خود قلب میں ٹھیرا۔ تینوں فوجوں کے درمیان دو دو فرسخ کا فاصلہ رکھا۔ انقرہ سے عموریہ پہنچنے میں سات دن لگے۔ آٹھویں دن ساری فوجیں عموریہ کے سامنے آن پہنچیں عموریہ کے لوگ قلعبند ہو گئے۔ معتصم نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اور ہر طرف منجیقیں نصب کر دیں کہ شہر پناہ پر پتھر برسائیں۔

محاصرہ کے دوران میں شہر کا ایک آدمی کسی نہ کسی طرح مسلمان چھاؤنی میں آن پہنچا، یہ پہلے مسلمان تھا پھر رومیوں کے ہاتھوں میں قید ہؤا۔ اور مذہب تبدیل کر کے یہیں شادی کر لی تھی تھی۔ مسلمان فوج کو اس قدر قریب دیکھ کر اس کا خون کھول اُٹھا تھا۔ اس نے معتصم کو شہر پناہ کی وہ جگہ بتائی، جو بہت کمزور تھی معتصم نے اسی جگہ منجیقیں نصب کرا کر یہ حصّہ منہدم کر دیا۔

مگر رومی اس سوراخ کے آگے بڑے بڑے شہتیر رکھ دیتے مگر منجیقیں بھی قیامت تھیں، وہ شہتیروں کو بھی توڑ دیتیں اور فصیل میں بھی شگاف کرتی جاتیں۔ یہاں تک

کہ فصیل کا ایک کافی حصّہ منہدم ہو گیا - مگر یہاں رومیوں نے
بڑے زور کی لڑائی لڑی - یہ لڑائی سارا دن ہوتی رہی - دوسرے
دن خود معتصم گھوڑے پر سوار ہو کر اس سوراخ کے سامنے آیا - اور
فوج کو للکار للکار کر خوب لڑایا - مگر رومیوں نے اندر جانے کی
راہ نہ دی - کئی دن تک یہی عالم رہا - یہاں تک کہ اس حصّہ
کے سامنے لڑنے والی فوج ہار گئی - اور معتصم اور اس کے ساتھی -
شہر میں داخل ہو گئے - رومیوں نے کئی جگہوں پر جم کر مقابلہ کیا
مگر قتل ہوئے اور شکست کھائی -

عموریہ کی فتح ایک بڑی فتح تھی - اس اعتبار سے بھی کہ عموریہ
رومی حکومت کا بہت بڑا شہر تھا - اور اس لحاظ سے بھی کہ
یہاں سے ہزاروں من سونا، چاندی جواہرات - ریشم اور دوسری
قیمتی چیزیں دستیاب ہوئیں - چالیس ہزار سے زائد تو لونڈیاں
ہاتھ آئیں - اور پندرہ ہزار قیدی اور سامان اس قدر تھا،
کہ معتصم کے حکم سے اسے نیلام کرنا پڑا - اور جو بچا اسے جلا
کر معتصم طرطوس پلٹا - رستہ میں کسی نے خبر دی - رومی بادشاہ
تعاقب میں ہے - معتصم نے فوجیں لوٹا لیں - عموریہ آیا، مگر
یہ خبر غلط نکلی - تو پھر طرطوس کی طرف بڑھا، جو رستہ اختیار کیا گیا،
وہ بڑا لمبے ہو وہ صحرا تھا - دُور دُور تک پانی کا نام و نشان نہ
تھا - فوج کے سینکڑوں سپاہی پیاس کی وجہ سے دم توڑ
گئے - مگر اس کے بعد سے معتصم کی توجہ سے طرطوس سے پانی
یہاں تک پہنچا دیا گیا اور فوج آگے بڑھی *

پینتیسواں باب

عباس نے کروٹ بدلی

مامون کی موت کے وقت جب معتصم کی بیعت ہوئی تو مامون کے بیٹے عباس کے دل پہ عجیب بیتی، وہ باپ کی مرضی کے خلاف بول نہیں سکتا تھا، ورنہ اس کا جی چاہتا تھا اس چچا کا گلا داب دے جس نے اس کے حق کو چھینا۔ مامون مجروح دلوں کے احساسات وجذبات سے واقف تھا۔ اس نے بیٹے کو سینہ سے لگا لیا، اس کی پیشانی کو کئی بار چوما۔ اور ہولے سے جیسے کوئی سُن نہ لے، رُکتی رُکتی آواز میں کہا۔

میرے بیٹے یہ حکومت بڑے دکھوں اور پریشانیوں کا مخزن ہے۔ اور میں نہ چاہتا تھا اسے تمہیں سونپ کر تم سے آرام اور چین چھین لیتا۔

اور پھر میری جان، یہ تمہارے چچا ہیں، میرے باپ کے

بیٹے ۔ ان کی عمر، تجربہ اور ذاتی لیاقت تم سے زیادہ ہے
میں تو چاہتا تھا اس حکومت کے لئے مسلمانوں میں سے
ان سے بھی زیادہ قابل نیک اور متقی کو اپنے بعد خلیفہ بنانا
مگر میرا خاندان یہ بات پسند نہیں کرتا ۔
مجھے تم پر حق ہے ۔ تم تو میرے بیٹے ہو ۔

اور عباس، اور کچھ نہیں محبت کرنے والا سعادت مند بیٹا تھا ۔ باپ کی باتوں سے بہت متاثر ہوا ۔ اور حکومت سے دستبرداری منظور کر لی ۔

مامون کے مرنے کے بعد جب چچا اور بھتیجا اسے دفنا کر آئے تو ساری فوج نے عباس کے حق میں مظاہرے کئے ۔ عباس کے دل کا عالم تو کوئی مورخ نہیں جانتا ۔ البتہ اسے یہ معلوم ہے کہ عباس جھروکہ میں آیا اور فوج کو تلقین کی معتصم کے ہاتھ پر بیعت کر لیں ۔ فوج نے بیعت کر لی ۔ بیعت کرنے والوں میں عجیف اور تمام بڑے سپہ سالار بھی تھے ۔

جس زمانہ میں رومی بادشاہ نے اسلامی سرحد کو عبور کر کے سرحدی مسلمانوں کا قتل عام کیا، معتصم کی طرف سے عجیف ایک تیز رو سوار فوج لے کر اسے روکنے کے لئے آگے بڑھا تھا ۔ مگر پھر معتصم افشین اور اشناس کے وہاں آ جانے سے اس کے اختیارات کا دائرہ بہت محدود ہو گیا ۔ افشین اور اشناس دونوں اس سے بازی لے گئے ۔ اور عجیف کو غلط فہمی ہو گئی کہ معتصم کے دل میں اس کے لئے کوئی جگہ نہیں رہی ۔ اس غلط فہمی کا نتیجہ یہ ہوا کہ

عجیف ہر بات میں تساہل برتنے لگا۔ اور معتصم کی نگاہ سے گر گیا اس کا یہ تنزل اسے بھی کھلا اور اس کے ساتھیوں کو بھی۔ اور انہوں نے پچھلے عباسی سرداروں کی طرح اپنے اقتدار کی عمارت آپ کھڑی کرنے کی کوشش کی۔ عباس یہیں تھا، جوان اور ناتجربہ کار۔ انہوں نے عباس کو پھانسا اور اسے سمجھانے لگے۔

خلافت تمہارا حق ہے۔ جسے تمہارے چچا نے تم سے چھین لیا ہے۔ اور تم کتنے بزدل ہو کہ خاموش بیٹھے ہو۔

عباس نے عذر پیش کیا:۔

فوج میرے ساتھ نہیں ہے۔

عجیف اور اس کے ساتھیوں نے فوج کو ہموار کرنے کی ذمہ داری اپنے سر لی اور عباس سے کہہ دیا، آپ ہمیں اختیار دے دیں پھر دیکھیں کیا ہوتا ہے۔

عباس نے انہیں اختیار دے دیا۔ عجیف نے حارث سمرقندی کی خدمات حاصل کیں۔ یہ شخص بڑا زبان آور خطیب، ادیب اور مدبر عالم تھا۔ اس نے اندر ہی اندر فوج کے ایک بڑے حصے کو جس میں بڑے بڑے سردار شامل تھے، اس بات پر تیار کر لیا کہ عباس کے ہاتھ پر بیعت کر لیں، اور معتصم افشین اور اشناس اور اسی طرح کے دوسرے لوگوں کو قتل کر کے حکومت عباس کے سپرد کر دیں۔

عموریہ کے محاصرہ کے دنوں میں یہ سازش بہت زور پکڑ گئی

ادھر دشمن سے جنگ ہو رہی تھی اور ادھر معتصم اور اس کے بڑے سرداروں کے قتل کے منصوبے باندھے جا رہے تھے۔ عموریہ فتح ہوا۔ اور ان سب کے قتل کی تاریخ مقرر ہو گئی۔ سازش کی ایک کڑی یہ تھی کہ عوام اس سامان کو لوٹ لیں جو خمس کے طور پر چھاؤنی میں پڑا تھا، اور جب معتصم عوام کو اس لوٹ سے روکنے کے لئے وہاں آئے تو اسے قتل کر دیا جائے۔

عجیف اپنے ساتھیوں کو لے کر وہاں پہنچ گیا۔ اور سامان لٹوانے لگا۔ معتصم بھی گھبرا کر وہاں پہنچا۔ عجیف کے ساتھی اس پر حملہ کرنے ہی والے تھے کہ عباس سامنے آ گیا۔ اور سب کو روک دیا۔ اگر عباس اس وقت ان لوگوں کو نہ روکتا تو معتصم، افشین اور اشناس اور ان کے خواص قتل کر دیئے جاتے۔

خلوت میں عجیف نے عباس سے اس کی بداغلت پر شکوہ کیا اور سمجھایا اس طرح کی بزدلی سے بادشاہت نہیں ملا کرتی۔ عباس نے سر جھکا لیا اور تھوڑی دیر بعد جواب دیا :-

میں نہیں چاہتا تھا۔ رومیوں پر اس طرح فتح پانے کے تھوڑی دیر بعد اپنے چچا اور اس کے سرداروں کو مروادوں۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے جب فوجیں بغداد کی طرف لوٹیں اور حدث کے تنگ درے سے گذرنے لگیں تو تم اپنا دل ٹھنڈا کر لو۔

فوجیں لوٹیں۔ درہ بھی آیا۔ مگر عباس نے عجیف اور اس کے ساتھیوں کو پھر بھی کوئی کارروائی کرنے کی اجازت نہ دی۔ یہاں تک کہ سازش کی ایک کڑی ڈھیلی پڑ گئی۔ احمد خلیل

اور عمر فرغانی دونوں شبہ میں پکڑے گئے۔ کوڑوں سے پٹے، تو ان میں سے احمد خلیل ضبط نہ کر سکا، اور اپنے ساتھ حارث ثمرقندی کو بھی پکڑوا لیا۔ حارث ثمرقندی ان دونوں سے تیز تھا، اس کے پاؤں میں بیڑیاں پڑیں تو اس نے ساری سازش اور اس میں شریک نوجیوں کے نام معتصم کے حضور عرض کر دیئے۔ معتصم نے حارث کو اس مخبری کے صلہ میں چھوڑ دیا اور وہ بیڑیاں جو اس کے پاؤں میں پڑی تھیں عباس کے پاؤں کی زینت بنیں۔

حارث نے جن لوگوں کے نام لئے وہ بے شمار تھے معتصم کو اتنی بڑی سازش کا یقین نہ آیا۔ اور اس نے اصل حالات جاننے کے لئے عباس کو اپنے خیمہ میں مدعو کیا۔ اس کی بیڑیاں کاٹیں۔ اسے پیار کیا، تسلی دی، پھر اسے خوب شراب پلائی اور جب وہ نشہ میں مست ہو گیا تو اسے اپنی محبت، اپنے رشتے اور مامون کی قسم دے کر سازش کے حالات پوچھے، احمق عباس نے ایک ایک بات بیان کر دی، اور ان سب کے نام لے دیئے جو اس سازش میں شریک تھے۔

یہی نام حارث نے بھی بتائے تھے۔ اس طرح تصدیق کرنے کے بعد معتصم نے عباس کو پھر بیڑیاں پہنا دیں اور افشین کے سپرد کر دیا۔ کہ اچھی طرح مزاج پرسی کرے۔

سارے سازشی ایک ایک کر کے پکڑے گئے اور عبرتناک سزائیں پائیں۔

عباس کو کئی دن بھوکا رکھا گیا۔ اور جب کئی دن کے بعد کھانا

دیا۔ تو پانی سے محروم کر دیا۔ اور پھر ایک ادنی خیمہ میں لپیٹ کر مار دیا۔

اس کے ماں جائے بھائیوں کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوا۔ اور اس طرح معتصم نے اس احسان کا بدلہ چکا دیا۔ جو مامون نے اپنے بیٹوں کو چھوڑ کر اُسے جانشینی بخش کر کیا تھا؛

چھتیسواں باب

فتنۂ مازیار

خراسان کے نائب السلطنت عبدالستار بن طاہر کے ماتحت طبرستان اور اس کے نواحی ملک اور پہاڑ بھی تھے۔ افشین کا جی چاہتا تھا، معتصم عبداللہ بن طاہر کی جگہ اسے دے۔ مگر اس کی یہ خواہش کسی طرح پوری نہ ہوئی تو اس نے طبرستان کے والی مازیار کو عبداللہ بن طاہر سے لڑا دیا۔ مازیار نے اسے خراج دینا بند کر دیا اور افشین کی شہ پر حکومت کے خلاف عام بغاوت کر دی، بستیاں لوٹیں۔ سرکاری قلعے تباہ کئے۔ اور پچاس ہزار کے قریب عربوں کو گرفتار کر کے ان میں سے بہت سوں کی گردنیں ماردیں اور ہر طرف بد امنی اور انتشار پھیل گیا۔

مازیار کے حکم سے اس کے سپہ سالار سرخستان نے ساریہ، طمیس، اور آمل کے قلعے اور شہر تباہ کر کے طمیس کے قریب پڑاؤ ڈالا،

اور طمیس سے لے کر سمندر تک تین میل لانبی فصیل بنائی، حفاظت کے لئے قلعے اور برج تعمیر کرائے، خندق کھدوائی اور عبداللہ بن طاہر کی پیش قدمی کو روکنے کی ہر تدبیر کی، مگر جب عبداللہ بن نے اپنے چچا حسن بن حسین کو ایک بڑی فوج دے کر اس کے مقابلہ کو بھیجا، اور اس نے اس قصاب کا محاصرہ کر لیا۔ تو یہ مضبوط فصیل، قلعے برج اور خندقیں اس کے کسی کام نہ آئیں۔ اس نے بری طرح شکست کھائی بھاگا، مگر پھر پکڑا ہوا آیا۔ اور قتل ہوا۔

عبداللہ بن طاہر نے ایک دوسری فوج اپنے خادم حیان بن جبلہ کی قیادت میں طبرستان بھیجی تھی، حیان بڑا دانا اور سمجھدار سپہ سالار تھا۔ اس نے مازیار کے بھائی، شہریار کے بڑے بیٹے قارن سے خط و کتابت کر کے اس سے ایک مصالحت کی جس کی رو سے جرجان کی حد تک سارے پہاڑ اور ساریہ حیان کے حوالے ہوتے اور کوہستان کا وہ علاقہ جس پر قارن کے آباواجداد قابض تھے قارن کو ملا۔ اس قرارداد کو عملی جامہ پہنانے اور اپنی نیک نیتی ظاہر کرنے کے لئے قارن نے اپنے بڑے رشتہ داروں اور اپنے چچا کے بڑے افسروں کی دعوت دی اور جب وہ خوب شراب پی گئے۔ تو ان سب کو گرفتار کر کے حیان کے پاس بھیج دیا۔ حیان ان لوگوں کو ساتھ لے کر ساریہ آیا۔ مازیار کے بھائی قوہیار کو اس کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو اس نے اس سے خط و کتابت کی۔ اور مازیار کو اس شرط پر اس کے سپرد کر دینے کی پیشکش کی کہ اس کے آباواجداد کے پہاڑ اس کے سپرد کر دیئے

جائیں۔

اس نے حیان کے پاس اپنے سفیر بھی بھیجے، ابھی یہ سلسلہ پیام اور خط و کتابت جاری تھا کہ حسن بن حسین بھی یہاں آن پہنچا۔ اور حیان کو لبورہ بھیج کر قوہیار کا معاملہ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

قوہیار نے حسن سے طے کر لیا کہ تیسرے دن مازیار اور اس کے تمام خزانوں اور جواہرات کو اس کے سپرد کر دے گا۔ ادھر اس نے حسن سے معاملات طے کئے دوسری طرف محمد بن ابراہیم حاکم آمل سے بھی ان ہی شرائط پر مصالحت کر لی۔ نہیں کہا جا سکتا اس سے اس کا مقصد کیا تھا۔ بہر حال محمد بن ابراہیم نے جب اس کا پیغام پایا تو وہ آمل سے چلا۔

یہ حسن کی بڑی بدنامی تھی کہ اس کی جگہ محمد بن ابراہیم مازیار کی گرفتاری کا شرف پاتا۔ حسن کو جب اس دورخی کا علم ہوا۔ اس وقت دوپہر کا وقت تھا، وہ اسی لمحہ اپنے تین غلاموں کے ساتھ آرم کی طرف بڑھا، رستہ بڑا دشوار گذار تھا۔ اور ایک ایسے درے میں سے ہو کر گذرتا تھا۔ جہاں سے ہزار سوار بھی ایک ساتھ گذرتے وقت ڈرتے تھے۔ مگر حسن نہ ڈرا اور نہ سہا، رہنما کے ساتھ آگے ہی آگے بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ ہرمز آباد جا پہنچا۔ یہ شہر مازیار کا دارالسلطنت تھا۔ اور اس سے چند فرسخ پر مازیار اور اس کا بھائی قوہیار ایک مضبوط قلعے میں پناہ گزیں تھے۔

حسن نے ہرمز آباد آتے ہی اس قید خانہ کا رُخ کیا جہاں مازیار نے مسلمانوں کو قید کر رکھا تھا، یہاں پہنچ کر اس نے مسلمانوں

کو قید سے رہائی دی۔ اور ان کے ساتھ باتیں کرنے لگا۔
ہوتے ہوتے اس کی فوج کے بہت سے دستے اس کی پیروی
میں یہاں آن پہنچے۔ وہ جس وقت اپنی چھاؤنی سے چلا تھا۔
اس نے کسی کو اطلاع نہیں دی تھی۔ مگر سپاہ اس کے اچانک اس
طرح سفر کرنے سے اس سفر کی اہمیت سمجھ گئی اور آپ ہی آپ اس
کے پیچھے آتی گئی۔
یہ رمضان کے دن تھے اور حسن اور اس کے ساتھی روزہ سے تھے
یہاں انہوں نے روزہ کھولا اور نماز پڑھی۔
یہاں تک کہ تاریکی پھیل گئی۔ اور حسن نے اپنی فوج کے دستے اس
طرف بھیج دیئے۔ جہاں مازیار کی قیام گاہ تھی۔
حسن کی اس کارروائی سے مازیار اور قوہیار دونوں بری طرح
سہم گئے۔ اور گلوں میں سفید چادریں ڈال کر حسن کی خدمت میں
آ گئے۔
اس رات حسن نے مازیار سے کوئی بات چیت نہیں کی، دوسرے
دن اسے ساتھ لے کر ساریہ آیا، رستہ میں محمد بن ابراہیم بھی اس سے
آملا تھا۔ یہ دونوں ایک ساتھ پھر ہرمز آباد آئے۔ انہوں نے مازیار
کے تمام املاک اور ساز و سامان پر قبضہ کر کے اس کے محل کو
آگ لگا دی اور عبداللہ بن طاہر کو ساری کارگزاری لکھ بھیجی۔
عبداللہ کی طرف سے حسن کو حکم ملا۔
مازیار کو محمد بن ابراہیم کے سپرد کر دو کہ وہ اسے معتصم کے پاس
لے جائے اور خود اس کی دولت اور قیمتی سامان پر قبضہ کر کے اس

کی ایک فرد بنالو۔

حسن نے ایسا ہی کیا مازیار کو ساتھ لے کر اس کے خزانہ پر آیا اور چند معتبر لوگوں کی موجودگی میں ہر چیز کی فرد تیار کی۔ اس فرد کی رُو سے ۹۹ ہزار دینار، سترہ دانے زمرد کے، سولہ دانے یاقوت سُرخ کے اور چمڑے کے اٹھارہ پٹارے ریشمی ملبوسات کے اس خزانہ سے برآمد ہوئے۔

حسن نے ان پر قبضہ کر کے ان پر مہر لگادی۔ مازیار چاہتا تھا یہ سارا مال حسن کو دے دے مگر حسن نے ان میں سے کوئی چیز بھی اپنے لئے قبول نہ کی۔ ہر ایک کو شاہی خزانہ میں داخل کرنے کے لئے دارالحکومت بھیج دیا۔ اس کے علاوہ، جو خفیہ خزانے قوہیار کی مدد سے حسن کے ہاتھ آئے۔ ان کو بھی شمار کر کے حسن نے ان پر سرکاری مہریں لگادیں۔

اس طرح مازیار کا فتنہ فرو ہوا، اور طبرستان کا علاقہ بدامنی سے بچ گیا۔

سینتیسواں باب
افشین کا زوال

افشین نے معتصم کے دور میں بڑا عروج پایا۔ مگر چونکہ نیک نیت نہ تھا اس لئے معزول ہوا۔

طبری کا بیان ہے کہ جس زمانہ میں افشین بابک سے لڑنے کے لئے آرمینیہ میں ٹھیرا تھا۔ آرمینیہ کے لوگ اسے خوب تحفے تحائف بھیجتے، اور کبھی کبھی تو بڑی بڑی رقمیں اسے پیش کی جاتیں افشین یہ سارے تحفے اور رقمیں خفیہ طور پر اشروسنہ روانہ کر دیتا۔ عبداللہ بن طاہر کو اس کارگزاری کا علم ہوا۔ اس نے ایک اور طریقہ اختیار کیا۔ سامان کی بجائے دینار لینے شروع کئے۔ وہ انہیں ہمیانیوں میں بند کر دیتا اور یہ ہمیانیاں اپنے خاص خاص خادموں کی کمروں میں باندھ دیتا اور ان کو تجارتی قافلے کی صورت میں اشروسنہ کی طرف روانہ کرتا۔

عبداللہ بن طاہر کو اس کی اس حرکت کا بھی پتہ چل گیا۔ آرمینیا کی طرف سے جتنے قافلے آتے وہ ان کی تلاشی لیتا۔ اس طرح ایک بار جب اس نے تلاشی لی تو ایک ایک ہزار دیناروں کی پچاس کے قریب ہمیانیاں ہاتھ آئیں۔ اس نے یہ ہمیانیاں ان لوگوں سے چھین لیں۔ روپیہ فوج میں تقسیم کر دیا۔ اور افشین کو لکھا، کچھ لوگ یہاں آتے تھے۔ ان کے پاس سے اتنا روپیہ برآمد ہوا ہے۔ وہ کہتے ہیں یہ روپیہ تمہارا ہے، مگر میں نے اس بات کو صحیح نہیں سمجھا۔ اس لئے کہ تم کو اس بات کی کیا ضرورت تھی کہ تم اتنا روپیہ اس طرح خفیہ طور پر اشروسنہ بھیجتے۔ اگر یہ روپیہ تمہارا ہے تو مجھے لکھو، تاکہ میں اس وقت جب امیرالمومنین کے ہاں سے فوج کی تنخواہ کا روپیہ آئے تو میں تمہیں بھیج دوں۔ اگر اس کے سوا کوئی اور بات ہے تو امیرالمومنین اس روپیہ کے سب سے زیادہ حقدار ہیں اور میں نے ان ہی کی فوج میں بانٹ دیا ہے۔

افشین راز ظاہر ہونے پر بگڑا تو بہت مگر عبداللہ بن طاہر پر خفگی ظاہر نہیں کی، جواب میں صرف اس قدر لکھا کہ میرا اور امیرالمومنین کا روپیہ الگ نہیں ہے۔ اس لئے جو ہوا ٹھیک ہوا۔ البتہ ان لوگوں کو چھوڑ دیجئے۔ جن کو آپ نے پکڑ رکھا ہے تاکہ یہ اشروسنہ چلے جائیں۔

عبداللہ بن طاہر نے ان لوگوں کو چھوڑ دیا۔ اس واقعہ سے ان دونوں کے تعلقات خراب ہو گئے اور دونوں نے ایک دوسر

کے زوال پر کمریں باندھ لیں۔

افشین چونکہ معتصم کی فوج خاصہ کا سپہ سالار تھا اس لئے اکثر معتصم کے قریب رہتا۔ معتصم کی محفلوں میں بے تکلف شریک ہوتا، اور معتصم کبھی کبھی ایسی باتیں کرتا جن سے عبداللہ بن طاہر سے اس کی ناراضگی ٹپکتی۔ افشین اس ناراضگی کو اور بڑھاتا اور اپنی طرف سے ایسی باتیں کرتا جس سے معتصم عبداللہ بن طاہر سے ناراض ہو کر اسے معزول کر دیں۔

مازیار کا فتنہ بھی اس نے کھڑا کیا اس کا خیال تھا کہ اگر مازیار عبداللہ بن طاہر کے خلاف اٹھا، تو معتصم یقیناً اس کو اس کی سرکوبی کے لئے بھیجے گا۔ اور اس طرح خراسان کی ولایت اسے مل جائے گی۔ مگر جب عبداللہ بن طاہر نے مازیار پر قبضہ پالیا اور اسے گرفتار کر کے بغداد بھیج دیا۔ تو مازیار نے اس سازش کا حال کہہ دیا، اور معتصم کے دربار میں افشین کو جو درجہ حاصل تھا۔ وہ اس سے چھن گیا۔ اور معتصم اس سے ناراض ہو گیا۔ افشین جانتا تھا معتصم کسی نہ کسی دن اس سے ضرور انتقام لے گا۔ اسی لئے وہ خفیہ طور پر یہاں سے بھاگنے کی تدبیریں کرنے لگا۔ اس نے معتصم اور اس کے تمام ترک سرداروں کو زہر دینے کی کوشش بھی کی۔ مگر ناکام ہوا اور سازش کھل گئی۔ اس کے ایک ساتھی درجس نے اپنی جان کے ڈر سے معتصم کو اس سازش کی خبر دے دی معتصم نے افشین کو بلا کر اس کو قید کر دیا۔ پھر اس کے لئے محل میں ایک خاص مینار بنوایا۔ یہ مینار صرف اتنا

چوڑا تھا کہ افشین اس میں صرف بیٹھ سکتا۔ لیٹنے کی گنجائش نہ تھی۔

افشین پر زوال آیا اور اس کی خبر ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیلی، تو اب پتہ چلا کہ افشین دراصل کیا تھا اور اس کے ہاتھوں کن کن لوگوں کو صدمے پہنچے،

جس دن اس پر مقدمہ چلا۔ اسی دن معتصم کی عدالت میں مازیار، موبذ، مرزبان اور اہل سغد کے دو فرد حاضر تھے۔

یہی دو فرد سب سے پہلے بلائے گئے، ان کی پیٹھیں رُوئی کے لبادوں سے ڈھکی تھیں۔ محمد بن عبدالملک نے افشین کی موجودگی میں اُن سے پُوچھا، تمہاری یہ پیٹھیں کیوں ڈھکی ہیں۔ انہوں نے پیٹھوں سے کپڑا اُٹھایا، پیٹھیں گوشت سے قطعاً خالی تھیں، تمام گوشت اور چمڑی تک اُڑ گئی تھی، محمد بن عبدالملک نے ان دونوں کو افشین کے سامنے کیا۔ اور پُوچھا کیا انہیں جانتے ہو

افشین نے جواب دیا ضرور جانتا ہوں۔ ایک اشروسنہ کی مسجد کا امام ہے اور دوسرا موذن ہے۔ ان دونوں نے اشروسنہ کے ایک بُت خانہ کو توڑ کر وہاں مسجد بنائی تھی۔ اور اس طرح اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی تھی جو مجھ میں اور اشروسنہ کے سرداروں میں معابد کی حرمت کے متعلق ہوا تھا۔ اس پر میں نے ان دونوں کو ایک ایک ہزار کوڑے لگوائے۔ وہ دونوں پیچھے ہٹ گئے، تو محمد بن عبدالملک نے پُوچھا، میں سُنتا ہوں تمہارے ہاں ایک ایسی کتاب ہے جس میں خدا سے انکار کیا گیا ہے۔ یہ کتاب

سونے کے غلاف میں رکھی گئی ہے اور تمہیں بہت عزیز ہے۔
افشین نے جواب دیا۔ یہ کتاب مجھے میرے باپ سے ورثہ میں ملی۔ اس میں ادب اور اخلاق کی بہت سی باتیں ہیں۔ مجھے تو صرف اس کے اس حصّہ سے غرض ہے۔ اگر اس میں کُفر کی باتیں ہیں تو مجھے ان سے کیا مطلب۔ تم لوگ بھی تو کلیلہ دمنہ مزدک کی کتابیں اپنے ہاں رکھتے ہو۔ اگر میں قابلِ الزام ہوں تو تم بھی ہو۔
پھر موبذ نے شہادت دی کہ افشین جھٹکا کھاتا رہا ہے، اور لوگوں سے بھی جھٹکا کھانے کی فرمائش کرتا رہا ہے۔
موبذ ہی نے شہادت دی کہ افشین نے اب تک ختنہ نہیں کرایا اور نہ کسی جگہ کے بال منڈوائے ہیں۔ نیز اس کے عقائد ایسے ہیں۔
مگر افشین نے موبذ کی زبان بند کر دی کہنے لگا۔
تمہارے اور میرے مکان میں کوئی کھڑکی نہ تھی۔ جس سے تم میرے خانگی حالات جانتے۔ صرف میں تمہیں اپنے ہاں باریاب کرتا اور اپنے راز تم سے کہتا۔ اور جب تم راز نہیں رکھ سکتے تو ثابت ہوا کہ تم ایماندار نہیں ہو۔ اور جو شخص ایماندار نہ ہو اس کی شہادت اس قابل نہیں کہ اس پر کوئی شریف آدمی کان دھرے۔
اس کے بعد مرزبان نے شہادت دی۔ کہ اُشروسنہ کے باشندے اسے خداؤں کا خدا اور معبودوں کا معبود کہہ کر خطاب کرتے ہیں اور خود کو اس کا بندہ سمجھتے ہیں۔

افشین نے اعتراف کیا کہ مجھے اس خطاب سے یاد کیا جاتا ہے، یہ خطاب ہمارے خاندان کی میراث ہے۔ ہمارے تمام بزرگ اس خطاب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ میں اسلام لایا تو میں نے یہ خطاب محض اس خیال سے نہیں بدلا کہ لوگ مجھے حقیر نہ سمجھنے لگیں اور ان کے دلوں میں سے میرا رعب کم نہ ہو جائے۔

آخر میں مازیار آگے آیا اور شہادت دی کہ افشین کے بھائی نے میرے بھائی کو ایک خط لکھا تھا کہ ہمارے دین کی مدد میرے تمہارے اور بابک کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا۔ بابک تو اپنی حماقت کے سبب مارا گیا۔ اب میں اور تم دونوں صرف اس دین کے حامی رہ گئے ہیں۔ تم بغاوت کر دو۔ لازمی طور پر معتصم اس بغاوت کو فرو کرنے کے لئے مجھے مامور کرے گا اور میں جب یہاں آؤں گا، تو میں اور تم دونوں مل کر اس عرب اور ترک فوج کا صفایا کر دیں گے عرب تو کتے ہیں ان کے سامنے ہڈی ڈال دی تو یہ دم ہلانے لگتے ہیں۔

افشین نے جواب دیا۔ یہ خط میرے بھائی نے اس کے بھائی کو لکھا تو اس کا مجرم میں نہیں ہوں۔ اور اگر مان لیا جائے یہ خط میں نے لکھا ہے، تو پھر بھی میرے اوپر شبہ کیوں کیا جائے۔ میں نے یہ خط اسے اپنی طرف مائل کرنے کے لئے لکھا ہو گا۔

اس قسم کی جرح کے بعد افشین کو پھر اس کے قید خانے بھیج دیا گیا۔ اب اس کے ساتھ ذرا نرمی برتی جاتی اور جگہ بھی اچھی دی گئی۔ معتصم کبھی کبھی اسے پھل اور دوسری چیزیں بھی کھانے کو بھیجتا

اس کی گرفتاری کے بعد اس کے محل کی تلاشی لی گئی۔ تو وہاں سے بہت سے بت اور مجوسیوں کی مذہبی کتابیں برآمد ہوئیں، طبری کا بیان ہے کہ جس دن افشین مرا ہے۔ اسی دن معتصم نے اپنے بیٹے کے ہاتھ اسے ایک طباق میں بہت سا پھل بھیجا۔ اس سے تھوڑی دیر بعد وہ مرا ہوا پایا گیا۔ نہیں کہا جا سکتا اس پھل میں زہر ملا دیا گیا تھا یا کوئی اور بات تھی۔

افشین۔ اشناس، ایتاخ اور وصیف سے معتصم کو بہت محبت تھی، افشین سے اسے جو محبت تھی اس کی بنا پر اس نے افشین پر ایسی سختی نہ کی جسے وہ برداشت نہ کر سکتا۔ وہ اسے مارنا نہیں چاہتا تھا۔ صرف نظر بندی مقصود تھی۔ مگر اس کے خاندان والے اور دوسرے سردار افشین کی زندگی نہیں چاہتے تھے۔ اس لئے اسے زہر دے دیا۔

اڑتیسواں باب

معتصم کا انتقال

یکم محرم ۲۲۷ھ ہجری کو معتصم بیمار ہوا۔ سنگنیاں لی تھیں یہی چیز بیماری بن گئی۔ بیماری کے دنوں میں وہ اپنے محلوں، خوبصورت باندیوں اور دوسری چیزوں کو دیکھ دیکھ کر بہت روتا۔ اور کہتا اگر میں جانتا، مجھ سے یہ ساری چیزیں اتنی جلدی چھن جائیں گی، تو میں ان سے کبھی دل نہ لگاتا۔

مگر یہ محض کہنے کی بات تھی۔ وہ جانتا بھی تو ایسا نہ کر سکتا تھا۔ اس کی بیماری طول پکڑ گئی تو اس نے اپنے بیٹے واثق باللہ کے لئے فوج کے سرداروں اور دوسرے لوگوں سے بیعت لی اور خود موت کا سامان کرنے لگا۔

اس کے ایک گویّے کا بیان ہے کہ جس دن وہ مرا، اس دن وہ اپنی مخصوص کشتی میں سوار ہو کر اپنے سارے محلوں کے سامنے

سے گزرا۔ میں اس کے ساتھ تھا۔ اور ایک نظم گا رہا تھا۔ جس میں ماضی کے عہد بہار اور اس کی دلچسپیوں کا ذکر تھا۔ میں گاتا جاتا اور وہ روتا جاتا۔ اسی عالم میں وہ محل واپس آیا اور موت نے آن دبوچا۔

مرنے کے بعد سامرا میں دفن ہوا۔ آٹھ سال آٹھ ماہ دو دن حکومت کی۔ چھیالیس سینتالیس یا اڑتالیس سال عمر تھی۔

آٹھ بیٹے اور آٹھ بیٹیاں پیچھے چھوڑیں۔

معتصم بہت خلیق، ملنسار اور بے تکلف آدمی تھا۔ غصّہ کے وقت البتہ اس کی حالت عجیب ہو جاتی۔ مگر یہ غصّہ بہت کم آتا۔ اپنے مصاحبوں کے ساتھ وہ بڑا فیاضانہ سلوک کرتا۔

ابن ابی داؤد کا بیان ہے کہ معتصم نے جن دنوں عموریہ کا محاصرہ کیا تھا، ایک دن اسے اپنے پاس بلایا، اور پوچھا۔ کیا تمہیں گدرے کھجور پسند ہیں۔ اگر ملیں تو کھاؤ گے؟ میں نے عرض کیا۔ گدرے کھجور یہاں کہاں۔ معتصم ہنسنے لگے اور ایتاخ کو حکم دیا۔ کھجور لائے۔ وہ کھجور لایا۔ معتصم نے ان میں سے ایک مٹھی بھری اور ہاتھ میری طرف پھیلا کر بولے:-

نہیں خدا کی قسم انہیں میرے ہاتھ سے کھاؤ۔

ابن ابی داؤد کہتے ہیں۔ انہوں نے یہ سارے کھجور ان کی ہتیلی پر سے اٹھا اٹھا کر کھائے، معتصم کا ہاتھ برابر پھیلا رہا ایک بار پیچھے نہیں ہٹا۔

یہی ابن ابی داؤد کہتے ہیں۔ کہ عموریہ کے محاصرہ کے زمانہ میں

معتصم جب باہر نکلتے تو مجھے اپنے ساتھ سوار کرتے، میرا اور ان کا خچر ایک ساتھ آگے بڑھتا، اور ایک دن، ہم دونوں اسی طرح سوار ایک ندی کے کنارے آئے، ندی بھری ہوتی تھی، اور کوئی رستہ پایاب نظر نہ آتا تھا۔ یہ حال دیکھ کر معتصم نے اپنے گھوڑے کو آگے بڑھایا۔ پانی میں اتر سے، رستہ پایاب تلاش کیا، اور مجھے اشارہ کیا کہ میں پیچھے آؤں۔

اس قسم کی اور بہت سی روایتیں ابن ابی داؤد نے روایت کی ہیں۔

اسحٰق بن ابراہیم کا بیان ہے، کہ ایک دن معتصم نے مجھے اپنے ہاں بلایا۔ جس وقت میں وہاں پہنچا معتصم سرخ رنگ کی صدری پہنے اور سونے کا ٹپکہ لگائے تھے، جو جوتا اس وقت پہنے تھے اس کا رنگ بھی سرخ تھا، مجھے دیکھ کر کہنے لگے۔ میں تمہارے ساتھ چوگان کھیلنا چاہتا ہوں۔ مگر تمہیں بھی میری طرح کا لباس پہننا ہوگا۔ میں نے انکار کیا۔ مگر وہ نہیں مانے، مجھے زبردستی اپنے ایسا لباس پہنایا۔ اپنے جیسے گھوڑے پر سوار کیا اور چوگان کے میدان میں لائے، کچھ دیر تک ہم دونوں کھیلتے رہے۔۔ یہ لباس جو میں نے پہن رکھا تھا میرے لئے کچھ بوجھل سا تھا اور میں اچھی طرح کھیل نہ سکتا تھا۔

معتصم نے میری سست روی سے میری پریشانی جان لی۔ کھیلتے کھیلتے رک گئے کہنے لگے معلوم ہوتا ہے یہ لباس تمہیں پسند نہیں ہے اور اچھی طرح کھیل نہیں سکتے۔ میں نے اعتراف کر لیا۔ وہ

گھوڑے سے اُترے مجھے بھی اُتارا اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے میدان کے ایک کونہ میں بنے ہوئے حمام میں لے گئے۔ میرے کپڑے خود اُتارے اور میں نے ان کے بعد دونوں نے مل کر ایک ہی جگہ غسل کیا۔ وہ میرا جسم ملتے اور میں ان کا۔ میں نے ان کو روکا، بھی کہ میرا جسم نہ ملیں۔ مگر وہ نہ مانے، نہانے سکے بعد ہم لوگ محل میں آئے، مجھے اپنے ساتھ اپنی مسند پر بٹھا لیا اور باتیں کرنے لگے۔

معتصم کے ذاتی کردار کے متعلق اور بھی بہت سے لوگوں نے ایسی ہی روایتیں بیان کی ہیں۔ مگر یہ ساری روایتیں دوستوں کی ہیں۔ اور اس وقت کی ہیں جب معتصم موج میں ہوتا، مگر غصہ کے عالم میں وہ ہر بات بھول جاتا اور بعض دفعہ تو ایسی حرکات اس سے سرزد ہوتیں کہ اسے آپ بھی بعد میں افسوس ہوتا۔ مامون کے بیٹوں کے ساتھ اس نے جو کچھ کیا وہ اس کی زندگی کا سب سے مکروہ کارنامہ ہے۔ عباس نے سازش کی۔ یقیناً وہ سزا کا مستحق تھا۔ مگر مامون کے دوسرے بیٹوں نے تو کچھ نہ کیا تھا مگر وہ غریب محض عباس کے بھائی ہونے کی وجہ سے اس کے غصہ کا شکار ہو گئے۔ اور عبرتناک سزائیں پائیں۔ حالانکہ وہ معتصم کے اس بھائی کے بچے تھے جس نے اپنے بچے کا حق اسے دیا تھا۔ اگر وہ احسان شناس ہوتا تو ان سے محبت کا برتاؤ کرتا، اپنے باپ ہارون کی طرح انہیں اپنی بیٹیوں سے بیاہ کر اپنے دامن کرم میں لے لیتا مگر وہ بادشاہ تھا اور بادشاہوں کے یہی چلن ہیں۔

واثق باللہ

اُنتالیسواں باب

باپ کی موت کے بعد ہارون واثق باللہ محض اس لئے باپ کی جگہ تخت نشین ہوا، کہ وہ معتصم کا محبوب بیٹا تھا - اگر معتصم دانائی سے کام لیتا اور عباس کو زندہ رکھ کر اپنا ولیعہد بناتا تو کتنا اچھا ہوتا۔ مگر معتصم احمق اور غصیلہ تھا - اور پھر اپنے آباؤ اجداد کی طرح بیٹوں سے بے پناہ محبت کرتا تھا۔

تخت نشینی کے وقت واثق کی عمر ۲۷ سال تھی - وہ کھلنڈرا، شرابی اور عیاش طبیعت نوجوان تھا - ہر وقت خوبصورت لونڈیوں کی صحبت اسے پسند تھی - خود بھی خوب گاتا اور شعر بھی کہتا - اس کے ذاتی افعال تو یہ تھے، مگر اس کے دماغ پر خلق قرآن کا بھوت بری طرح سوار تھا - الغرض اس کی زندگی یا دورِ حکومت کا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے کہ اس نے مامون کے جنون اور اپنی حماقت کے پروں پر

سوار کر کے سارے ملک میں شہرت دی۔

مامون کی خطا معاف کی جا سکتی ہے کہ وہ خود بڑا عالم، مجتہد، اور محدّث تھا لیکن یہ تو محض گانا گانے۔ شعر کہنے اور شراب پینے کے سوا کسی اور چیز سے محبت نہ رکھتا تھا۔ مگر بادشاہ تھا۔ تخت و تاج اس کے قبضہ میں تھے۔ جو چاہتا کرتا، جو محدّث اور علماء خلقِ قرآن کے قائل نہ تھے انہیں پٹواتا۔ ان کے پاؤں میں وزنی بیڑیاں ڈال کر ان کی نمائش کرتا۔ اور پھر قتل کرا دیتا۔ اس کے اس تشدد کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس کے خاندان کے ایک بہت بڑے نقیب مالک بن ہیثم خزاعی کے پوتے احمد بن نصر نے اس کی حکومت کا تختہ اُلٹنے کی سازش کی۔ اور خروج کی ایک رات مقرر کی۔ مگر اس کے دو احمق کارکنوں نے ایک رات پہلے ہی شراب کے نشہ میں مخمور ہو کر خروج کا ڈھول پیٹنا شروع کر دیا، اور سازش ناکام ہو گئی۔ احمد بن نصر اور اس کے بیس بڑے بڑے ساتھی پکڑے گئے۔ واثق نے بر سرِ عام اس پر مقدمہ چلایا۔ اس سے قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار لینے کی کوشش کی۔ مگر احمد بن نصر احمد بن حنبل کی طرح مضبوط ارادہ کا آدمی تھا، اس لئے قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار نہیں کیا۔ اور واثق پر اس قدر جنون طاری ہوا کہ اس نے آپ اپنی تلوار سے احمد کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اس کے جسم کو سولی دی اور سر کی نمائش کی۔ نمائش کے وقت اس کے ڈھنڈورچی منادی کرتے۔

یہ کافر ملعون احمد بن نصر کا سر ہے۔ جو قرآن کو خدا کی مخلوق

ماننے سے انکاری تھا - اسے واثق باللہ نے ثواب کمانے
کے لئے آپ اپنے ہاتھ سے قتل کیا ہے -

واثق کو اس بارے میں جو غلو تھا - اس کا مظاہرہ اس وقت بھی ہوا جب خاقان روم میں مسلمان قیدیوں کے تبادلے کے لئے واثق کے پاس آیا - واثق نے اسے قیدیوں کے تبادلہ کی اجازت تو دے دی - مگر اقرار لیا کہ صرف اسی مسلمان کو رومی قید سے چھڑائے گا، جو قرآن کے مخلوق ہونے کا عقیدہ رکھتا ہو اور جو لوگ یہ عقیدہ نہ رکھتے ہوں - انہیں رومیوں کے پاس ہی رہنے دیا جائے -

یہ کتنی بڑی زیادتی اور غلو تھا - یہ کتنی بڑی حماقت اور ذہنی پستی تھی - اس نے پانچ سال کچھ مہینے حکومت کی - مگر اس دور میں ایسی حماقتیں کرتا رہا، سب سے پہلی حماقت جس سے سفلہ پن بھی ٹپکتا ہے - اس کی وہ تھی جب اس نے اپنے تمام سیکرٹریوں (کاتبوں) کو قید کر کے ان میں سے ہر ایک پر لاکھوں درہم جرمانہ کر دیا - جو جرمانہ دے سکے انہیں رہائی مل گئی اور جن کے پاس جرمانہ دینے کے لئے روپیہ نہ تھا وہ قید کی مصیبتیں جھیلتے رہے

اپنی حکومت کے آخری دنوں میں تو اس نے حکومت سے قطعاً بے تعلقی اختیار کر لی - اور صالح کی ایک لونڈی قلم کو خرید کر ہر لمحہ اور ہر آن اس کی محبت میں رہنے لگا - یہ نام کو تو قلم تھی - مگر تاثیر نشتر کی رکھتی تھی - حسن و خوبصورتی - رعنائی و دلفریبی اور ترنم اس کے صفات تھے - اتنا عمدہ گاتی - کہ واثق جنون میں آن کر اس کے پاؤں پر سر رکھ دیتا -

واثق نے جب سے اُسے خریدا۔ اس وقت سے لے کر موت کی گھڑی تک اس سے الگ نہیں ہوا۔

واثق کے زمانہ میں اشناس اور محمد بن عبدالملک الزیات نے بڑا رسوخ پایا۔ شروع شروع میں گو محمد بن عبدالملک ہی وزیر اعظم تھا مگر جب اشناس دمشق سے واپس آیا۔ تو واثق نے ایک عام دربار میں اشناس کو اپنے سامنے بٹھا کر اس کے گلے میں جواہرات کے دو ہار ڈالے۔ اور حکومت کے تمام بڑے انتظامات اس کے سپرد کر دیئے وہ جو کہتا اور جس طرح مشورہ دیتا ویسا ہی ہوتا۔ واثق کی جگہ قریب قریب اس نے لے لی۔

ابن خلدون نے اشناس کے اس عروج کا کوئی وقت بیان نہیں کیا۔ طبری سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اشناس نے ۲۳۰ھ ہجری میں عبداللہ بن طاہر کی موت سے نو دن پہلے انتقال کیا۔ نہیں کہا جا سکتا موت کے وقت تک اسے واثق باللہ کے دربار میں یہی رسوخ حاصل رہا یا نہیں۔ البتہ ۲۲۹ھ ہجری کے ایک واقعہ سے جسے طبری نے روائت کیا ہے یہ مترشح ہوتا ہے، کہ محمد بن عبدالملک ہی کا طوطی بول رہا تھا۔ ورنہ اسے قاضی احمد بن ابی داؤد اوزیر عدلیہ اور اس کے ماتحت عملے کو قید کرنے اور ان کے خلاف توہین آمیز مقدمات چلانے کا حوصلہ نہ ہوتا۔ اس نے ان سب کو علی الاعلان بھری عدالت میں خائن اور غاصب بنا کر کھڑا کر دیا۔ اگر اشناس برسر اقتدار ہوتا تو محمد بن عبدالملک ایسا نہ کر سکتا۔

بہر حال یہ ثابت ہے کہ اشناس نے ۲۳۰ ہجری میں انتقال کیا۔ اور اس کے بعد محمد بن عبدالملک ہی سب کچھ تھا، واثق کی حیثیت تو محض ایک کھلونے کی تھی۔ اور یہ کھلونا ون کے وقت اگر کبھی دربار میں آتا۔ تو محمد بن عبدالملک اس سے کھیلتا، اور محل میں بی قلم خاتون اس سے ہر لمحہ اور ہر آن کھیلتی۔

عشق میں شراب نوشی بہت عجیب مشغلہ ہے۔ اس طرح ذہن کی لطافتیں کچھ دوبالا سی ہو جاتی ہیں، اور آدمی محض شاعر بن کر رہ جاتا ہے۔ واثق بھی آخر دنوں میں نرا شاعر بن گیا تھا۔ وہ شراب کے جام پر جام چڑھاتا اور بی قلم خاتون کی انگلیوں ہاتھوں۔ بھرے بھرے بازوؤں، خوبصورت نشیلی آنکھوں اور گھنگھریالے بالوں کی تعریف میں شعر کہتا۔ وہ شعر کہتا اور بی قلم خاتون اسے گاتی۔

اور یہ کتنا حسین مشغلہ تھا۔ اور جسے یہ پسند ہو جائے وہ حکومت کا کاروبار کیسے سنبھال سکتا ہے۔ اس حسین مشغلہ میں مصروف واثق ۲۳۲ ہجری میں بیمار پڑا۔ شراب نے اس کے اندر ایک عجیب آگ بھر دی تھی۔ اس کا جی چاہتا ہر آن کوئی شراب کے مٹکے کے مٹکے اس کے منہ سے لگاتا رہے۔

بی قلم خاتون اور نجیبوں نے اسے تنور میں ڈال دیا۔ یہ علاج بالمثل تھا اس سے بھی کوئی افاقہ نہ ہوا اور موت نے آن دبوچا۔

موت کے وقت اس کی عمر ۳۲ سال کی تھی۔ ۵ سال پانچ مہینے

اور نو دن حکومت کی۔ حکومت کیا کی۔ تخت پر بیٹھا رہا، اور حکومت دوسرے لوگ کرتے رہے۔

اگر معتصم اسے حکومت کے کام میں نہ اُلجھاتا۔ تو واثق بڑا اچھا شاعر ہوتا۔ اور تاریخ میں اس حیثیت سے بڑا نام پاتا ‌•

المتوکل علی اللہ

چالیسواں باب

جب واثق نے انتقال کیا تو اس کا بیٹا محمد بہت کم عمر تھا۔ محمد بن عبد الملک وزیر اعظم کی خواہش تھی اسے تخت پر بٹھا کر پہلے کی طرح راج کرے۔ اس لئے وہ اور احمد بن داؤد ایناخ، وصیف عمر بن فرج اور احمد ابن خالد واثق کی موت کے فوراً بعد محمد کو تاج پہنانے محل میں داخل ہوئے۔ محمد کو جب شاہی لباس پہنایا گیا۔ تو اس کی کم عمری کے باعث جسم پر ٹھیک نہ آیا۔ یہ عالم دیکھ کر وصیف نے زبان کھولی۔

خدا سے ڈرو ایسے بچے کو خلافت دے رہے ہو جس کے پیچھے نماز تک نہیں پڑھی جا سکتی، وصیف کے اس اعتراض پر محمد کو پہنایا گیا خلعت اس کے جسم سے اُتار لیا گیا اور اب شہزادوں میں سے ایسے آدمی کی تلاش ہوئی، جو خلافت کے قابل ہو، قاضی

احمد بن ابی داؤد واثق کے بھائی جعفر کو بہت پسند کرتے تھے انہوں نے جعفر کا نام پیش کیا۔ محمد بن عبد الملک اور عمر بن فرج جعفر کو اچھا نہ سمجھتے تھے۔ دبے الفاظ میں انہوں نے اس کی مخالفت بھی کی۔ مگر جب احمد کا پیغامبر جعفر کو وہاں لے آیا تو یہ مخالفت دب گئی، جعفر کو ابھی تک واثق کی موت کا یقین نہ تھا۔ واثق نے اس پر کئی بار عتاب کیا تھا، اور وہ بے چارہ ڈرتا تھا، کہیں وہ زندہ نہ ہو۔ اور یہ سازش اس کی نہ ہو۔ مگر یہ سازش نہ تھی، واثق مر چکا تھا، وزراء نے جعفر کو لے جا کر اس کی نعش دکھائی تو اسے اطمینان ہوا۔ احمد بن ابی داؤد نے اسے خلعت پہنائی۔ اس کے سر پر تاج رکھا۔ سب سے پہلے اس نے اس کی بیعت کی۔ پھر دوسرے وزراء نے۔ پھر بنو عباس نے اور اسی طرح تمام دوسرے بڑے عہدیداروں نے یکے بعد دیگرے اس کی بیعت کی۔

متوکل نے تخت پر بیٹھتے ہی ترک فوج کو چار مہینے کی اور بنو ہاشم کو آٹھ مہینے کی تنخواہ انعام میں دی۔

شروع شروع میں وزارتِ عظمیٰ کا منصب گو محمد بن عبد الملک ہی کے پاس رہا۔ لیکن ہولے ہولے اس کے اختیارات کا دائرہ مختصر ہونے لگا۔ متوکل کی اس سے نبتی نہ تھی۔ دونوں میں اس وقت سے عناد تھا جب واثق خلیفہ تھا اور حکومت کا سارا کاروبار محمد بن عبد الملک کے سپرد تھا۔

بیان کیا جاتا ہے۔ کہ محمد بن عبد الملک کے سبب واثق جعفر سے

ناراض رہتا۔ اسے دو ایک بار قید بھی کر دیا اور ماہوار وظیفہ بھی بند کر دیا۔ جب اس کا وظیفہ بند ہوا۔ تو جعفر محمد بن عبدالملک کے پاس آیا۔ محمد بن عبدالملک نے اس سے سخت بے رُخی برتی، اسے کتنی دیر تک کھڑا رکھا۔ پھر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور سامنے پڑے کاغذات کی پڑتال کرتا رہا۔ کتنی دیر بعد اس کے حال پر توجہ کی، پوچھا کیسے آئے ہو۔ جعفر نے جواب دیا۔ بھائی جان مجھ سے ناراض ہیں۔ کسی وقت میرا ذکر آئے تو کلمہ خیر کہیئے تاکہ وہ خوش ہو جائیں۔

محمد بن عبدالملک نے اسے جھڑکا۔ اور اس کی بجائے ساتھ بیٹھے لوگوں سے کہنے لگا۔

ذرا اس شخص کو دیکھو۔ خود تو انہیں ناراض کرتا ہے۔ اور میری سفارش چاہتا ہے کہ وہ راضی ہو جائیں۔

پھر جعفر سے کہا۔

جاؤ یہاں سے۔ تم نے اپنے آپ کو سدھار لیا تو وہ بھی تم سے خوش ہو جائیں گے۔

جعفر وہاں سے چلا آیا۔ عمر بن فرج کے پاس پہنچا۔ کہ وظیفہ کے چک پر دستخط کرائے۔ مگر اس نے بھی اس کے ساتھ گستاخی کی۔ چک لیا اور پھینک دیا۔ جعفر یہاں سے ناکام ہوا تو قاضی احمد بن ابی داؤد سے ملا۔ قاضی صاحب خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ گلے لگایا اور تسلی دی کہ اس کا کام کر دیں گے۔ انہوں نے واثق سے اس کی سفارش کی تو جعفر کی سختی کم ہوگئی۔

حکومت ملی تو جعفر نے چند دن تو کاروبار سلطنت کے سمجھنے کے سوا محمد بن عبدالملک سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ لیکن جیسے ہی سارے کاروبار پر قابو پا لیا۔ ایتاخ کو حکم دیا۔ محمد بن عبدالملک کو گرفتار کر لے۔ ایتاخ نے آدمی بھیجا اور کہلوایا۔ امیرالمومنین یاد کرتے ہیں۔ محمد بن عبدالملک درباری لباس پہن کر گھر سے نکلا، مگر ایتاخ کے آدمی بجائے دربار کے اسے ایتاخ کے ہاں لے گئے۔ ایتاخ نے اسے گرفتار کر لیا، اسی دن اس کا سارا سامان، جائیداد اور دوسری چیزیں بھی قرق ہوئیں۔

پہلے تو زیادہ سختی نہیں کی گئی۔ لیکن چند دن بعد تو کھانا تک بند کر دیا گیا۔ اور رہنے کے لئے ایک تنور نما لکڑی کا پنجرہ ملا، جس میں غریب اچھی طرح بیٹھ بھی نہ سکتا، وہیں پیشاب پاخانہ کرتا اور وہیں اونگھ لیتا۔ لیکن پھر اونگھنے کی بھی ممانعت کر دی گئی۔ سپاہی ہر وقت اسے جاگتا رکھنے کے لئے سوئیاں چبھوتے رہتے۔

کچھ دن بیٹھنے سے بھی روک دیا گیا۔ بےچارے نے اسی عالم میں روتے بلکتے موت کے دامن میں پناہ لی۔

محمد بن عبدالملک کو سزا دینے کے بعد عمر بن فرج سے انتقام لیا گیا۔ وہ بھی قید ہوا، اس کی بھی جائیداد اور سامان قرق ہوا، مگر اس پر سختی نہیں کی گئی۔ اور بعد میں تو اہواز کی جائیداد دے کر رہائی بخش دی۔

ان دونوں کو سزا دینے کے بعد ایتاخ کی باری آئی،

ابنِ خلدون اور طبری کا بیان ہے کہ معتصم کے زمانہ میں ایتاخ باورچی کا کام کرتا۔ بڑے اچھے اور لذیذ کھانے پکاتا، معتصم نے اسے دیکھا تو بہت پسند کیا۔ اور سلام ابرش سے جس کا یہ غلام تھا اسے خرید لیا۔ ایتاخ، بہت وجیہہ لمبا تڑنگا اور باوقار جوان تھا معتصم نے اسے اپنے محافظ دستہ کی افسری دی۔ ہوتے ہوتے وہ حاجب بنا، پھر محل کی نگرانی فوج خاصہ، لشکر۔ جماعت مغاربہ۔ ترک موالی، ڈاک، اور بغداد کی کوتوالی کے فرائض اسے تفویض ہوتے۔

معتصم کی موت تک یہ سارے کام اس کے سپرد رہے معتصم کے بعد واثق خلیفہ ہوا۔ تو بھی یہی خدمات ایتاخ کے ذمہ رہیں متوکل خلیفہ ہوا۔ تو بھی اس سے یہ کام لیا جاتا رہا۔ شروع شروع میں تو متوکل اس کی بہت عزت کرتا۔ ہر بات میں اس سے مشورہ لیتا اپنے جانی دشمنوں کو اسی کے سپرد کرتا کہ سزا دے۔

دونوں میں بڑی بے تکلفی بھی تھی، اکثر اکٹھے شراب پیتے۔ ایک شام یہ بے تکلفی تو حد سے بڑھ گئی۔ دونوں نے نشہ کے عالم میں ایک دوسرے کو گالیاں دیں اور پھر لپٹ پڑے۔ مار کٹائی ہوئی ایتاخ نے تلوار میان سے نکال لی۔ خدام نے بیچ بچاؤ کر دیا۔ صبح ہوئی تو ایتاخ نے معافی چاہی، عذر پیش کیا۔ متوکل نے بھی عذر خواہی کی۔ دونوں میں بظاہر مصالحت ہو گئی۔ مگر دل مکدر تھے۔ اور ایتاخ کو اپنا انجام قریب معلوم ہو رہا تھا۔ متوکل کے عتاب سے بچنے کے لئے اس نے حج کی اجازت مانگی۔ متوکل نے اسے اجازت دے دی۔ اس خیال سے نہیں کہ وہ اس کا احترام کرتا تھا۔ بلکہ اس

نیت سے کہ جب وہ دارالسلطنت سے دور چلا گیا تو اسے
محل کی داروغگی اور دوسری بڑی خدمات سے الگ کر دیا جائے۔
اپنی اس نیت کو اس نے خفیہ رکھا اور یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ اس
کی نیت صاف ہے اس نے ایتاخ کے بارے میں فرمان لکھا کہ
مکہ معظمہ تک کے سفر میں وہ جہاں جہاں سے گزرے وہاں کی حکومت
اسے ملجائے گی۔ ایتاخ بہت خوش ہوا، متوکل نے رخصتی کے وقت
اسے خلعت بھی عطا کیا اور بہت سا روپیہ بھی دیا اور دربار میں
عام منادی کرادی کہ جو بھی اعلیٰ حضرت ایتاخ کے ساتھ حج کی سعادت
حاصل کرنا چاہتا ہے۔ ان کے ساتھ جا سکتا ہے۔ اس کا خرچ سرکار دیگی
متوکل کے حکم سے تمام بڑے حکام کتنی دور تک اسے رخصت
کرنے بھی گئے۔ مگر جیسے ہی ایتاخ سامرا کی سرحدوں سے پار ہوا،
متوکل نے اس کی جگہ واصف کو دے دی۔ مگر جیسے ہی ایتاخ حج
سے واپس ہو، اسے گرفتار کر لینے کا پروگرام مرتب ہونے لگا۔
ایتاخ نے حج کیا اور تین سو غلام اور خدام کی جمعیت کے ساتھ
بڑی شان و شوکت سے واپس ہوا، رستہ میں متوکل کا ایک پیامبر
بہت سے تحفے تحائف لے کر اس کے پاس آیا۔ تاکہ ایتاخ کو ایک
اور مغالطہ دیا جائے۔ ایتاخ خوش خوش بغداد کے قریب پہنچا تو
بغداد کا کوتوال اسحٰق بن ابراہیم اس کے استقبال کو آیا اور متوکل
کا پیغام دیا۔ امیر المومنین چاہتے ہیں آپ پہلے بغداد کے محل میں
آٹھ یوں دربار کریں اور بنو ہاشم اور بنو عباس کو انعامات تقسیم فرمائیں،
یہ بڑا اعزاز تھا، ایتاخ نے خوشی خوشی یہ دعوت قبول کر لی۔

بغداد میں داخل ہوا - اور شاہی محل میں آترا - مگر اسحٰق بن ابراہیم نے انتہائی چالاکی سے کام لے کر اس کے سارے خدام بجز تین کے اس سے الگ کر لئے - اور جیسے ہی وہ تنہا ہوا - محل کے دروازے ہر سے مقفل کر دیئے اور ان پر تالے ڈال دیئے -

اب ایتاخ کو علم ہوا پکڑے گئے، مگر اب کیا ہو سکتا تھا - اس کی فوج سامرا میں پڑی تھی - اگر وہ اس دھوکا سے گرفتار نہ کیا جاتا تو متوکل کے قابو نہ آتا - اور اگر متوکل اس کو ختم کرنے کی جرأت کرتا تو ایتاخ اپنی ساری فوج کے ساتھ اس کی ایسی گوشمالی کرتا کہ متوکل کے ہوش ٹھکانے آ جاتے - مگر اب تو وہ بالکل بے دست و پا تھا -

تین دن اس محل میں قید رکھنے کے بعد، اسے اسحٰق کے مکان میں منتقل کر کے اس کے گلے میں ایک من وزنی طوق اور پاؤں میں بھاری بیڑیاں ڈال دی گئیں -

اور یہ بڑی سزا تھی، غریب اس کے بوجھ سے گردن سیدھی نہ کر سکتا - اور یہ سزا محض اس لئے اسے نصیب ہوئی - کہ اس نے ایک مطلق العنان بادشاہ کے ساتھ بے تکلفی برتی تھی -

اس عالم بے چارگی میں کئی دن مبتلا رہنے کے بعد وہ اس دنیا کو چھوڑ گیا - اس کے ساتھ اس کے جو دو بیٹے گرفتار ہوئے تھے - وہ اس کے بعد تک گرفتار رہے -

سخت روی

متوکل کے مزاج میں جہاں تندی اور سختی تھی، وہاں ایک قسم کا تعصب بھی تھا۔ اسی تعصب کی بنا پر اس نے ذمیوں کے بارے میں ایک فرمان جاری کیا۔

ذمی گیروے رنگ کے طیلسیاں (چوغہ کی قسم) پہنیں زنار باندھیں ایسے چار جاموں پر سوار ہوں جن میں لکڑی کی کاٹھی ہو، جامے کے پیچھے دو گولے بنے ہوں۔ جو ٹوپیاں پہنیں ان کا رنگ مسلمانوں کی ٹوپیوں سے الگ ہو۔ اس طرح ذمیوں کے غلاموں پر بھی پابندی لگائی گئی

ذمیوں کے گھروں کے متعلق حکم ہوا۔ ان کے باہر کے دروازوں پر شیطان کی روباہتی تصویر کندہ کی جائے۔

جتنے نئے معبد بنائے گئے تھے انہیں گرانے کا حکم بھی جاری ہوا۔ صرف پرانے معبد قائم رکھے گئے۔

جن ذمیوں کے گھر وسیع اور کشادہ تھے۔ انہیں تنگ کر کے ان کے ایک حصے میں مسجد بنوانے کا فرمان بھی جاری ہوا۔

ایسے سرکاری دفاتر، جہاں مسلمانوں کے مسائل پیش ہوتے ذمیوں پر بند کر دیئے گئے۔ ان کے بچوں کو خالص اسلامی درس گاہوں میں تعلیم پانے کی بھی ممانعت کر دی گئی۔ ان کے قبرستانوں اور مسلمانوں کے قبرستانوں میں امتیاز پیدا کرنے کے لئے حکم ہوا کہ کوئی قبر زمین کی سطح سے بلند نہ رکھی جائے۔

متوکل کے خیال میں یہ ایک بڑی خدمت تھی جسے اس نے انجام

دیا ہنیں جانتا تھا اس کے اس فعل سے اسلامی رواداری پر حرف آئے گا
مگر اسے اس کی پروا تو تب ہوتی جب اس کے اپنے افعال مسلمانوں
جیسے ہوتے ۔

ولیعہدی

۲۳۵ھ ہجری کے ماہ ذی الحجہ میں متوکل نے اپنے تینوں بیٹوں کو یکے
بعد دیگرے اپنا ولیعہد بنایا ۔ تینوں کے لئے عوام سے بیعت لی ۔ محمد کو
منتصر ، ابو عبداللہ ، زبیر کو معتز ، اور ابراہیم کو مؤید خطاب دیا ۔ ہر ایک
کو ولیعہدی کے نشان کے طور پر دو دو پرچم دیئے ۔ ایک سیاہ ، دوسرا
سفید ۔

اپنی حکومت تین حصوں میں بانٹ دی ۔ محمد کو یہ حصے دیئے ۔ افریقیہ
بلادِ مغرب ، جندِ قنسرین ، عواصم ، شام کے سرحدی علاقے ۔ جزیرے
کے سرحدی علاقے ۔ دیار مضر ، دیار ربیعہ ۔ موصل ، ہیت ، عانات
خابورہ ، قرقیسیا ، کورہ باجرمی ۔ کورہ تکریت ، طساسیج سواد ، کور دجلہ ،
حرمین ۔ یمن ۔ حضر موت ۔ یمامہ ۔ بحرین ، سندھ ، مکران ۔ قندابیل
فرج بیت الذہب ، کورا ہواز ۔ سامرا کے فلہ خانے ۔ ماہ کوفہ ۔ ماہ بصرہ
ماسبذان ۔ مہرجان قذق ، شہر زور ، درآباذ ، صامغان ، اصبہان ،
قم ، قاسان ، علاقہ کوہستان ۔

معتز کو یہ جگہیں ملیں ۔
کورِ خراسان اور تعلقات ۔ طبرستان ، رے ، آرمینیا ، آذربائیجان
کورِ فارس ۔

اس کے علاوہ ۲۴۰ھ ہجری میں تمام بیت المال اور ٹکسالیں بھی اسے عطا ہوئیں۔ اس کے نام کے سکے بھی چلائے گئے۔

چھوٹے بیٹے مؤید کو ذیل کے علاقے عطا ہوئے۔

جند دمشق۔ جند حمص۔ جند اردن، جند فلسطین،

متوکل نے ہارون کی طرح ایک بیعت نامہ بھی لکھوایا۔ اس بیعت نامہ کی رُو سے، ایک کو دوسرے پر زیادتی کرنے یا ایک دوسرے کا حق مارنے کی ممانعت کر دی گئی۔

آرمینیہ میں بغاوت

یوسف بن محمد، آرمینیہ کا گورنر تھا۔ اس نے بطریق بقراط کو امان دینے کے بعد گرفتار کر کے متوکل کے پاس بھیج دیا۔ تو آرمینیہ کے تمام بطریق یوسف بن محمد کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے چاروں طرف سے حملہ کر کے اس کے قصر کو گھیر لیا، یوسف بن محمد نے اپنی فوج کے ساتھ ان کا مقابلہ تو کیا۔ مگر ہارا اور قتل ہوا۔

متوکل کو اس بغاوت کی اطلاع ہوئی تو اس نے بغا کبیر کو حکم دیا۔ اپنی فوج لے کر آرمینیہ جائے۔

بغا کبیر آندھی کی طرح اٹھا اور سارے آرمینیہ پر چھا گیا۔ پہلے ارزن آیا۔ اس کی چار دیواری توڑ دی، اور اس کے مغرور سردار اور اس کے ساتھیوں کا سر کچل کر دبیل پہنچا۔ ایک مہینہ تک محاصرہ رہا۔ دبیل فتح ہوا۔ تو تفلیس پہنچا۔ شہر کے لوگوں نے سخت مدافعت کی۔ مگر بغا کبیر کے سامنے جم نہ سکے۔ بغا نے ان کے شہر کو جلا ڈالا،

پچاس ہزار آدمی اس آگ کی نذر ہوگئے، پھر صغدبیل کی باری آئی، پر بھی فتح ہوا تو قلعہ کیس پر چڑھائی کی اور اس طرح ان بطریقوں میں سے ایک ایک کو سزا ملی جو یوسف پر حملہ کرنے میں شریک تھے۔ اور ان کے ساتھ جو لاکھوں عوام مارے گئے۔ وہ الگ تھے۔

محسن کشی

قاضی احمد بن ابی داؤد نے متوکل پر جو احسانات کئے۔ ان کا بدلہ متوکل نے انہیں ۲۳۷ھ ہجری میں عطا کیا۔ ان کی ساری جائیداد چھین لی اور انہیں ان کے بیٹوں اور دوسرے گھر والوں کو قید کر دیا۔ ان کے بیٹے ابوالولید نے ایک لاکھ بیس ہزار دینار۔ اور جواہرات نذر کئے تو بھی سختی کم نہ ہوئی، پھر اپنا گھر اور سارا سامان بیچ کر ایک لاکھ ساٹھ ہزار درہم نذر میں لایا۔ اس طرح گو قید کی سختی تو معاف ہو گئی۔ مگر رسوائی نے دو مہینے کے اندر اندر باپ بیٹوں کا کام تمام کر دیا۔

حمص میں بغاوت

۲۳۷ھ ہجری میں بغاوت ہوئی، ابن خلدون نے اس بغاوت کا سبب حمص کے گورنر کی سخت روی کو قرار دیا ہے۔ اس کا خیال ہے۔ چونکہ موسیٰ بن ابراہیم نے حمص کے بعض رؤسا کو قتل کر دیا تھا، اس لئے۔ عوام باغی ہو گئے۔ اس کے محل پر چڑھ آئے۔ اس

کے کئی آدمی مار دیئے اور اسے گرفتار کر لیا۔ متوکل نے اس کی جگہ محمد بن عبد کو بھیجا۔ اس نے بھی نرم روی کی بجائے سختی برتی حمص کے لوگ اس سے بھی بدظن ہو گئے۔ اس کے خلاف بھی ہنگامے بپا کئے۔ ان ہنگاموں کو فرو کرنے کے لئے دمشق اور رملہ کی شاہی فوجیں آئیں۔ کئی معرکے ہوئے۔ حمص والے دب گئے۔ اور ہر طرف امن قائم ہو گیا۔

فتنہ بجاۃ

جن دنوں مصر فتح ہوا بجاۃ اور اسلامی حکومت میں ایک معاہدہ ہوا، اس معاہدہ کی رو سے بجاۃ کی سونے کی کانوں میں سے پانچواں حصہ اسلامی حکومت کا حق قرار دیا گیا، مگر متوکل کے عہد میں ان کے بادشاہ علی بابا نے یہ پانچواں حصہ بھی بھیجنا بند کر دیا۔ تو متوکل نے محمد بن عبداللہ قمی کو بیس ہزار سپاہ اور بہت سا ساز و سامان دے کر بجاۃ بھیجا۔ بجاۃ اور اسلامی سرحدیں ایک مہینہ کی مسافت تھی۔ رستہ بہت دشوار گذار اور بے آب و گیاہ تھا۔ محمد بن عبداللہ خود خشکی کے رستے چلا، البتہ ساز و سامان اور خوراک کے بڑے بڑے جہازوں پر لاد کر بحرِ قلزم کے ذریعہ بجاۃ کی طرف بھیجے۔

محمد بن عبداللہ ایک مہینے کی مسافت طے کر کے۔ جب بجاۃ کی سرحد پر پہنچا تو علی بابا چالیس ہزار سواروں کے ساتھ مقابلہ میں آیا۔ اور لڑائی شروع کر دی، مگر لڑائی کی رفتار بہت دھیمی

رکھی اس کا خیال تھا کہ اس طرح آہستہ آہستہ لڑنے سے شاہی فوج کے غلّے کے ذخیرے کم ہو جائیں گے اور وہ بن لڑے ناکام لوٹنے پر مجبور ہو جائے گی، مگر جب بحیرۂ قلزم کے رستے غلّے اور دوسرے ساز و سامان سے لدے جہاز بجاۃ کے ساحل پر آ اترنے لگے تو علی بابا کو اپنی غلط فہمی کا علم ہوا اور لڑائی کی آگ تیز ہو گئی پہلے دن علی بابا کی فوج نے بڑے حوصلے دکھائے، مگر ساری فوج اونٹوں پر لدی تھی۔ اور یہ اونٹ بار بار بدک جاتے تھے۔ محمد بن عبداللہ نے اس دن بڑے غور سے یہ تماشا دیکھا اور جب دوسری صبح لڑائی کا آغاز ہوا تو محمد بن عبداللہ نے اپنے تمام گھوڑوں کے گلوں میں خوب زور زور سے بجنے والی گھنٹیاں باندھ دیں آج اونٹ خوب بدکے۔ اور صفیں منتشر ہو گئیں۔ صفیں بگڑیں۔ تو سوار ہمت ہار گئے۔ اور بھاگے۔ علی بابا بھی بھاگا، مگر محمد بن عبداللہ نے ان کا تعاقب کیا، ہزاروں آدمی مار ڈالے ہزاروں قید ہوئے علی بابا نے ہتھیار رکھ دیئے۔ اور مصالحت کی درخواست کی۔ عبداللہ قمی نے اس شرط پر یہ درخواست قبول کر لی کہ اب تک کا تمام زرِ خمس ادا کر دیا جائے۔ علی بابا نے یہ بات مان لی تو محمد نے اسے اس کا ملک واپس دے دیا۔ اور علی بابا کو ساتھ لے کر سامرا آیا۔ متوکل نے علی بابا کی خوب خاطر تواضع کی۔ خلعت و بیٹھے۔ اور مکہ سے لے کر مصر تک کے رستہ کی حکومت اسے سونپ دی۔ متوکل کی طرف سے بجاۃ میں محمد قمی ریذیڈینٹ مقرر ہوا اور بجاۃ میں ہر طرف امن و امان قائم ہو گیا۔

رومی حملہ آور ہوئے

۲۳۸ھ ہجری میں جبکہ مصر کی سرحدی فوجیں اپنی جگہوں سے ہٹ کر چند دنوں کے لئے مصر آئی تھیں۔ رومی سو کشتیوں میں لد کر دمیاط کے ساحل پر اترے۔ دمیاط کو خوب لوٹا، جامع مسجد اور دوسرے مکانوں کو جلایا اور لوٹا ہوا سامان کشتیوں میں لاد کر تنیس آئے۔ اس کو بھی لوٹا اور جلایا اور پھر کشتیوں میں لد کر جس راہ آئے تھے اسی راہ واپس ہو گئے۔ وہ اپنے ساتھ بہت سے مسلمانوں کو پکڑ کر لے گئے تھے۔

اس طرح کے حملہ کی خبر جب متوکل کو پہنچی تو اس نے علی بن یحییٰ کو روم کی سرحد پر بھیجا۔ خوب معرکے ہوئے۔ اور رومی فوجیں پیچھے ہٹ گئیں۔ اور روم کی ملکہ تدورہ نے متوکل سے مصالحت کی درخواست کی۔ مصالحت ہوئی اور قیدی بدل لیے گئے۔ مگر رومیوں نے پھر بد عہدی کی عین زربہ پر رات کے وقت چڑھ آئے اور وہاں جتنے مسلمان مقیم تھے انہیں اور ان کے بیوی بچوں کو گرفتار کر کے رات ہی رات میں بھاگ گئے۔

پھر سمیاط پر حملہ آور ہوئے۔ دس ہزار مسلمان گرفتار کیے۔ مکانات لوٹ لیے، سرحدی اور جزیرہ شہروں کو برباد کر کے واپس گئے۔ یہ بڑے بڑے ہوئے حملے تھے اور اگر چند دن یہی حالت رہتی تو تمام سرحدی علاقے برباد ہو جاتے۔ یہ عالم دیکھ کر متوکل نے عام جہاد کا حکم دیا اور لغا کبیر کو ایک بہت بڑی فوج اور

سازو سامان دے کر روم کی طرف بھیجا۔
لغا کبیر روم کے بہت سے شہروں اور قصبات پر آندھی کی
طرح بڑھا، قدم قدم پر لڑائیاں لڑیں، شہر برباد کئے ۔ اور
اس طرح روم میں ہر طرف تباہی ہی تباہی مچادی۔
لغا کبیر کے علاوہ علی بن یحییٰ، عمر بن عبداللہ اور قہر شامی
بھی روم پر حملہ آور ہوئے ۔ بے شمار قیدی اور لونڈیاں
پکڑیں۔
پھر فضل بن قاران ایک جنگی بیڑہ لے کر انطاکیہ پر حملہ آور ہوا
انطاکیہ فتح کیا ۔ اور ہزاروں عیسائی قید کر کے واپس ہوا۔

انجام کو پہنچا

متوکل نے چودہ سال دس مہینے حکومت کی اور کاروبار سلطنت
میں کوئی خاص انتشار پیدا نہیں ہوا، مگر چونکہ وہ کثرت سے شراب
پیتا۔ اور شراب پینے کے بعد ہوش کھو بیٹھتا۔ اس لئے ایسی باتیں
کر گزرتا جس سے اس کے مصاحبین اس سے دل برداشتہ رہتے۔
اپنے آباؤ اجداد کی طرح مضبوط ارادہ اور کردار نہ رکھتا تھا۔ اس لئے
مصاحبین پر قابو نہ پا سکتا، محمد بن عبدالملک عمر بن فرج، ایتاخ
اور قاضی احمد ابن ابی داؤد کے قتل کے بعد اکثر مصاحبین اس سے
ڈرنے لگے تھے۔ مگر یہ ڈر اس وقت تک کوئی خطرناک صورت اختیار
نہ کر پایا۔ جب تک شہزادے اس کے طرفدار رہے، اور یہ شہزادے
آخری دنوں میں اپنے باپ سے بددل ہو گئے تھے، خصوصیت

سے بڑا شہزادہ جسے متوکل نے اپنے بعد اپنا جانشین بنایا تھا۔ اس سے سخت بد دل تھا۔

ابن خلدون کا بیان ہے۔ کہ باپ اور بیٹے میں اختلاف کا سبب یہ ہوا کہ متوکل نے مامون کے مذہب سے انحراف کر لیا تھا۔ وہ علی الاعلان حضرت علی کو برا بھلا کہتا۔ اور اس کے مصاحب تو عام مجلس میں حضرت علی میں برائیاں نکالتے۔ اور متوکل شراب کے جام سامنے رکھ کر ان کی باتیں ہنس ہنس کر سنتا منتصر کو یہ باتیں سخت ناگوار گذرتیں۔ وہ باپ کو تو ڈانٹ نہ سکتا مگر مصاحبین سے کہتا اسے پکڑ کر شراب پلا دو۔ اور وہ اسے پکڑ کر خوب شراب پلاتے اور متوکل قہقہہ پر قہقہہ لگاتا۔ یہ انداز بادشاہوں کا نہ تھا، یہی وجہ تھی کہ باپ اور بیٹے میں علی الاعلان تکرار ہوتی بیٹا کہتا۔ آپ اپنے آبا و اجداد کے مذہب سے منحرف ہو گئے ہیں۔ علی ہمارے خاندان کے بزرگ اور ہمارے شیخ ہیں آپ کم سے کم اس بات کا لحاظ تو کیجئے۔

متوکل جواب میں اسے بہت گندی گالیاں دیتا۔ کبھی کبھی اس پر ہاتھ بھی چھوڑ بیٹھتا اور اپنے وزیر عبداللہ بن یحیٰی کو حکم دیتا اس گستاخ کو محفل سے نکال دو۔ ابن یحیٰی اسے نکال دیتا اور منتصر باپ کے خلاف۔ بس گھونٹ۔ اپنے محل میں آ جاتا۔

اس بے ہودگی کے علاوہ متوکل جب بھی جمعہ کی نماز پڑھانے کے لئے منتصر کو حکم دیتا اور وہ غریب نماز کی تیاری کے لئے مسجد پہنچ جاتا۔ تو متوکل اپنے تلون کی وجہ سے اپنے چھوٹے بیٹے

کو امامت کے لئے بھیج دینا اور اس سے منتصر کی بہت بے عزتی ہوتی۔ یہی دن تھے کہ متوکل بغا کبیر سے ناراض ہوا اور اسے رومی سرحد پر بھیج دیا۔ بغا کبیر کے بعد وصیف پہ توجہ ہوئی۔ اس کے مال اسباب اور جاگیر کو ضبط کر کے فتح بن خاقان کو دے دی، وصیف کو سخت رنج ہوا، وہ منتصر کے پاس آیا۔ اور متوکل کے قتل کی سازش کی خدام کی ایک جماعت تیار ہوئی کہ متوکل پر اس وقت حملہ کر دے۔ جب وہ شراب سے جی بہلا رہا ہو۔

شوال کی چوتھی تاریخ تھی، جب یہ لوگ متوکل کی آرام گاہ میں داخل ہوئے۔ متوکل اس وقت فتح بن خاقان کے ساتھ بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ ان لوگوں کے آنے کی آہٹ پا کر پوچھا، یہ کون لوگ ہیں؟ بغا نے جو محل کا داروغہ تھا جواب دیا۔ یہ لوگ آج رات محل پر پہرہ دیں گے۔

متوکل مطمئن ہو گیا اور شراب پینے لگا۔ اچانک یہ سب کے سب بغلی دروازہ سے نکل کر اس پر ٹوٹ پڑے۔ فتح بن خاقان ان میں اور متوکل میں حائل ہو گیا، لیکن بلوائیوں نے اس کی بھی پروا نہ کی۔ اسے بھی مار ڈالا اور متوکل کے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔

متوکل اور فتح بن خاقان کو قتل کرنے کے بعد یہ لوگ منتصر کے پاس آئے۔ اس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی منتصر نے یہ خبر وصیف کو لکھ بھیجی۔ اور جھوٹ بولا، غفلت میں فتح بن خاقان نے میرے باپ کو قتل کر دیا تھا۔ . . . . میں نے اس کے بدلہ میں

فتح بن خاقان کو مار ڈالا ہے۔ وصیف بھاگا بھاگا آیا منتصر کی بیعت کی اور اس کے ساتھ ہو کر محل کو چلا۔

جب منتصر وہاں پہنچا تو محل میں ایک شور بپا تھا، باندیاں اور حرم کی دوسری عورتیں بری طرح رو رہی تھیں منتصر نے ان سب کو تسلی دی۔ اپنے بھائیوں معتز اور موید کو بلا کر ان سے تعزیت کی اور پھر اپنی بیعت لے لی عبیداللہ بن یحییٰ کو جب اس افسوسناک حادثہ کا علم ہوا تو وہ بہت پریشان ہوا۔ گو اس کے محل کے چاروں طرف دس ہزار سپاہ جمع ہو گئی تھی کہ متوکل کا انتقام لے مگر عبیداللہ نے جذبات پر قابو پایا اور ان لوگوں کو جھگڑا بڑھانے سے روکا۔ یہ لوگ وہاں سے ہٹ کر محل پر آ گئے منتصر نے شور سنا تو محافظ فوج کے ساتھ باہر آیا۔ ان لوگوں کو سمجھایا کہ لوٹ جائیں۔ مگر وہ نہ مانے۔ اور وصیف کو ان پر سختی کرنی پڑی، چھ آدمی کام آئے باقی بھاگ نکلے۔

صبح ہوئی تو منتصر نے دربار عام کیا۔ احمد بن خصیب کو اپنا وزیر بنایا اور وصیف کو تمام فوجوں کی سپہ سالاری بخشی۔

احمد بن خصیب اور اس کے ساتھی معتز اور موید سے خوش نہ تھے وہ ہر صبح و شام منتصر کے کان ان کی طرف سے بھرتے رہتے۔ یہاں تک کہ منتصر کو اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ لوگ ان دونوں کو قتل نہ کر دیں۔ اس نے دونوں کو بلایا۔ گلے لگایا اور حالات سمجھائے۔ دونوں نے اپنی خوشی سے خلافت سے دستبرداری لکھ دی۔ دربار عام ہوا،

اور یہ تحریر پڑھ کر سنائی۔ دونوں اب بے فکر اور اپنے دشمنوں کے ہاتھوں سے محفوظ ہو گئے تھے۔ مگر وہ جس نے ان دونوں کی حفاظت کا بندوبست کیا تھا۔ دشمنوں سے محفوظ نہ تھا۔

یہی احمد بن خصیب جسے اس نے وزارت کے لئے چنا تھا۔ اس کے خلاف پر تول رہا تھا، پہلا حملہ جو اس وزیر نے منتصر پر کیا۔ وہ وصیف کی جدائی تھی۔ اس نے منتصر کو وصیف کے خلاف اکسا کر اسے رومی سرحد پر بھیج دیا۔ اور پھر ابھی چھ مہینے بھی نہ گزرنے پاتے تھے۔ کہ اسے زہر دلوایا۔ زہر دینے کے سلسلہ میں طبری نے کئی روایتیں بیان کی ہیں ایک روایت کی رو سے اس کے کان میں زہر ڈالا گیا، دوسری کی رو سے اسی کے طبیب نے ایک زہر آلود نشتر سے اس کی فصد کھولی، تیسری کی رو سے اسے کھانے میں زہر دیا گیا۔ بہر حال جو صورت ہو۔ وہ چھ مہینے کے اندر ہی اس دنیا سے چل بسا۔

بےبسی کا دور

اکتالیسواں باب

اور یہ عجیب بے بسی اور بے چارگی کی منزل تھی ؛ جہاں عباسی شہزادوں کا کارواں اترا تھا ۔ ان کی باگ ان کے ہاتھوں میں نہ تھی ۔ ترک غلاموں کے پنجوں میں تھی ۔ اور وہ جہاں چاہتے انہیں لے جاتے ۔

گو اس بے بسی کا آغاز واثق کے وقت سے ہو چکا تھا ۔ مگر اس وقت کم سے کم عباسی سواروں میں اتنی قوت ضرور تھی ، کہ وہ سیاست کے گھوڑے کو جدھر چاہتے ، موڑ لیتے ۔ مگر متوکل کے قتل نے ان سے یہ قوت بھی چھین لی ، متوکل اچھا آدمی نہ تھا ۔ اس میں وہ دُور بینی اور سیاست نہ تھی جو اس کے آباؤ اجداد کے حصے میں آئی ، مگر جوڑ توڑ کر لیتا تھا ، ایک سردار کو دوسرے سردار سے لڑا دینے کی ہمت اس میں خوب تھی ۔ مگر اس بیچارے منتصر میں یہ جوہر نہ تھا ۔ اور پھر ابھی وہ اچھی طرح سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ زہر کی نذر ہو گیا ، اور ابوالعباس

احمد بن محمد بن معتصم مٹی کے مادھو کی حیثیت سے تخت پر جلوہ فرما ہوا اور مستعین باللہ لقب پایا۔

اس طرح خلافت معتصم کے دوسرے بیٹے کو پہنچ گئی - اور متوکل کی اولاد اس سے محروم کر دی گئی۔

مستعین باللہ نے احمد بن خصیب کو چیف سیکرٹری بنایا اور اتامش کو وزارت دی - یوں بظاہر یہ وزارت اور نظارت تھی - لیکن بباطن یہ اقرار تھا کہ تمہارے بغیر ہم کسی کام کے نہیں ہیں - یہ تمہارا احسان ہے کہ تم نے ہمیں گدی پر بٹھا دیا ہے - اور یہ گدی نری کانٹوں کی سیج تھی - اسی دن جبکہ مستعین بے چارے نے خلافت کی عبا پہنی تھی - اور جلوس کی صورت میں دربار عام کی طرف بڑھ رہا تھا، فوج کے ایک ہزار سپاہیوں اور شہر کے کچھ دوسرے لوگوں نے اس کا رستہ روکا - اور یا معتز اور یا منصور کے نعرے لگانے لگے - احمد بن خصیب اور اتامش کے آدمی ان پر دوڑ پڑے - دونوں میں خوب معرکہ ہوا ، ادھر جنگ ہو رہی تھی ، دوسری طرف خزانہ شاہی اور اسلحہ خانے لٹ رہے تھے۔

یہ لڑائی اور ہنگامہ دوسرے دن تک جاری رہا ، دونوں طرف سے ہزاروں آدمی کام آئے - اور آخر میں احمد بن خصیب اور اتامش کو مخالفین کو روپیہ دے کر ان کے ساتھ سمجھوتہ کرنا پڑا اور حالات بظاہر سکون پا گئے - اور اقتدار کی باگ ان دونوں کے ہاتھوں میں آ گئی - اقتدار نصیب ہوا ، تو دشمنوں پر توجہ کی - ان کا سب سے پہلا حملہ عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان پر ہوا ، وہ غریب

حج کو گیا تھا۔ کہ رستہ ہی میں پکڑا گیا اور برقہ میں جلاوطن کر دیا گیا پھر معتز اور موید کی باری آئی مستعین نے ان کے محل، ان کے خزانے۔ ان کے گھوڑے۔ زمینیں، جواہرات اور لونڈیاں ان سے چھین لیں۔ اور بظاہر ان کو خریدنے کا ڈھونگ رچایا۔ ان کی ہر چیز کی نیلامی بولی گئی، بیس ہزار دینار قیمت ٹھہری، اور یہ دینار بھی نقد نہیں دیئے، ان کی اپنی جائیداد میں سے بیس ہزار سالانہ آمدنی کی زمین ان کے حق میں باقی رکھی گئی۔

طبری کا بیان ہے کہ صرف معتز کی جائیداد اور سامان کی قیمت کم سے کم ایک کروڑ دینار تھی اور جو جائیداد اور سامان موید کے پاس تھا وہ تیس لاکھ دینار کی مالیت سے کسی طرح کم نہ تھا۔

وہ تو بےچارے قتل ہونے سے بچے اور ان کے لئے یہ ہی غنیمت ہوا کہ اس فریب کے ذریعہ اُن کی جان بچی۔

مگر چند دن بعد اُن سے آزاد نہ پھرنے کا شرف بھی چھین لیا گیا، دونوں قید ہوئے، اور جو کچھ پاس رہ گیا تھا وہ بھی ترکوں نے چھین لیا۔ احمد بن خصیب نے جو چال چلی تھی۔ اس کا نشانہ وہ خود بھی بنا۔ ترک فوج نے اسے پکڑ لیا، اس کا مال اسباب چھین لیا اور اقریطش میں جلاوطن کر دیا۔

احمد بن خصیب کی جلاوطنی سے حکومت کا سارا کاروبار اب محض ترکوں کے ہاتھ میں تھا، وہی کاتب بھی تھے اور وہی وزیر بھی۔ اتامش ان سب میں بازی لے گیا تھا، وہ مستعین کی طرف سے جو چاہتا کرتا۔ کوئی روک ٹوک نہ تھی، اتامش کے ساتھ جو لوگ

تھے۔ وہ چونکہ ذمہ دار نہ تھے۔ ہر جگہ لوٹ مار کرتے، بغداد اور سامرا میں، انہوں نے عجیب کہرام مچا رکھا تھا۔ بازار میں نکلتے۔ جس دوکان کو چاہتے لوٹتے اور جسے چاہتے مار بیٹھتے۔

ردِ عمل

اس کا یہ ردِ عمل ہوا کہ بغداد کے لوگ ان بدمعاشوں اور لٹیروں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، ان میں زیادہ تر عرب تھے۔ انہوں نے نصر بن مالک کا قید خانہ کھول دیا، اور سارے اخلاقی مجرموں کو رہائی بخش دی کہ طوفان مچائیں، اور اس طوفان کا آغاز بغداد کے بڑے پل سے ہوا، انہوں نے اس پل کے ایک حصّہ کو توڑ دیا اور دوسرے کو آگ لگا دی، کشتیاں ڈبو دیں، اس کے آس پاس کے دفاتر لوٹ لئے اور کاغذات جلا دیئے۔

بغداد کے اس ہنگامے کا اثر سامرا پر بھی پڑا۔ وہاں کا قید خانہ بھی کھول دیا گیا اور مجرموں کو آزادی دے دی گئی کہ من مانی کارروائی کریں۔ اور یہ کارروائی خوب ہوئی، ہر طرف لوٹ مار کا بازار گرم ہوا، اتامش وصیف اور بغا ان لوگوں کے مقابلہ میں آئے مگر شکست کھائی، لوگوں نے وصیف پر پتھر پھینکے اور اسے زخمی کر دیا۔ وصیف نے اس گستاخی کا انتقام لیا اور سب سے بڑی تجارتی منڈی ... میں مٹی کا تیل پھنکوا کر آگ لگا دی۔ اس طرح یہ ہنگامہ ذرا فرو ہوا۔ آگ دب گئی مگر اس کے شعلے اندر ہی اندر سلگتے رہے۔

اس آگ کو دبانے کے بعد اتامش کا اقتدار بہت بڑھ گیا۔ وہ

شاہک مستعین کی ماں، اس کا کاتب۔ اور مستعین کا بیٹا عباس بیت المال کو جس طرح چاہتے لوٹتے۔ انہوں نے بیت المال میں سے تمام جواہرات نکال لئے۔ اور دیناروں سے بھری ہوئی تھیلیاں ایک دوسرے میں بانٹ کر گھر لے گئے۔ بیت المال کو اس بری طرح لٹتے دیکھ کر فوج خاصہ کے سپاہی بگڑ گئے۔ اور انہوں نے اتامش کے خلاف افواہیں پھیلانی شروع کر دیں، وصیف اور بغا نے جو اتامش کی وجہ سے بے کار ہو گئے تھے ان لوگوں کی سرپرستی کی یہ لوگ اکٹھے ہو کر ایک دن اتامش پر چڑھ آئے۔ اسے محل میں سے نکال کر قتل کر دیا۔ اور اس کا سارا سامان لوٹ لیا۔ اتامش کی جگہ ان موالیوں کے سرگروہ ابو صالح عبداللہ بن محمد کو ملی، اس نے کچھ دن وزارت کی مگر موالی اس سے بھی بدظن ہو گئے۔ وہ ہشیار آدمی تھا۔ ان لوگوں کو بدظن پا کر وزارت چھوڑ کر بھاگ نکلا۔

یہی دن تھے کہ حضرت علی کی اولاد میں سے ایک صاحب یحیی بن عمر نے کوفہ میں مستعین کے خلاف خروج کیا۔ بہت سے لوگ ان کے ساتھ ہو گئے۔ محمد بن عبداللہ کی طرف سے جو فوجیں ان کے مقابلہ میں بھیجی گئیں، شروع میں تو یحیی نے ان کو شکست دی مگر بعد میں جب ان فوجوں کو کمک پہنچ گئی۔ تو انہوں نے یحیی اور اس کے ساتھیوں کو گھیر لیا۔ یحیی مارے گئے۔ اور ان کے بہت سے ساتھی گرفتار ہوئے۔

طبرستان پر اثر پڑا

بغداد اور سامرا میں جو گزر رہی تھی اس کا اثر مملکت کے دوسرے مقامات پر بھی پڑا، سب سے زیادہ اثر طبرستان نے قبول کیا۔ کچھ اس لئے بھی کہ وہاں کے گورنر سلیمان نے مختلف مقامات پر جو ڈپٹی کمشنر مقرر کر رکھے تھے وہ رعایا پر سخت ظلم کرتے۔ پہلے تو رعایا یہ ظلم خاموشی سے برداشت کرتی رہی، لیکن جب یہ ظلم حد سے بڑھ گئے تو قریب قریب طبرستان کی ہر بستی اور ہر قریہ کے لوگ ایک بڑی سازش میں شریک ہو گئے۔ یہاں تک کہ دیلم کے بادشاہ اور دیلم کی ساری آبادی ان سے آن ملی۔ مگر اس سازش کی ایک کڑی ابھی ڈھیلی تھی۔ کوئی ایسا آدمی ان کے پیش نظر نہ تھا۔ جسے وہ سب امام مان کر اس کے جھنڈے تلے جمع ہو سکتے۔ حضرت علی کی اولاد میں سے جو لوگ طبرستان رہتے اس بات کے لئے تیار نہ تھے۔ پھر پھرا کر ان کی نگاہ حضرت حسن بن زید پر اٹھی۔ حسن بن زید دیلم کے ایک گوشۂ عافیت میں رہتے تھے۔ سارے لوگ ان کے پاس آئے۔ اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے انہیں اپنا امام بنا لیا۔

اسی طرح حسن بن زید کے ساتھ ایک بڑی فوج جمع ہو گئی۔ اور یہ طبرستان کے شاہی متعمروں پر حملہ آور ہوئے۔ پہلا حملہ آمل پر کیا۔ آمل کے کمشنر ابن اوس نے ان سے مقابلہ کیا۔ دونوں فوجوں میں بڑے زور کی لڑائی ہوئی، ابن اوس نے شکست کھائی اور آمل چھوڑ کر ساریہ بھاگ گیا۔

یہ پہلی فتح تھی۔ اس سے حسن بن زید اور ان کے ساتھیوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے۔ فوج کی حالت درست ہو گئی۔ تو حسن بن زید ساریہ کی طرف بڑھے۔ ساریہ صوبہ کا دارالحکومت تھا۔ یہاں کا گورنر سلیمان یہیں رہتا تھا۔ سلیمان حضرت حسن بن زید کی پیش قدمی کی خبر سنکر ایک بڑی فوج لے کر مقابلہ میں آیا مگر بہت بری طرح شکست کھائی اور حضرت حسن بن زید اپنی ساری فوج کے ساتھ شہر ساریہ میں داخل ہو گئے۔

شہر ساریہ میں داخلہ کے معنی یہ تھے کہ سارے طبرستان پر ان کی حکومت تسلیم کر لی گئی ہے۔ یہی سلیمان اور اس کے عامل روکاوٹ تھے، یہ بھاگ کر جرجان چلے گئے تو طبرستان میں کیسی اور نے مزاحمت نہیں کی، حضرت حسن بن زید نے طبرستان کے ہر شہر اور ہر قریہ میں اپنے آدمی مقرر کئے اور پورے صوبے میں اطمینان کی لہر دوڑا دی۔ صوبہ کا نظم ونسق درست کرنے کے بعد حضرت حسن بن زید نے رے پر چڑھائی کی۔ اسے بھی فتح کیا۔ اور زیدیہ حکومت کا دائرہ ہمدان تک پھیل گیا۔

اُن متواتر فتوحات کی خبریں مستعین کو پہنچیں تو وہ بہت بپٹایا اور اس نے ایک بڑی فوج اسماعیل بن فراشتہ کو دے کر ہمدان بھیجا، یہ فوج جس دن ہمدان آئی، ان دنوں رے کے لوگ حضرت حسن بن زید کے گورنر محمد بن جعفر کی سختیوں کی بنا پر اس سے ناراض ہو گئے تھے۔ اسمٰعیل نے ان کی اس ناراضگی سے فائدہ اٹھایا اور جعفر پر حملہ کر دیا، لڑائی جاری تھی کہ محمد بن عبداللہ بن طاہر

خراسان کے والی نے محمد بن میکائیل کے ساتھ ایک بڑی فوج ہمدان بھیج دی کہ اسمٰعیل کی مدد کرے - اب دو فوجیں ایک ساتھ مل کر جعفر پر ٹوٹ پڑیں - اس کی ہمت ٹوٹ گئی - وہ بھاگا اور مستعین کی فوجیں رے میں داخل ہو گئیں، حضرت حسن بن زید کو اس شکست کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے ایک اور فوج واجن کی سرکردگی میں یہاں روانہ کی واجن اور شاہی فوجوں میں بڑا سخت مقابلہ ہوا شاہی فوجیں ہاریں اور محمد بن میکائیل قتل ہوا - اب پھر رے پر حضرت حسن کا پھریرا لہرانے لگا - لیکن یہ پھریرا لفا کبیر نے اتار پھینکا - اور نہ صرف انہیں رے سے نکال دیا - بلکہ طبرستان بھی چھین لیا، اور حسن دیلم آ گئے -

بغداد میں

ادھر یہ عالم تھا، ادھر سامرا میں ایک اور طوفان اٹھا، اس طوفان کا آغاز ترکوں کے ایک نامور سپہ سالار اور لفا صغیر کے ایک مصاحب باغر کے قتل سے ہوا -

یہ باغر، وصیف لفا صغیر سے بہت جلتا تھا - اور اس سازش میں تھا کہ ان دونوں کو قتل کر کے خود حکومت کا کاروبار سنبھال لے - مگر اس کی سازش قبل از وقت ظاہر ہو گئی، اور وصیف اور لفا نے بل کو اسے مار ڈالا - اس کے قتل پر ساری ترک فوج مشتعل ہو گئی اور مستعین وصیف اور لفا کو بھاگ کر بغداد میں محمد بن عبداللہ بن طاہر کے مکان میں پناہ لینی پڑی -

محمد بن عبداللہ، ان کا طرفدار تھا۔ اس کی جمعیت بہت
تھی اس لئے ترکوں کو بغداد پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی، اور یہ
شورش کسی قدر دب گئی، مستعین نے اب بغداد ہی کو اپنا مستقر بنا
لیا، ترک اس سے بھی بہت پریشان ہوئے، مستعین کے پاس آئے۔
معذرت کی اور سامرا چلنے کی خواہش کی۔ مستعین ایک بار تجربہ کر
چکا تھا۔ دوبارہ تجربہ پر ہمت نہ ہوئی انکار کر دیا۔ اس کے اس
انکار سے ترک پھر مشتعل ہو گئے۔ واپس آگئے۔ اور خلیفہ کے
خلاف ایک بڑی سازش کرنے لگے۔

دوسرا خلیفہ

وہ خلیفہ کے بغیر رہ نہ سکتے تھے۔ انہیں خلیفہ کے ذریعہ لوگوں پر
حکومت کرنے کا چسکا پڑ گیا تھا خلیفہ بغداد جا بیٹھا تو انہوں نے
معتز کو قید سے نکالا، اور خلافت کے کپڑے پہنا کر سامرا کے تخت
پر بٹھا دیا۔ اب دو خلیفے ہو گئے۔ ایک سامرہ کا اور دوسرا بغداد کا
بغداد کی پشت پناہ محمد بن عبداللہ تھا۔ اور سامرہ کے نگہبان ترک
تھے۔

بغداد اور سامرہ میں کوئی زیادہ فاصلہ نہ تھا۔ دونوں دجلہ اور
فرات کے کناروں پہ آباد سے گئے تھے۔ سامرا کو کھانے پینے
کی ساری چیزیں بغداد ہی کے رستہ جاتی تھیں، محمد بن عبداللہ نے
سامرا کے لوگوں کو سزا دینے کے لئے پہلی کارروائی تو یہ کی کہ بغداد
کے رستہ جو غلہ یا سامان سامرا جاتا اس کو روک دیا، اور سخت

پہرہ لگا دیا کہ کوئی چیز وہاں نہ جانے پائے۔ اس کے باوجود سامرا کے لوگ راہ پر نہ آئے، وہاں بڑی چھاؤنی تھی اور بے پناہ سپاہی وہاں رہتے تھے اور خطرہ تھا کہ یہ لوگ بغداد پر نہ چڑھ آئیں۔ اس خطرہ کو روکنے کے لئے بغداد اور سامرا کے درمیان ایک بہت مضبوط فصیل بنائی گئی قلعے تعمیر ہوئے۔ لوہے کے برج بنے اور ان برجوں میں مستعد اور ہشیار فوج متعین کی گئی۔

ادھر یہ انتظام ہو رہا تھا۔ ادھر معتز محمد بن عبداللہ کو مستعین سے توڑنے کے لئے خط و کتابت شروع کی معتز نے محمد بن عبداللہ کو کئی خط لکھے اپنی بیعت کی دعوت دی، صلہ کی امیدیں دلائیں۔ مگر محمد بن عبداللہ اس کے بھرے میں نہیں آیا۔ اور سامرا کو جانے والے تمام رستے مسدود کر دیئے۔ پل توڑ دیئے اور بند کھول دیئے۔

مگر دونوں کی حالت ابھی ایسی نہ تھی کہ ایک دوسرے پر حملہ کر سکتے۔ بغا کا بیٹا موسیٰ ایک بڑی فوج کے ساتھ حمص میں ٹھیرا تھا۔ دونوں فریق نے اس سے خط و کتابت کی اور اپنی طرف بلایا مستعین نے بغداد آنے کو لکھا اور معتز نے سامرا میں طلب کیا۔ موسیٰ بغداد تو نہیں آیا، البتہ اپنی ساری فوج کے ساتھ سامرا پہنچ گیا۔ اس طرح سامرا کی فوجی طاقت بغداد کی قوت سے بہت بڑھ گئی۔ تو معتز نے اپنے بھائی احمد بن متوکل کو بغداد پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ احمد جب سامرا سے روانہ ہوا تو مشہور ترک سپہ سالار کلباتکین بھی اس کے ساتھ تھا۔

ابن خلدون کا بیان ہے کہ یہ فوج جو سیلاب کی طرح بغداد کی طرف بڑھی اس میں پچاس ہزار سپاہی تھے۔ انہوں نے رستہ کی ساری بستیاں لوٹ لیں اور یلغار کرتے بغداد کے دروازہ شماسیہ کے قریب آ ترپڑے مستعین کی طرف سے حسین بن اسمٰعیل ان کے مقابلہ میں آیا۔ دو دن تک دونوں فوجوں میں لڑائی نہیں ہوئی تیسرے دن لڑائی ہوئی تو بغداد والوں نے شکست کھائی اور شہر پناہ میں لوٹ آئے۔

اس شکست کا نتیجہ یہ ہوا کہ ترکوں نے نہروان پر قبضہ کر لیا۔ محمد بن عبداللہ کی جس فوج نے ان کا راستہ روکا۔ وہ ہار گئی، اور اس طرح بغداد کے وہ رستے بالکل مسدود ہو گئے جو اسے خراسان سے ملائے تھے۔ اس شکست کے بعد محمد بن عبداللہ کی طرف سے محمد بن خالد ایک بڑی فوج کے ساتھ مقابلہ میں آیا۔ اس نے بھی شکست کھائی، اور ترک بغداد کے دروازوں پر پہنچ گئے۔ اور اسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ باہر کی بستیاں اور بازار جلا دیئے یہ لڑائی کئی مہینوں چلی۔ بغداد کے لوگ بہت تنگ آ گئے۔ خود محمد بن عبداللہ، اور اس کے ساتھی بھی بلبلا اٹھے، تو انہوں نے معتز کے بھائی ابو احمد سے مصالحت کی درخواست کی۔ مصالحت کی پہلی شرط یہ تھی کہ مستعین معزول کر دیا جائے، دوسری شرط محمد بن عبداللہ نے اپنے لئے اور اپنی فوج کے لئے رکھی، کہ ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے اور ان کے اخراجات کے لئے پچاس ہزار دینار نقد اور تیس ہزار سالانہ کی جاگیر

عطا کی جائے۔ بغا کو حجاز کی اور وصیف کو جبل کی حکومت دی جائے۔ خراج کا تیسرا حصّہ محمد بن عبداللہ اور اس کی فوج کو ملے اور باقی دو ثلث موالی اور اتراک کو بخشے جائیں۔

یہ معاہدہ مرتب ہوا۔ اور مستعین نے معزول ہو کر معتز کی بیعت کر لی۔ شروع میں اس پر کوئی سختی نہیں کی گئی۔ مگر بعد میں اسے اس قدر پیٹا گیا کہ غریب مر گیا۔

معتز نے خلافت کے قرار کے بعد اپنے بھائی موید کو ولیعہدی سے نکال دیا اور اسے اور دوسرے بھائی ابو احمد کو جیل میں ڈال دیا۔ مگر جب اس پر بھی اس کے مشیر خوش نہ ہوئے تو موید کا گلا گھونٹ دیا گیا۔

احمد بن ابی اسرائیل کو وزارت سونپی گئی اور اسے اختیار ملا، جسے چاہے رکھے اور جسے چاہے مارے۔

گو معتز کے برسر اقتدار آجانے سے سلطنت کا انتشار کسی قدر دور ہو گیا تھا۔ مگر بغداد ابھی فتنوں سے پاک نہ ہوا تھا۔ اہل غرض جب چاہتے فوج کو بھڑکا دیتے۔ اور فوج محمد بن عبداللہ پر چڑھ دوڑتی۔ اور آخر میں تو یہ عالم ہوا۔ کہ کبھی محمد بن عبداللہ مارتا اور کبھی بغداد کی فوج شکست کھاتی۔

اور ان ہنگاموں میں بغداد کی اینٹ سے اینٹ بج گئی۔ بازار جل گئے۔ دوکانیں تباہ ہو گئیں اور مکان کھنڈروں میں تبدیل ہو گئے بغداد کے اس انتشار کا اثر سامرہ پر بھی پڑا، وہاں کی ترک اور مغربی فوجوں میں بھی چل گئی۔ بازاروں، گلیوں اور کوچوں میں لڑائی

ہنگامے برپا ہوتے۔ کبھی ترک غالب آتے اور کبھی مغربی، یہ ہنگامہ کبھی نہ کسی طرح فرد ہوا تو وصیف اور بغا کے ساتھی ترک ان سے بگڑ گئے۔ بغا تو بہانہ کر کے بچ گیا مگر وصیف قابو آ گیا اور انہوں نے اسے کلہاڑوں سے ذبح کر دیا۔ بغا یہاں سے تو بچ گیا مگر کچھ دن بعد مقتدر کے ہتھے چڑھا اور مقتدر نے اپنے مخصوص خادموں کے ذریعہ اسے مروا ڈالا، اور اس طرح دو وہ ترک سردار مقتدر کی راہ سے دور ہو گئے، جنہوں نے بڑی خرابی پیدا کر رکھی تھی، اور مقتدر سمجھنے لگا، اب کوئی دوسرا اس کو نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ مگر وصیف کا بیٹا صالح جس سے بغا کی بیٹی بیاہی گئی تھی مقتدر سے الجھنے لگا۔ اس کے ساتھ سارے ترک سپاہی اور کچھ مغربی فوج بھی تھی، سب سے پہلا الجھاؤ، مقتدر کے وزیروں اسماعیل ابن اسرائیل اور عیسیٰ ابن ابراہیم کے بارے میں پیدا ہوا، وصیف کا مطالبہ تھا یہ لوگ فوج کو وقت پر تنخواہ نہیں دیتے۔ یہ لوگ کہتے تھے، روپیہ نہیں ہے۔ وصیف نے ان تینوں کو پکڑ لیا۔ حالانکہ مقتدر نے مداخلت بھی کی۔ مگر وصیف نہیں مانا۔ انہیں پکڑ کر اپنے گھر لے گیا اور تینوں کو قید کر کے ان کے پاؤں میں پندرہ پندرہ سیر کی بیڑیاں ڈال دیں اور جب اس طرح بھی روپیہ وصول نہیں ہوا۔ تو وصیف اپنی ساری فوج کو لے کر مقتدر پر چڑھ آیا۔ محل کے تمام رستے مسدود کر دیے۔ اور مقتدر کو کہلا بھیجا۔ روپیہ بھجواؤ ورنہ ہمارے پاس آؤ اور صفائی پیش کرو۔ گویا خلیفہ وہ تھا اور مقتدر اس کا خادم تھا۔ مقتدر نے جلاب لے رکھا تھا اور حاضری سے معذور تھا۔

خادم نے وصیف سے اس کی حالت جاکہی تو وہ غصہ میں بھرا ہُوا آیا - اور اپنے ساتھیوں کی مدد سے اسے پاؤں سے پکڑ کر باہر گھسیٹا ، دھوپ میں کھڑا کر کے - اس کے منہ پر اس قدر چپتیں ماریں کہ خون بہنے لگا ، یہیں انہوں نے اس سے معزولی کے کاغذ پر دستخط کرائے - تین دن تک بھوکا پیاسا رکھا اور چوتھے دن ایک تہ خانہ میں بند کر کے اس کے دروازوں پر اینٹیں چنوا دیں - وہ اسی عالم میں مر گیا -

بدنصیب نے صرف چار سال چھ ماہ تین دن حکومت کی ، حکومت سے پہلے بھی جیل میں تھا اور یہیں موت کے دامن میں پناہ لی -

مرتے وقت اس کی عمر چوبیس سال تھی ، ساڑھے انیس سال کی عمر میں خلیفہ بنا ، بہت خوبصورت اور وجیہہ نوجوان تھا - بڑی خوبیاں تھیں مگر حالات بہت برے تھے - اس نے ان چند سالوں میں بہت کوشش کی کہ حکومت کا نظام درست ہو جائے ، مگر چاروں طرف سے ترک غلاموں اور دوسرے فوجیوں میں اس طرح گھر گیا تھا کہ کچھ پیش نہ گئی - اگر اسے اچھے دن ملتے تو بہت کامیاب اور بڑا نامور بادشاہ ہوتا -

وصیف کا مطالبہ محض پچاس ہزار دینار تک محدود تھا - اگر معتز کی ماں چاہتی تو پچاس ہزار دینار کی بجائے پچاس لاکھ دینار دے سکتی تھی - مگر اس نے اپنے خزانے پوشیدہ رکھے ، اور خود ایک سرنگ کے ذریعہ محل سے بھاگ نکلی - مگر آخر میں پکڑی گئی - اور اس کے خفیہ خزانوں کا پتہ بھی لگ گیا -

طبری کا بیان ہے کہ صرف ایک خزانہ میں سے بیس لاکھ دینار کے تو جواہرات ہی دستیاب ہوئے۔ اس کے علاوہ دیناروں کی ان گنت تھیلیاں صالح کے ہاتھ لگیں۔ چند دن بعد وہ حج کو چلی گئی، اور مکہ معظمہ میں اقامت اختیار کرلی۔

مہتدی

معتز کی معزولی کے بعد واثق کے لڑکے محمد کو مہتدی کا خطاب دے کر صالح بن وصیف نے خلافت کا خرقہ پہنایا، غریب مہتدی تو محض نام کا خلیفہ تھا سارا کاروبار سلطنت صالح کے ہاتھ میں تھا، خزانہ فوج اور تمام دوسرے شعبے اس نے اپنے آدمیوں میں بانٹے۔ جس کو چاہا لوٹا اور جس کو چاہا سزا دی۔

ابن اسرائیل ابو نوح عیسیٰ بن ابراہیم ایک بار اور قابل تعزیر ٹھیرے صالح نے ان کا مال اسباب اور جائیدادیں پہلے غصب کرلی تھیں، اب انہیں محض اسلئے پٹوایا کہ ممکن ہے کہ ان کا کوئی دوست ان کی خاطر کچھ روپیہ دے دے۔

یہ اسکیم کامیاب ہوئی اور انیس ہزار دینار وصول ہوئے، یہ گرفتار بلا سمجھے تھے اس طرح ان پر سے مصیبت ٹل جائے گی، مگر مصیبت ٹلی نہیں، روزانہ نئے نئے عذاب تجویز ہوتے، دہکتے کوئلوں کی انگیٹھیاں ان کے قریب رکھ دیں۔ پانی بند کر دیا اور اس پر بھی تسلی نہ ہوئی تو دربار عام منعقد کرکے جلادوں کو حکم دیا کہ ان کی پیٹھوں پر تازیانے ماریں۔

طبری کا بیان ہے کہ ان دونوں کو پانچ پانچ سو تازیانے مارنے کے بعد پانی بھرنے والے خچروں پر لاد دیا گیا - اور دونوں سواری ہی کی حالت میں مر گئے -

مہتدی کو ان کی اس بے چارگی کا علم ہوا تو بہت بے تاب ہوا - کتنی دیر تک انا للہ پڑھتا رہا - مگر بے بس تھا، چوں چرا نہ کر سکتا تھا - چوں چرا کرتا تو مقتدر کی طرح ہزار عذاب پاتا -

اور صالح کی ہوس بڑھتی جا رہی تھی اس نے ان دونوں کو بہانہ بنا کر ان کے خاندانوں کو خوب لوٹا،

بغداد میں پھر فتنہ و فساد کی آگ بھڑکی - یہاں کے لوگوں نے مہتدی کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا - اور سلیمان بن عبداللہ طاہر پر جو اپنے بھائی کی موت کے بعد بغداد کا گورنر مقرر ہوا تھا چڑھ آئے - خزانوں کو لوٹا، بازاروں کو نذرِ آتش کیا - اور ابو احمد بن متوکل کی خلافت کا شور مچانے لگے - سلیمان نے اپنی فوج خاصہ کو ان سے لڑنے کے لئے بھیجا - دجلہ کے پل پر ان دونوں جماعتوں میں بڑی سخت لڑائی ہوئی، بہت سے آدمی مارے گئے - اور باقی کو کچھ روپیہ دے کر سلیمان نے مصالحت کر لی -

چند دن بعد اس فتنہ نے پھر سر اٹھایا، ابن ادریس نے اس فتنہ کو ہوا دی - رمضان کی تیرہ تاریخ تھی کہ لشکر اور شاکریہ کی ایک جماعت بازاروں میں جمع ہو کر شور مچانے لگی، بہت سے عوام بھی ان کے ساتھ مل گئے - یہ لوگ باب الشام آئے قید خانہ کا

دروازہ توڑ ڈالا اور سارے قیدیوں کو رہائی بخش دی۔

طبری کا بیان ہے کہ ایک لاکھ کے قریب عوام نے اس ہنگامہ میں حصّہ لیا۔ اور پل عبور کر کے دوسری سمت آ گئے۔ اور ابن اوس پر حملہ کر دیا۔ ابن اوس کی فوج ہار گئی بغدادیوں نے اس کا تعاقب کیا۔ اور ملسے باب الشامیہ سے نکال دیا۔ اس کا مکان لوٹ لیا۔

طبری کا خیال ہے کہ ان لوگوں نے بیس لاکھ درہموں کی مالیت کا سامان لوٹا۔ یہ لوگ تو سلیمان کے گھر میں بھی گھس گئے۔ اور کئی چیزیں لوٹ لیں۔ ابن اوس بھاگ گیا۔ تو بغداد والے کچھ مطمئن ہو گئے اور یہ فتنہ پھر دب گیا۔

ابن اوس نے بھاگ کر جزیرہ میں پناہ لی اور صالح سے امداد کی درخواست کی۔ مگر صالح خود بُرے حالات میں اُلجھا تھا۔

سامرا میں شورش

بغداد کی شورش دبی تو سامرا میں طوفان اٹھا۔ یہ طوفان موسیٰ بن بغا کے سامرا آنے کے بعد بہت تیز ہو گیا۔ موسیٰ اس وقت رے میں تھا جب معتز قتل ہوا اور صالح نے اس کے مال و اسباب کو لوٹا یہ خبریں موسیٰ کو پہنچیں تو اس کی فوج قصاص قصاص کے نعرے لگانے لگی۔ اور موسیٰ کو مجبور کر دیا کہ وہ سامرا پہنچے اور ظالموں سے قصاص لے رے سے سامرا آنے تک رستہ میں مہتدی کی طرف سے کئی پیغام ایسے بھیجے گئے۔ کہ تمہاری ضرورت یہاں نہیں ہے۔ مگر فوجی تلے ہوتے تھے۔ اور سامرا پہنچے بغیر چین نہ لیتے تھے

۱۱ محرم یوم دوشنبہ کو موسیٰ اپنے لشکر سمیت سامرا میں داخل ہوا اس کا داخلہ ایک فاتح فوج کا تھا اس نے شہر میں داخل ہوتے ہی، مہتدی کے محلوں اور دربار عام کا محاصرہ کر لیا۔ مہتدی کو گرفتار کر کے یاجور کے مکان میں قید کر دیا۔ موسیٰ اور مہتدی میں مصالحت ہو گئی۔ تو موسیٰ نے اس شرط پر اس کی بعیت کر لی کہ صالح کی جگہ اسے دی جائے گی۔

مہتدی مجبور تھا۔ اس نے یہ شرط منظور کر لی، دوسرے دن صالح طلب کیا گیا موسیٰ نے اس سے باز پرس کی۔ اور معتز کے قتل اور اس کے مال اسباب لوٹنے پر جواب طلب کیا۔ صالح نے ایک دن کی مہلت مانگی، موسیٰ نے مہلت دے دی۔ صالح گھر آیا، اور پھر کسی جگہ چھپ گیا۔ اس کے جتنے ساتھی تھے اس کا ساتھ چھوڑ گئے۔ اور خود صالح کی یہ حالت تھی کہ کبھی ایک جگہ چھپتا اور کبھی دوسری جگہ۔ موسیٰ کے آدمی اس کی جستجو میں کبھی ایک مکان کی تلاشی لیتے اور کبھی دوسرے کی۔

یہی دن تھے کہ صالح نے ایک عورت کے ذریعے مہتدی کے دربار میں معافی نامہ بھیجا اور درخواست کی میرے حال پر رحم کیجئے، میں اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہوں، معافی نامہ کا انداز کچھ اس درجہ موثر تھا۔ کہ مہتدی کا دل بھر آیا اور اس نے موسیٰ اور اس کے ساتھیوں سے اس کی سفارش کی، موسیٰ اور اس کے ساتھی یوں تو چپ چاپ دربار سے اٹھ گئے۔ مگر مہتدی انہیں زبردستی بلوایا۔

سب کو خوب ڈانٹا اور کہنے لگا۔ تم سمجھتے ہو میں پہلے خلفا جیسا کمزور ہوں، تم جس طرح چاہو گے مجھ پر قابو پا لو گے۔ لیکن یاد رکھو میں مرنا اور مارنا جانتا ہوں اور اگر تم میں سے کسی نے سرکشی کی تو میں تمہارا مزاج درست کر دوں گا۔

یہ نئی بات تھی جو خلیفہ میں پیدا ہوئی۔ تمام سردار کس قدر خوفزدہ ہو گئے اور ایک ایک کر کے اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ خبر پھیل گئی۔ عوام مسجد میں جمع ہوئے اور مہتدی کے لئے دعا کی۔ عوام کے ساتھ سپاہیوں کا ایک بہت بڑا گروہ مہتدی کے پاس حاضر ہوا اپنے سرداروں کے خلاف شکایت کی کہ انہوں نے ہماری تنخواہیں بند کر دی ہیں۔ جو خراج آتا ہے۔ اسے خود صرف کر لیتے ہیں اور ہمیں بھوکا مرنے کے لئے چھوڑ دیا ہے۔

مہتدی نے ان سب کو تسلی دی۔ وہ لوگ مطمئن ہو کر بارکوں میں لوٹے اور طے کر لیا کہ آئندہ امیر المومنین کے حکم کے بغیر کوئی کام نہیں کریں گے۔ اور جو کوئی بھی امیر المومنین کے حکم کی خلاف ورزی کرے گا اس کی گردن مار دیں گے۔ یہ فیصلے انہوں نے ایک جلسے میں کئے اور اس کی روئداد لکھ کر خلیفہ کو بھیج دی۔ یہ روئداد جس وقت مہتدی کو ملی۔ اس وقت دربار لگا تھا، تمام سردار جلو میں موجود تھے، اور وہ عوام کی شکایات سن رہا تھا۔ ابوالقاسم نے یہ درخواست کھڑے ہو کر اونچی آواز میں پڑھی۔ جسے سن کر سرداروں کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

اس طرح حالات بہت سدھر گئے تھے۔ لیکن مہتدی سے ایک

حماقت سرزد ہوئی اس نے سپاہیوں کو اپنی طرف مائل دیکھ کر ان سے صالح کی سفارش کر دی - اور سارا کام بگاڑ لیا - سپاہی بد دل ہو گئے - اور ابوالقاسم کے گھر کو گھیر کر شور مچانے لگے :-

صالح کو لاؤ - صالح کو لاؤ -

صالح خلیفہ کے پاس کہاں تھا - جواب بھجوایا - میرے پاس نہیں، اگر ہوتا تو میں اسے کیوں چھپا رکھتا - عوام کا اضطراب بڑھتا جا رہا تھا - یہاں تک کہ مہتدی نے موسیٰ بن بغا کو ان کے مقابلہ کا حکم دیا -

موسیٰ بن بغا چار ہزار سپاہیوں کو ساتھ لے کر ان کے مقابلہ میں آیا - مگر سب کنی کترا گئے - کسی نے بھی اس کے خلاف ہتھیار نہیں اٹھائے -

یہ دن خیریت سے گذرا - دوسرے دن موسیٰ بن بغا نے صالح کو پکڑنے کے لئے منادی کرا دی اور انعام بھی مقرر کیا - لوگ انعام کے لالچ میں اسے پکڑ لاتے - موسیٰ اسے لے کر ایوان خلافت کی طرف چلا تھا - کہ بہت سے لوگوں نے اسے گھیر لیا - خود موسیٰ کے کسی ساتھی نے صالح پر تلوار کا وار کیا - صالح تیورا کر گرا ، ایک دوسرے سپاہی نے آگے بڑھ کر اس کا سر کاٹ لیا - اور نیزہ پر نصب کر کے اسے شہر بھر میں لئے لئے پھرے ،

صالح کے قتل کے بعد سامرا کی فضا پھر صاف ہو گئی - اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سامرا میں کوئی بے چینی نہیں رہی - سامرا میں امن ہوا تو موسیٰ بن بغا اور بابکیال کو باہر بھیج دیا گیا کہ مساور خارجی سے

لڑیں۔ یہ لوگ وہاں تھے کہ سامرا میں پھر شورش ہوئی اور محمد بن بغا ترکوں کی ایک جماعت لے کر تنخواہ کے بہانے محل کے دروازہ پر ڈھول پیٹنے لگا۔ مہتدی نے اپنے بھائی ابوالقاسم کے ذریعہ لوگوں کو سمجھایا۔ یہ لوگ مطمئن ہو کر واپس ہو گئے۔ چونکہ محمد بن بغا کا دل چور تھا اس لئے وہ سامرا سے بھاگ کر سن چلا گیا۔ مہتدی نے اسے آدمی بھیج کر بلایا۔ اور قتل کر دیا۔ یہ ہی دن تھے جب مہتدی نے بابکیال کے ذریعہ موسیٰ بن بغا کو ایک خط لکھا اور حکم دیا۔ بابکیال کو چارج دے کر خود سامرا آ جاؤ۔ اور ایک خفیہ خط بابکیال کے نام لکھا۔ جس میں اسے موسیٰ بن بغا اور مفلح کو حیلہ سے مار دینے کی تاکید کی۔ بابکیال نے یہ خط موسیٰ اور مفلح کو دکھا دیا اور تینوں نے مل کر مہتدی کے خلاف سازش کی۔ طے کیا کہ بابکیال مہتدی کے حکم سے سامرا جائے اسے اپنی فرمانبرداری کا یقین دلائے اور عذر پیش کرے کہ کمزور ہونے کے سبب موسیٰ اور مفلح کو قتل نہ کر سکا۔

بابکیال سامرا آیا۔ مہتدی سے ملا، معذرت پیش کی۔ مگر مہتدی اتنا احمق نہ تھا جتنا کہ وہ لوگ سمجھتے تھے۔ وہ ہر بات پا گیا اور بابکیال کو قید کر دیا۔ بابکیال کی گرفتاری کی خبر فوج میں پہنچی تو اس نے بغاوت کر دی۔ اور شاہی محل کو محاصرہ میں لے لیا۔ مہتدی جری آدمی تھا فوج کا شور سنکر دہا نہیں، اپنی فوج خاصہ کو مسلح ہو جانے کا حکم دے کر خود بھی اسلحہ پہنا۔ اور بابکیال کو قتل کر کے اس کا سر فوج میں پھنکوا دیا۔ فوج اور بھی مشتعل ہو گئی۔ اور محل کے دروازے

لوٹ ڈالے خود مہتدی کی اپنی ترک فوج میں سے بہت سے سپاہی اس سے کٹ کر بلوائیوں سے جا ملے گو مہتدی اور اس کے ساتھیوں نے بلوائیوں کے مقابلہ میں بڑی بہادری دکھائی۔ مگر ان کی تعداد بہت تھوڑی رہ گئی تھی سارے ترک اس کے خلاف ہو گئے تھے اور یہ ایک قومی مسئلہ بن گیا تھا۔

پھر بھی بڑی دیر تک لڑائی ہوتی رہی، مہتدی تلوار ہاتھ میں لے کر دشمن کی صفوں پر شیر کی طرح گرتا اور صفیں کی صفیں الٹ دیتا رہا۔ مگر اس کے ساتھی ایک ایک کر کے بھاگ رہے تھے مہتدی بھی بھاگا۔ جیل کے دروازہ پر آیا اور قیدیوں کی بیڑیاں اور ہتھکڑیاں کٹوائیں کہ شاید یہی اس کی طرف سے ہو کر لڑیں۔ مگر کون کسی کی بلا مول لیتا ہے۔ یہ لوگ رہا ہوتے ہی اپنی راہ چل دیئے اور مہتدی احمد ابن جمیل کے گھر چھپ گیا۔ ترکوں نے اس گھر کو گھیر لیا، مہتدی چھتوں کے اوپر ہی اوپر سے کسی دوسرے مکان میں پہنچ گیا، اور پھر ایک دوسری چھت کی منڈیر پھلانگ رہا تھا کہ کسی ترک نے اس پر تیر چلایا۔ اور پھر سامنے کی چھت پر چڑھ کر نیزہ پھینکا۔ پھر ترک اسے پکڑ لے گئے۔ بازار میں کھڑا کر کے بازاریوں کی طرح اس کے منہ پر چانٹے مارے خچر پر لاد کر ایوان عام میں لائے اور گردن مار دی۔ کہا جاتا ہے مہتدی نے اس دن کئی سو آدمی اپنے ہاتھ سے قتل کئے۔ اور ایسی بہادری دکھائی جس کی مثال نہیں ملتی تھی۔

مہتدی نے گیارہ مہینے اور پندرہ دن حکومت کی۔ عمر

اڑتیس سال تھی - بہت مذہبی آدمی تھا، تخت نشین ہوتے ہی سامرا سے تمام رنڈیاں، گویے اور دوسرے فن کار نکال دیئے - وہ اکثر عبادت کرتا نظر آتا - محل کے اندر لہو ولعب کی جتنی بھی چیزیں تھیں، وہ سب توڑ ڈالیں - لونڈیوں کو آزادی دے دی اور درویشوں کی طرح رہنے لگا -

مگر حالات موافق نہ تھے - اقتدار اس کے ہاتھ سے نکل کر ترکوں کے پاس جا چکا تھا - اور اس کا اندازہ اس نے باکیال کو مار کر لیا -

معتمد علی اللہ

مہتدی کی موت کے بعد ترکوں نے احمد بن متوکل کو معتمد کا خطاب دے کر تخت پر بٹھا دیا - عبداللہ بن یحییٰ خاقان کو وزارت ملی -

معتمد جب تخت پر بیٹھا تو ملک میں طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا - سارے صوبے قریب قریب خود مختار ہو چکے تھے - موصل میں مساور خارجی کی حکومت تھی - مصر پر ابن طولون چھایا تھا سجستان پر یعقوب بن لیث قابض تھا - کوفہ میں علی بن زید کی فرمانروائی تھی اور بصرہ میں زنگی قوت پکڑ رہے تھے -

مساور خارجی

کہا جاتا ہے مساور بوارح میں رہتا تھا - حدیثہ موصل کے ایک افسر پولیس حسین بن کبیر نے مساور کے ایک نوعمر بیٹے حوثرہ کو پکڑ لیا اور گھر لے گیا - حوثرہ بہت خوبصورت چھوکرا تھا - اور اس کی

گرفتاری کا سبب اس کا یہی وصف ہوا۔ حوثرہ کے باپ کو حسین بن کبیر کی اس بے ہودگی کا علم ہوا تو وہ اپنے خاندان کے بہت سے لوگوں کو لے کو حسین بن کبیر پر حملہ آور ہوا حسین بھاگ نکلا تو مساور اپنے تمام ہمراہیوں کے ساتھ موصل کی طرف بڑھا۔ موصل کے گورنر عقبہ بن محمد اور مساور میں کئی لڑائیاں ہوئیں۔ کبھی مساور جیتتا اور کبھی عقبہ کو فتح ہوتی۔ مساور اس جنگ کو نتیجہ بخش نہ پا کر خراسان کی سڑک کے دونوں طرف پھیل گیا۔ پہرہ دار فوج کو قتل کر کے جلولا آیا، جلولا کے لوگوں اور مساور میں بھی کئی لڑائیاں ہوئیں۔ ان لڑائیوں کی خبر سامرا پہنچی تو وہاں سے خطرمش کی قیادت میں ایک بڑی فوج مساور سے لڑنے کے لئے آئی۔ مساور نے اسے شکست دی۔ اور اس طرح موصل کے سارے علاقہ پر قابض ہو گیا ایک اور فوج حسن کی سپہ سالاری میں مساور سے مقابلہ کرنے کے لئے بھیجی گئی۔ مساور نے اسے بھی شکست دی اور موصل پر حملہ کر کے موصل پر قبضہ کر لیا، موصل سے وہ عراق کی طرف بڑھا اور عراق کے کئی قصبات اور گاؤں قبضہ میں لے لئے۔

یہ واقعات، معتنز اور مہتدی کے عہد حکومت میں پیش آئے معتمد خلیفہ ہوا تو اس نے مفلح کو ایک بہت بڑی فوج دے کر مساور سے لڑنے کے لئے بھیجا۔ مفلح کی آمد کی خبر سنکر مساور حدیثہ موصل سے نکلا اور پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا۔ مفلح نے اس پہاڑی کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ مفلح کے سپاہیوں نے پہاڑی پر چڑھنے کی کئی بار کوشش کی۔ مگر ہر بار ناکام ہوئے۔ اور

مساور کے آدمیوں نے انہیں نیچے دھکیل دیا۔ کتنے دنوں تک دونوں فریق اسی طرح کی لڑائی لڑتے رہے۔ ان جھڑپوں میں مساور کے بہت سے آدمی زخمی ہو گئے۔ اور وہ ان زخمیوں کو لے کر ایک رات بہت خاموشی سے پہاڑی سے اترا اور کسی دوسری طرف نکل گیا۔ مفلح نے میدان خالی دیکھ کر خیمے اکھیڑ لئے اور موصل ہوتا ہوا حدیثہ پہنچا۔ مساور نے میدان خالی دیکھا تو لوٹ پڑا، اور مفلح پر پیچھے سے حملہ کر کے اسے بہت سخت شکست دی۔ مفلح کے آدمی بھی ہار گئے اور مفلح انہیں لے کر بغداد لوٹ گیا۔

اب موصل پر پھر مساور قابض ہو گیا اور ہر طرف اس کا طوطی بولنے لگا۔

یعقوب بن لیث

جب مرکز کمزور ہوا، اور مساور خارجی کا طوطی بولنے لگا۔ تو صالح بن نضر کنعانی نے اہل بیت کا علم ہاتھ میں لے کر موجودہ حکومت کے خلاف خروج کیا۔ اہل بیت کے بہت سے شیعہ اس سے مل گئے۔ اور اس کی قوت بہت بڑھ گئی۔ اس نے خراسان کے والی طاہر بن عبداللہ کو سجستان سے نکال دیا، اور اہل بیت کا پھریرا ہر طرف لہرانے لگا۔ صالح زیادہ دن نہیں جیا اس کے مرنے کے بعد اس کے ماننے والوں نے درہم بن حسن کو امارت دی۔ مگر درہم بن حسن اپنے پیشرو کی طرح نہ بہادر تھا اور نہ دانا دشمن اسے دھوکے سے گرفتار کر لے گئے۔ تو عقیدت مندوں کے گروہ نے

یعقوب بن لیث کو امارت دی ۔ یہ شخص یوں تو ایک معمولی دوکاندار تھا مگر دماغ شاہوں کا سا پایا تھا اور اپنی ان ہی ذہنی صلاحیتوں کے باعث اپنی جماعت میں بہت ہر دلعزیز ہو گیا تھا ۔ امارت نصیب ہوئی تو خوب جوہر دکھاتے اور سجستان کے طول و عرض میں ایک مضبوط حکومت کی بنا رکھ دی ۔ خود کو خلیفہ کے مقابلہ سے بچانے کے لئے یوں ہی دکھاوے کے خطوط لکھے، فرمانبرداری کا یقین دلایا کچھ تحائف بھی بھیجے ۔ یہ محض چالاکی تھی ۔ اور اس چالاکی کے پردے میں اس نے اپنی حکومت مضبوط کر لی اور پھر ہرات کی طرف بڑھا ہرات کا حاکم محمد بن ادس مقابلہ میں آیا ۔ بڑی سخت لڑائی ہوئی ابن ادس ہارا اور بھاگ نکلا ۔ یعقوب نے بڑھ کر ہرات پر اور پھر بوشنج پر قبضہ کر لیا ۔

یعقوب کی ان فتوحات سے اس کی شہرت خوب پھیلی اور دور نزدیک کے لوگ اس سے خوف کھانے لگے ۔ جب اقتدار بڑھتا ہے تو ہوس بھی ترقی کرتی ہے ۔ یعقوب کی ہوس بھی بڑھی ۔ اس نے یہاں سے کرمان پر چڑھائی کی ۔ اور وہاں کے نائب السلطنت طوق کو شکست دی اور کرمان پر قبضہ کر لیا ۔ پھر شیراز پر یلغار کی ۔ شیراز کے ایک طرف اونچی اونچی پہاڑیاں پھیلی تھیں اور دوسری طرف دریا موجیں مار رہا تھا ، پہاڑوں میں سے جو راہ شیراز کو جاتی وہ اتنی تنگ تھی کہ صرف ایک سوار ایک وقت میں گزر سکتا تھا ،

اس راہ پر علی بن حسین نے بڑا سخت پہرہ بٹھا رکھا تھا ۔ یعقوب کئی دن تک اس درہ کے سامنے ڈیرے ڈالے رہا ، ایک دن

جولانی جو سوجھی تو گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ سردار جری ہو تو ساتھی بھی جرأت سے کام لیتے ہیں۔ یعقوب نے گھوڑے کو دریا میں ڈالا، تو ساتھیوں نے بھی گھوڑے دریا میں ڈال دیئے، اور دیکھتے دیکھتے ساری فوج دوسرے کنارے پر جا پہنچی۔ علی بن حسین کے آدمیوں نے رستہ روکا بھی۔ مگر کبھی بہادروں کے رستے بھی رُکے ہیں۔ جو یعقوب کا رستہ رُکا جا سکتا۔ دریا کے اس کنارے پر بڑے زور کی لڑائی ہوئی، دونوں طرف سے ہزاروں آدمی کام آئے۔ شام کے قریب علی بن حسین حوصلے ہار گیا، بھاگا، وہ بھاگا تو فوج بھی بھاگی۔ یعقوب نے اس کا تعاقب کیا اور بڑھ کر اس کی فرودگاہ لوٹ لی۔ پھر شہر میں داخل ہوا، زروجواہر پر قبضہ کیا اور فوج کا ایک دستہ وہاں چھوڑ کر سجستان لوٹا،

ابنِ طولون

ابنِ طولون باکیال کے غلاموں میں سے ایک ہشیار اور دانا غلام تھا۔ جس زمانہ میں معتز نے مصر کی صوبہ داری باکیال کو عطا کی۔ تو باکیال خود تو مصر نہیں پہنچا ابنِ طولون نے مصر پہنچ کر دانائی اور سیاست کی بساط بچھائی۔ اور اس عمدگی سے اس پر مہرے پھیلائے کہ باکیال کے قتل کے بعد بھی اسے وہاں سے کوئی ہٹا نہ سکا۔ اور پھر ــــ جیسے جیسے مرکزی قوت ختم ہوتی گئی ویسے ویسے مصر میں اس کی حکومت کی جڑیں مضبوط ہوتی گئیں۔ یہاں تک کہ اس نے مطلق العنانی کا ڈنکا بجایا اور جب مرا تو مصر کو اپنی وراثت میں

اپنے بیٹے کے سپرد کر گیا۔

زنگی

ابن خلدون کا بیان ہے۔ کہ جس زمانہ میں علی بن محمد فدک میں شہید ہوئے۔ اس زمانے میں رے کے ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ وہ علی بن محمد ہے۔ طبری کے خیال میں یہ شخص عبدالقیس کے قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا اور اس کا اصل نام علی بن عبدالرحیم تھا۔

بہر حال زیدیہ کے متواتر خروج سے اسے بھی شوق چرایا۔ اور اس نے خود کو امام حسین کی اولاد میں سے ظاہر کر کے لوگوں کو اپنے ہاتھ پر بیعت کرنے کی دعوت دی۔ یہ دنیا جنت الحمقا کہی جاتی ہے اور یہاں ہر دور میں لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں ایسے احمق ہمیشہ موجود رہے ہیں جن کو چالاک لوگ اُلّو بناتے رہے۔ علی بن عبدالرحیم نے بھی کئی لوگوں کو اُلّو بنایا۔ پہلے تو وہ امام بنا پھرتا رہا، پھر ہوس بڑھی۔ بصرہ آیا اور حکومت کے خواب دیکھنے لگا۔ بصرہ میں زنگی غلام ہزاروں کی تعداد میں تھے یہ انہیں اپنے پاس بلاتا۔ ان سے بیعت لیتا اور وعدہ کرتا کہ تمہیں آزادی دے دی جائیگی زنگی آزادی کے لالچ میں اس تحریک کو اندر ہی اندر پھیلانے لگے یہاں تک کہ بصرہ کے سارے زنگی علی بن عبدالرحیم کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ اس نے ایک علم بنایا اور اس پر قرآن کی ایک آیت لکھی جس کا مفہوم یہ ہے کہ خدا نے مسلمانوں سے اس وعدہ پر کہ انہیں جنت ملے گی ان کی جانیں اور مال خرید لئے ہیں۔

یہ جھنڈا ہاتھ میں لے کر علی بن عبدالرحیم نے ۲ ۷ زنگیوں کو ایک اونچے ٹیلے پر جمع کیا یہ خبر آن کی آن میں شہر میں پھیل نکلی، بصرہ کے تمام شرفا اور امرا حقیقت حال جاننے کے لئے یہاں آتے - اور یہ رنگ دیکھ کر علی سے شکوہ کیا - علی نے یہ ڈھونگ ایک خاص مصلحت سے رچایا تھا جیسے ہی یہ لوگ علی کے پاس آن کھڑے ہوتے علی نے زنگیوں کو اشارہ کیا - ان سے لپٹ جائیں - زنگی اشارہ پاتے ہی بھوکے بھیڑیوں کی طرح ان آقاؤں پر لپکے، خدا کی قدرت دیکھو پہلے جو پٹا کرتے تھے اب وہ پیٹ رہے تھے - اب گویا وہ آقا تھے اور بصرہ کے شرفا ان کے غلام تھے - جب یہ لوگ خوب پٹ چکے - اور ان کے مزاج ٹھکانے آ گئے - تو علی نے حکم دیا - انہیں چھوڑ دو -

جب یہ گھروں کو لوٹے تو ان میں سے کتنے زخمی تھے - کتنوں کی داڑھیاں نچی تھیں اور کتنوں کے کپڑے پھٹ چکے تھے، بصرہ میں ایک کہرام سا مچ گیا اور زنگی غلام بازاروں میں ہتھیار باندھ کر اس طرح پھرنے لگے جیسے وہ کسی فاتح فوج کے افراد ہیں -

بصرہ میں طوفان اٹھانے کے بعد علی ان ہزاروں زنگیوں کو ساتھ لئے دجیل آیا - اسے لوٹا اور قبضہ کر کے ایلہ کی طرف بڑھا - ایلہ کے حاکم ابن عون نے مقابلہ کیا مگر شکست کھائی - اور زنگی شہر میں گھس گئے - اور اسے خوب لوٹا - جب زنگی ایلہ سے نکلے ہیں - تو گھوڑوں اور خچروں پہ بہت سا سامان لا رہے تھے - اس طرح یہ لدا پھندا قافلہ قادسیہ آیا - یہ بھی لٹا - اور زنگیوں کی قوت و شوکت

بہت بڑھ گئی ۔ چاروں طرف کی بستیاں اور دیہات اُجڑ گئے اور ان کے باشندے زنگیوں کے ڈر سے بھاگ کر دُور دراز کے مقامات کو بھاگ گئے ۔

قادسیہ کی فتح سے پہلے تک بصرہ کے لوگ زنگیوں کو محض ہنڈ یا کا اُبال سمجھ رہے تھے مگر جب قادسیہ فتح ہوا تو یہ لوگ بھی ڈر گئے اور ہزار ہزار پانچ پانچ سو سواروں کی کئی ٹولیاں ان کے مقابلہ میں بھیجیں زنگیوں نے ان سب کو شکست دی ۔ اور ان کے حوصلے بہت بڑھ گئے ۔ ان کی متواتر فتوحات کی خبریں بارگاہِ خلافت میں پہنچی تو وہاں سے یکے بعد دیگرے دو فوجیں ان کا سر کچلنے کے لئے آئیں ۔ مگر دونوں بُری طرح پٹیں اور ہزاروں آدمی کٹوا کر بھاگ نکلیں ۔

اب زنگی بصرہ کی طرف آئے ۔ بصرہ کو وہ حکومت کا پایہ تخت بنانا چاہتے تھے ۔ بصرہ کے لوگوں نے ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو کر ان کا رستہ روکا اور تیز رو قاصد بارگاہِ خلافت کی طرف بھاگے کہ کمک لائیں ۔

بارگاہِ خلافت سے ترکوں کی ایک بہت بڑی فوج بصرہ بھیجی گئی، معبدان اس فوج کا سپہ سالار تھا ۔ اس نے بصرہ کے قریب پہنچ کر زنگیوں سے ایک میل کے فاصلے پر چھاؤنی ڈالی ، چھاؤنی کے چاروں طرف بہت گہری خندق کھدائی اور چھ مہینے تک چھوٹے چھوٹے دستے زنگیوں کے مقابلہ میں بھیجتا رہا ۔ زنگی اس کی سست روی سے تنگ آگئے تو انہوں نے ایک رات خندق عبور کر کے معبدان کے

ہزاروں آدمی کاٹ ڈالے - اور معبدون ہر چیز چھاؤنی میں چھوڑ کر بھاگ کر بصرہ میں آن چھپا زنگیوں نے اس کے خیمے، مال اسباب، ہتھیار، اور جانور لوٹ لئے - اور لدے پھندے پھر ابلہ کی طرف گئے ابلہ میں بارگاہ خلافت کا ایک نمائندہ ایک بڑی فوج کے ساتھ قلعہ بند تھا - زنگی ابلہ آئے تو ابلہ کی یہ فوج اور وہاں کے لوگ مقابلہ میں نکلے - مگر ہارے اور بھاگے زنگی ابلہ میں داخل ہو گئے - ایک ایک چیز کو لوٹا اور پھر شہر میں آگ لگا دی -

یہاں سے جب ان کا کارواں چلا ہے - تو ایک ایک سپاہی کے پاس پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ تلواریں - نیزے اور بھالے تھے - یہاں سے یہ لوگ عبادان گئے - عبادان کی آبادی نے ڈر کر امان مانگی - زنگیوں نے انہیں امان تو دے دی مگر اس شرط پر کہ وہ شہر کا سارا قیمتی سامان، سونا، چاندی اور زیورات انہیں لا دیں گے ڈرے ہوئے شہری یہ شرط مان گئے اور ہر قیمتی چیز ان کے سامنے لا کر ڈھیر کر دی، اور اسی ڈھیر کو آپس میں بانٹ کر یہ لوگ اہواز آئے، اہواز کو بھی لوٹا، اور اس طرح ان کی حکومت کا دائرہ اہواز سے لے کر بصرہ تک پھیل گیا - معتمد کے زمانہ میں - سعید بن صالح ایک بڑے لشکر کے ساتھ ان کے مقابلہ میں آیا، سعید بڑا مدبر اور بڑے حوصلے والا آدمی تھا، اس نے بڑی ہوشمندی سے ان کے خلاف لڑائی شروع کی - اور اس ہوشمندی سے کام لیا کہ زنگی بھاگ نکلے سعید نے ان سے سارا سامان چھین لیا اور ان کی جمعیت پریشان کر دی -

مگر علی نے چند دن بعد انہیں پھر اکٹھا کر لیا - اور اب جو وہ لوٹے ہیں قزاق کے حوصلے حد سے زیادہ بڑھے ہوئے تھے - اور اس دفعہ سعید کی ہزار ہوشمندی کے باوجود وہ کامیاب ہو گئے - انہوں نے نہ صرف سعید کو شکست دی بلکہ اپنا سارا سامان اس سے دوبارہ چھین لیا - اس کے ہزاروں آدمی مار ڈالے اس کی چھاؤنی جلا دی - اور اس غریب کو اس قدر ڈرایا کہ وہ سر پہ پاؤں رکھ کر سامرا کی طرف بھاگا اور راستہ میں کسی جگہ دم نہیں لیا -

سعید کی ناکامی کے بعد معتمد نے جعفر بن منصور خیاط کو زنگیوں کی مزاج پرسی پر مامور کیا، جعفر نے زنگیوں کے مستقر کی بحری ناکہ بندی کر کے انہیں ہر قسم کے سامان سے محروم کر دیا زنگیوں کو اس سے بہت کافی تکلیف پہنچی - مگر جب جعفر ان سے لڑنے کے لئے بڑھا تو انہوں نے جعفر کی اس حرکت کا بدلہ اس سے خوب لیا، اور اس کی چھاؤنی لوٹ لی اور اسے اس قدر مارا کہ وہ بحرین بھاگ گیا -

زنگیوں کا ایک سردار علی بن ابان آدھی فوج لے کر بصرہ آ گیا - بصرہ آن کر علی بن ابان نے شہر کا محاصرہ کر لیا - شہر کے لوگوں نے دو دن تک مدافعت کی - کئی بار صفیں باندھ کر باہر نکلے اور علی بن ابان سے لڑے - لیکن ہر بار ہارے اور شہر میں گھس گئے - تیسرے دن جب وہ لڑنے کے لئے آئے تو علی بن ابان نے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور بکریوں کی طرح ذبح کر کے شہر میں داخل ہوا -

شہر میں داخلے کے وقت اس نے فوجیوں کو عام اجازت دے دی - جسے چاہیں لوٹیں اور جسے چاہیں ماریں -

طبری اور ابن خلدون کا بیان ہے کہ زنگیوں نے شہر کو خوب لوٹا، اور قتل عام کیا ۔ نہ کوئی شریف بچا اور نہ رذیل بوڑھے بچے اور عورتیں سب ہی ان کی ہوسناکی کا شکار ہوئے ۔ شہریوں کو قتل کرنے کے بعد زنگیوں نے شہر میں آگ لگا دی ۔ اور یہ آگ اس قدر پھیلی کہ شاہی محل اور مساجد بھی اس کی لپیٹ میں آ گئیں پردہ دار عورتیں گھروں سے نکل کر سڑکوں پر اس طرح بھاگ رہی تھیں، جیسے حشر کا دن آ گیا ہے ۔ بدمعاش زنگی انہیں پکڑ پکڑ کو بھیڑ بکریوں کی طرح اپنی چھاؤنی کی طرف ہنکالے جا رہے تھے ۔ اور کوئی ان کو روکنے والا نہ تھا ۔ کئی دن تک بصرہ کا یہی عالم رہا، جو بھاگ سکے وہ بھاگ گئے ۔ اور جو شہر میں بند رہے آگ کی نذر ہوئے زنگیوں نے بصرہ کے ہر گھر سے سونا چاندی اور ریشمی ملبوسات نکال لئے تھے ۔ یہ چیزیں ان کی چھاؤنی میں اس طرح ڈھیر کر دی گئی تھیں جیسے سونے چاندی اور ریشمی ملبوسات کی منڈی لگی ہے ۔

علی بن ابان کی اس بے ہودگی کی خبر جب کسی مظلوم بصری نے کسی نہ کسی طرح موصل پہنچ کر زنگیوں کے سردار خبیث کے گوش گذار کی تو اسے بہت ملال ہوا، اس نے اسی وقت علی بن ابان کی معزولی کا فرمان بھیجا اور بصریوں کو امان دے کر معذرت کی ۔ کہ ان کے ساتھ پھر کبھی ایسا نہ ہوگا، لیکن چند دن بعد جب معتمد کا ایک سپہ سالار مولد ایک بڑا لشکر لے کر بصرہ آیا اور بھگوڑے بصریوں کے ساتھ مل کر بصرہ پر حملہ کر دیا تو خبیث کی حکمت عملی پھر بدل گئی ۔ اس نے یحییٰ بن محمد کو مولد کے مقابلہ پر مامور کیا اور حکم دیا،

بصرہ میں آگ لگا کر نہر معقل پر چھاؤنی ڈال دے - یہیں مولد اور یحییٰ میں دس دن تک بڑی خوں ریز لڑائی ہوئی - دونوں طرف کے بہت سے آدمی مارے گئے - قریب تھا کہ زنگی شکست کھا جائیں کہ خبیث کی طرف سے ابو لیث اصفہانی ایک تازہ دم فوج کے ساتھ یحییٰ بن محمد کی مدد کو آیا - دونوں نے مل کر فوج پر شب خون مارا - رات بھر خوب تلوار چلی، صبح ہو گئی تو بھی دونوں فوجیں ایک دوسرے سے لڑتی رہیں، یہاں تک کہ سورج دن کی منزل طے کر کے مغرب میں جا چھپا - کتنی دیر تک اندھیرے میں دونوں فوجیں ایک دوسرے کے خون سے ہولی کھیلتی رہیں، آخر کار مولد کی فوج نے ہار مان لی، اور بھاگ نکلی - زنگی گو تھکے ہوئے تھے، مگر تعاقب سے باز نہ آئے، کتنی دور تک نیزے لہراتے، ان بھگوڑوں کے پیچھے بھاگے چلے گئے - اور جب لوٹے تو رات بھیگ چکی تھی، کچھ سستائے اور کچھ مولد کی چھاؤنی کو لوٹنے میں لگ گئے بہت سا سامان گھوڑے، خچر اور اسلحہ ہاتھ آیا - اور خوب لدے پھندے آس پاس کے دیہات میں پھیل گئے - ہر جگہ قتل عام کیا لوٹا، اور عورتوں اور بچوں کو لونڈی غلام بنایا - یہاں سے یہ لوگ نہر معقل پر آ گئے۔

علی بن ابان نے، خبیث سے پھر مصالحت کر لی - اور معافی مانگ کر اپنے سابق عہدے کو پا لیا - اور ایک تازہ دم فوج لے کر اہواز پر حملہ آور ہوا، اہواز کے قریب نہر جی پر منصور گورنر اہواز نے اس کا رستہ روکا، دوپہر سے لے کر شام تک لڑائی ہوئی

منصور نے شکست کھائی۔ اور بھاگ کر نہر میں کود گیا تیرنا نہ جانتا تھا۔ ڈوب مرا۔

زنگی سیلاب کی طرح اہواز کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئے۔ ہر طرف ایک قیامت تھی جسے یہ اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ اس قیامت کا زور توڑنے کے لئے خلیفہ معتمد نے اپنے بھائی ابو احمد موفق کو مفلح کے ساتھ ایک بہت بڑی فوج دے کر اہواز بھیجا۔ یہ فوج جب نہر موصل کے قریب آئی۔ زنگی پیچھے ہٹ گئے۔ موفق نے یہیں پڑاؤ ڈال لیا اور زنگیوں کا انتظار کرنے لگا۔ حبیت نے علی ابن ابان کو مقابلہ کا حکم دیا۔ علی بن ابان جس وقت نہر موصل پر پہنچا۔ موفق کی طرف سے مفلح نے آگے بڑھ کر علی بن ابان کا رستہ روکا۔

بڑے زور کا رن پڑا۔ دونوں طرف کے بہادر دادِ شجاعت دے رہے تھے کہ ایک تیر فضا کے پردوں سے بندھا مفلح کی شاہ رگ پر آن بیٹھا۔ مفلح اسی لمحے تیورا کر گرا۔ وہ گرا تو ساری فوج بھاگی اور آن کی آن میں میدان صاف کر گئی۔

اس شکست نے موفق پر بھی اثر ڈالا۔ وہ میدان جنگ سے ہٹا اور بھاگ کر ابلہ میں پناہ لی اور نئی فوج بھرتی کرنے لگا۔ یہی دن تھے جب ابلہ کی چھاؤنی میں وبا پھوٹ نکلی، اور نئے اور پرانے سپاہیوں میں سے اکثر موت کے دامن میں جا سوئے، موفق یہاں سے بھی ہٹا۔ اور باذرود میں پناہ لی، وہاں پھر نئی فوجیں بھرتی کیں۔ نئے ہتھیار فراہم کئے اور فوج کو از سر نو ترتیب دے کر

خبیث کے مرکزی مقام پر چھاپہ مارا بہت سے زنگی تہ تیغ ہوئے اور ہزاروں وہ عورتیں جنہیں زنگیوں نے مختلف مواقع پر پکڑ لیا تھا، چھڑا لی گئیں ۔ یہ ایک بڑی کامیابی تھی جو موفق کو حاصل ہوئی ۔ اس اس کامیابی سے اس کے حوصلے تو بہت بڑھ گئے تھے، مگر اچانک اسے رات کے وقت چھاونی چھوڑ کر واسطہ آنا پڑا، واسطہ میں بھی وہ نہیں ٹھیرا، محمد بن مولا کو اپنا نائب بنا کر خود سامرا چلا آیا ۔

اس لڑائی میں زنگیوں کا مشہور سپہ سالار یحییٰ بن محمد بھی قید ہوا تھا سامرہ میں اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اس کی گردن ماردی گئی ۔

زنگیوں کو یحییٰ کے قتل سے بے انتہا دکھ ہوا ۔ اس قتل کا بدلہ لینے کے لئے انہوں نے ۲۵۹ھ ہجری میں علی بن ابان اور سلیمان بن موسیٰ کی قیادت میں اہواز پر حملہ کیا اور وہاں کے گورنر اصطخور کو گھیر کر مار ڈالا ۔ اس کے کئی دوسرے مصاحبین بھی قتل ہو گئے، جب یہ لوگ اہواز میں داخل ہوئے ۔ شہر کے لوگوں نے امان مانگی، مگر زنگی غصّہ کے عالم میں تھے، بہت کم لوگوں کو امان دی شہر کو خوب لوٹا ۔ شہر کے ساتھ ساتھ اہواز کے گردونواح کے دیہات بھی لٹے ۔

لوٹ مار کا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک موسیٰ بن بغا نے ایک بڑی فوج کے ساتھ اہواز کی طرف پیش قدمی نہیں کی، موسیٰ نے اپنی فوج کو تین حصوں میں بانٹ دیا تھا ۔ ایک حصّہ عبدالرحمٰن بن مفلح کو دیا ۔ دوسرا اسحٰق بن کنداجیق کو، تیسرا ابراہیم بن سیما کے سپرد کیا ۔ پہلا دستہ اہواز، دوسرا البصرہ اور تیسرا بادورد

بھیجا گیا۔

سب سے پہلے عبدالرحمٰن بن مفلح۔ اور علی بن ابان میں اہواز کے قریب لڑائی ہوئی۔ پہلے دن زنگیوں نے بڑی بہادری دکھائی۔ اور عبدالرحمٰن کو بھاگنے پر مجبور کیا۔ مگر دوسرے دن عبدالرحمٰن لوٹا۔ اور آج اس نے زنگیوں کو شکست دی۔

زنگی ہزاروں نعشیں چھوڑ کر بھاگے۔ بھاگتے بھاگتے کئی پکڑے بھی گئے۔ جو باقی بچ نکلے ان میں علی بن آبان بھی تھا۔

علی بن ابان جس وقت خبیث کے پاس پہنچا ہے، تو شرم کے مارے نظریں نہ ملا سکتا تھا۔ مگر خبیث نے اسے تسلی دی۔ اطمینان دلایا کہ ایسا بھی ہوتا ہے، اور پھر کچھ دن بعد ایک نئی فوج دے کر حکم دیا ایک بار اور قسمت آزمائی کرو۔

علی بن ابان نئے حوصلوں اور نئی اُمنگوں کے ساتھ قلعہ مہدی آیا، جہاں عبدالرحمٰن ٹھیرا تھا۔

یہ قلعہ بہت مضبوط اور محفوظ تھا علی بن ابان نے اس کا محاصرہ کیا تو منہ کی کھائی، اور شرمندگی مٹانے کے لئے بادرود میں مقیم ابراہیم بن سیما پر آن پڑا۔ اس کا حملہ اچانک ہوا تھا۔ اس لئے ابراہیم اور اس کی فوج سنبھل نہ سکی اور منہ پھیر کر بھاگی، مگر دوسرے دن پھر سنبھلی اور اب جو حملہ کیا ہے۔ تو علی بن ابان اور اس کے ساتھی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے اور عیاض کے جنگل میں گھس گئے ابراہیم نے جنگل میں آگ لگا دی، ادھر آگ لگی

، ادھر عبدالرحمٰن نے لپپائی کی راہ پر ہلہ بول دیا، اور

علی بن ابان اور اس کے ساتھیوں کے سارے حوصلے پست ہو گئے۔ جو آگ سے دامن بچا کر بھاگ سکے۔ وہ تو بھاگ گئے۔ باقیوں میں سے اکثر پکڑے گئے۔ ظلم اور بربریت کی سزا پائی۔ علی بن ابان اس بار بھی بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔ خبیث کے پاس جا پہنچا، ایک طرف سے عبدالرحمٰن اور دوسری طرف سے ابراہیم اس کے پیچھے پیچھے خبیث کی چھاؤنی پر حملہ آور ہوئے۔

متواتر کئی مہینوں تک ہنگامہ کارزار گرم رہا۔ مگر کوئی نتیجہ نہیں نکلا مجبوراً دونوں فوجیں واپس ہوئیں، اور زنگی پھر پھیل نکلے۔ بصرہ کو آن گھیرا مگر اس بار بصرہ کے لوگ بہت ہشیار ہو گئے تھے۔ متواتر سترہ مہینے لڑائی سے منہ نہیں موڑا۔ اور نہ بصرہ کے کسی حصّہ پر زنگیوں کو مسلط ہونے دیا۔

خراسان بھی گیا،

اب تک خراسان محفوظ تھا اور اس پر خلافت کا پھریرا لہرا رہا تھا مگر ۲۵۹ہجری میں جب سجستان کے گورنر عبداللہ سنجری نے سجستان سے بھاگ کر خراسان میں پناہ لی۔ اور محمد بن طاہر والیِ خراسان نے یعقوب بن لیث کے مطالبہ پر اسے یعقوب کے سپرد نہیں کیا تو یعقوب ایک بڑی فوج لے کر خراسان پر چڑھ آیا۔ نیشاپور کا محاصرہ کر لیا اور محمد بن طاہر اور اس کے خاندان کے ایک سو ساٹھ افراد کو گرفتار کر کے خراسان کی حکومت پر قابض ہو گیا اور خلیفہ معتمد کو اس مضمون کی ایک عرضداشت بھیج دی،

محمد بن طاہر کے دور میں خراسان کی حالت بہت ابتر ہو گئی تھی اور اس پر علویوں کے قبضہ کا ڈر تھا۔ اس لئے میں نے خراسان کے لوگوں کی دعوت پر خراسان پہنچنا اور اس پر قبضہ کرنا ضروری سمجھا۔

معتمد کے حضور میں جب یہ درخواست پہنچی۔ تو اس کا بہت سخت جواب آیا۔ مگر یعقوب خلیفہ کی طاقت سے آگاہ تھا۔ خط پڑھ کر، پھینک دیا اور زور زور کے قہقہے لگائے۔

خراسان پر قبضہ کے باوجود عبداللہ سجزی ہاتھ نہیں آیا، وہ یہاں سے بھی بھاگ نکلا اور طبرستان کے خود مختار فرمانروا حسن بن زید کے پاس جا پہنچا۔ یعقوب نے حسن بن زید کو بھی لکھا:۔

میرا حریف میرے سپرد کر دو۔

مگر ادھر سے بھی انکار ہوا۔ اور ساتھ ہی ایک بڑی فوج مقابلہ کو آئی۔ دونوں میں سخت لڑائی ہوئی، حسن بن زید شکست کھا کر دیلم بھاگ گیا۔ اور یعقوب نے بڑھ کر ساریہ اور آمل پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور اس طرح اس کی حکومت کا دائرہ طبرستان تک وسیع ہو گیا۔

اور پھر فارس پر حملہ کر کے اسے بھی اپنے دامن میں ڈال لیا۔

یعقوب کی اس دلیری کی خبریں معتمد کو ملیں تو اس نے اپنے بھائی موفق کو اپنا ولیعہد بنا کر، یعقوب کی مزاج پرسی پر متعین کیا۔ ناراضگی کا ایک خط لکھ بھیجا۔ یعقوب خط کے جواب میں ایک

بڑی فوج لے کر بغداد پر حملہ آور ہوا، بغداد سے باہر موفق اور یعقوب میں بڑے زور کی لڑائی ہوئی، یعقوب نے شکست کھائی، اور بہت سا ساز و سامان چھوڑ کر پیچھے کو بھاگا، ابن خلدون کا بیان ہے کہ موفق نے جب یعقوب کی چھاؤنی پر قبضہ کیا ہے تو دس ہزار گھوڑے اور خچر ہاتھ لگے۔ اسی چھاؤنی میں محمد بن طاہر والی خراسان بھی زنجیروں میں جکڑا پڑا ملا، موفق نے اُسے رہائی دی، خلعت عطا کیا اور تالیف قلب کے لئے بغداد کے محکمہ پولیس کی افسری عنایت کی۔ یعقوب شکست کھا کر خوزستان آیا۔ اور جند سابور پر پڑاؤ ڈالا۔

زنگیوں کے سردار نے اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہا، یعقوب کو ایک خط لکھا اور غنیمت کی ہمت نہ ہارو۔ اگر ہماری مدد کی ضرورت ہو تو ہم حاضر ہیں۔ مگر یعقوب با اصول آدمی تھا۔ جواب دیا:۔

میں مسلمان ہوں، اور میری جنگ مسلمان کے خلاف ہے۔
اس جنگ میں تمہاری مدد لینا میری غیرت کو گوارہ نہیں۔

یعقوب کی اس شکست سے فارس کے معزول والی ابن واصل کی پھر ہمت بندھی۔ اس نے فارس پر قبضہ کر لیا اور خلیفہ کو اس واقعہ کی اطلاع لکھ بھیجی، مگر جب یعقوب کو علم ہوا تو اس نے اس کی مزاج پرسی کو ایک فوج بھیجدی۔ یہ فوج فارس پر حملہ آور ہوئی اور ابن واصل کو مار کر فارس سے نکال دیا، مگر جب خراسان

میں خجستانی نے سر اُٹھایا - تو وہ اس پر فتح نہ پا سکا، اور اس طرح بغداد کی ہزیمت کے سبب خراسان ہاتھ سے نکل گیا -

ان ہی دنوں یعقوب نے وفات پائی اور اس کی جگہ اس کے بھائی عمرو بن لیث نے لی -

عمرو بن لیث اور خجستانی میں کئی لڑائیاں ہوئیں - مگر خراسان واپس نہ مل سکا - عمرو بن لیث اور زنگیوں میں بھی کئی جھڑپیں ہوئیں، البتہ جب خجستانی قتل ہوا، اور عمرو بن لیث نے خلیفہ کو ایک عرضداشت روانہ کی جس میں اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کا یقین دلایا تو وہاں سے خراسان، اصفہان، سندھ، سجستان، سرمن رائے کی گورنری کا فرمان پہنچا، اور اس طرح ان دونوں میں مصالحت ہو گئی -

البتہ زنگی راہ پر نہ آئے اور شاہی فوجوں پر کبھی شب خون مارتے، اور کبھی ڈنکے کی چوٹ مقابلہ میں آتے، جب زنگیوں کا فتنہ بہت بڑھ گیا - تو موفق نے اپنے بیٹے ابوالعباس کو ۲۶۶ھ ہجری میں ایک بہت بڑی فوج دے کر ان سے لڑنے بھیجا - ابوالعباس خود تو خشکی کے رستہ چلا، البتہ اپنے ایک سردار ابو حمزہ نصیر کو چند ہزار سپاہ اور سامان رسد کے ساتھ بڑے بڑے جہازوں میں سوار کرایا - یہ جنگی بیڑہ جب دیر عاقول میں اترا - تو زنگیوں کو تیار پایا - فوراً ایک نامہ بر ابوالعباس کی طرف دوڑایا گیا اور اطلاع دی گئی کہ دشمن کی ایک فوج بردودیا - اور دوسری مصر بان میں ڈیرے ڈالے ہے ابوالعباس خبر پاکر تیز تیز چلتا - نصیر کی طرف بڑھا - رستہ میں زنگیوں کے مقدمۃ الجیش سے مڈبھیڑ ہو گئی - ابوالعباس نے اس پر

بہت زور کا حملہ کیا، اور اسے کتنی دور تک پیچھے ہٹا دیا۔ مگر پھر کچھ سوچ کر خود پسپا ہوا۔ زنگی سمجھے ابوالعباس ہمت ہار گیا ہے۔ وہ بڑھ بڑھ کر اور شور مچا مچا کر حملے کرنے لگے۔ اور جب وہ ابوالعباس کی فوج میں کافی آگے تک گھس آئے تو اس نے اپنے ماتحت سپہ سالار نصر کو اشارہ کیا کہ ایک دم حملہ کر دے یہ حملہ اس زور کا تھا کہ زنگیوں کے حوصلے ٹوٹ گئے، اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان کا رخ نہر کی طرف تھا۔ مگر نہر کے کنارے ابوالعباس کے جنگی جہاز کھڑے تھے۔ ابوالعباس نے ایک اونچے ٹیلے پر کھڑے ہو کر انہیں بھی حملہ کا اشارہ کر دیا، سپاہی جہازوں سے نکل نکل کر ان بھگوڑوں پر ٹوٹ پڑے۔ دونوں طرف سے مار پڑی تو ان کی غیرت جاگی۔ لڑے اور اکثر کام آئے، بہت تھوڑے ایسے تھے جو بھاگ کر جان بچا سکے۔ اور ابوالعباس نے واسطہ پر قبضہ کر کے ایک میل کے فاصلے پر چھاؤنی ڈال دی۔

مقدمۃ الجیش کی شکست کے بعد، زنگیوں کے سپہ سالار سلیمان بن موسیٰ بھی پسپا ہو گئے۔ اور نئے حملہ کی تیاریوں میں لگ گئے کچھ دنوں کے بعد سلیمان نے ایک نئی سپاہ مرتب کر لی اور نئی اور پرانی فوج کو تین حصوں میں بانٹ کر ابوالعباس گو نوجوان آدمی تھا، مگر بڑا جری اور حوصلہ مند تھا وہ اس تین طرفہ حملہ سے ذرا نہیں گھبرایا وہ ہر صف میں خود پہنچتا اور حوصلے بڑھاتا۔ صبح سے لے کر دوپہر تک معرکہ کارزار خوب گرم رہا۔ جیسے ہی سورج ڈھلا۔ زنگیوں کی ہمتیں بھی ڈھل گئیں۔ اور ابوالعباس کے ساتھیوں نے انہیں

خوب مارا۔ ہزاروں زنگی میدان میں کھیت رہے ۔ ان کی تمام جنگی کشتیاں گرفتار کر لی گئیں، سلیمان اور جبائی دونوں بھاگ کر خبیث کے پاس پہنچے ۔ اور اپنی ناکامی کے ڈکھڑے رونے لگے۔

ان کے کچھ ساتھی پیچھے رہ گئے تھے ۔ یہ جنگل میں چھپ گئے۔ اور جس رستے سے شاہی فوج واپس ہونے والی تھی اس پر قدم قدم پر گڑھے کھود دیئے اور ان گڑھوں کو گھاس سے بھر دیا۔ ابوالعباس جب لوٹا تو اس کے کئی سوار ان گڑھوں میں گر پڑے۔ ناچار ابوالعباس نے دوسری راہ اختیار کی۔

ابھی اس شکست کو کچھ زیادہ دن نہیں ہوئے تھے ۔ کہ خبیث نے کئی سو بہادر ملاحوں کو حکم دیا ۔ ابوالعباس کے بیڑے پر شب خون ماریں ۔ یہ زنگی کشتیوں میں لدے رات کے وقت، اچانک ابوالعباس کے بیڑے کے قریب آئے، اور کئی کشتیاں کھول کر پھر دریا کے رستے ہی واپس ہوئے ۔ ابوالعباس کو خبر ملی تو اسی وقت تعاقب میں نکلا ۔ اور نہ صرف اپنی کشتیاں چھڑا لیں بلکہ اُن کی کشتیاں بھی چھین لایا۔

سلیمان بن جامع اور علی بن ابان اس شکست کے بعد منصور اور منصیہ میں جا چھپے اور الگ الگ مقابلہ کی تیاری کرنے لگے۔ سلیمان منصور میں چھپا اور ابن ابان منصیہ میں ایک پر ابوالعباس نے حملہ کیا۔

. . . .

. . . . ان حالات کا علم خبیث کو ہوا تو اس نے دونوں کو ملامت کی اور حکم دیا، اکٹھے ہو کر مقابلہ

کریں۔ ادھر اس اجتماع کی خبر موفق کو ہوئی۔ تو وہ بھی بغداد سے چل کر واسط آیا۔ اپنے بیٹے کو شاباش دی، ہزاروں میں خلعتیں تقسیم کیں، اور کچھ دن آرام کر لینے کے بعد ابوالعباس کو ساتھ لے کر منیعہ کی طرف بڑھا، ایک طرف سے ابوالعباس نے حملہ کیا اور دوسری طرف سے موفق نے۔ زنگیوں نے باہر نکل کر مقابلہ کیا، مگر ہار گئے، موفق فاتحانہ شان سے منیعہ میں داخل ہوا۔ جتنے زنگی ملے قتل کر دیئے، شہر پناہ کی دیواریں گرا دیں اور شہر کو لوٹ لیا۔ بے انتہا رسد اور غلہ ہاتھ آیا، کچھ فروخت کر دیا گیا اور باقی فوجیوں کے حصہ میں آیا۔

اس ناکامی کی خبر خبیث کو ہوئی، تو اس نے سلیمان بن جامع کو حکم دیا ہر احتیاط سے کام لے ورنہ اس کا بھی وہی حشر ہوگا جو علی ابن ابان کا ہو چکا ہے۔ اور جیسے ہی موفق منیعہ پہنچا۔ سلیمان بن جامع، اپنے پیچھے دو سپہ سالاروں کو چھوڑ کر خود کہیں بھاگ نکلا۔ موفق صینیعہ آیا۔ صبح سے لے کر شام تک لڑائی ہوئی، رات کے وقت، صینیعہ کے قلعداروں نے امان مانگی، یہیں سے پتہ چلا کہ سلیمان منصورہ میں چھپا ہے، موفق ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو کر منصورہ آیا۔ منصورہ سے دو میل کے فاصلے پر پڑاؤ ڈالا۔ ابھی صبح نہیں ہوئی تھی کہ زنگی مقابلہ میں آ گئے۔ بڑے زور کا رن پڑا، صبح سے لے کر شام تک لڑائی جاری رہی، دونوں طرف سے ہزاروں آدمی کام آئے۔

رات ہوئی تو دونوں فوجیں اپنی اپنی چھاؤنی کو لوٹیں۔ موفق رات بھر خود بھی جاگا اور فوج کو بھی جگایا، اور اسے لے کر پچھلے

پہر ہی، دشمن کی طرف چل کھڑا ہوا، آسمان پر سپیدۂ صبح نمودار ہوئے تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ موفق نے فوج کو نماز پڑھائی - اور پھر حملہ کی اجازت دی - فوج بجلی کے پروں سے بندھی شہر پناہ کی طرف دوڑی - زنگیوں نے شہر کے دروازہ پر کھڑے ہو کر سینہ سپر ہو کر مقابلہ کیا، دوپہر تک بڑے زور کی لڑائی رہی، اور جیسے ہی سورج زوال کی طرف مائل ہوا - زنگی بھی پسپا ہوئے، اور خندقوں کی طرف لوٹے، موفق کی فوج بھی ساتھ ساتھ لگی خندقوں تک آئی، لڑائی کی آگ پھر پہلے ہی کی طرح بھڑک اٹھی، ادھر میدان کارزار گرم تھا، ادھر موفق کا جنگی بیڑہ بھی آن پہنچا، دشمن کی توجہ ادھر نہ تھی سپاہی جلد جلد کشتیوں سے اترے اور شہر میں داخل ہوئے انہوں نے شہر کے ایک حصہ پر قبضہ کر لیا، شہر پناہ کے دروازے پر لڑنے والے زنگی جب ہار کر شہر میں داخل ہونے لگے تو وہاں شاہی فوج کو سیلاب کی طرح بڑھتے پایا - بے چارے پھر باہر کی طرف بھاگے - مگر گھر گئے تھے بری طرح ذبح ہوئے - جو ذبح ہونے سے بچے قید ہوئے سلیمان بن جامع چند مصاحبوں سمیت بھاگ نکلا

ابن خلدون کا بیان ہے کہ دس ہزار کوفی اور واسطی عورتیں اور بچے موفق کے ہاتھ آئے - زنگیوں نے انہیں لونڈی غلام بنا رکھا تھا بے شمار سامان جنگ اور غلہ بھی ملا، سلیمان بن جامع کی بیویاں بہنیں لڑکیاں اور لڑکے بھی گرفتار ہوئے، موفق نے سترہ دن تک یہاں قیام کیا، اس دوران میں شہر پناہ مسمار کر دی اور خندقیں بھروا دیں موفق یہ کام ختم کرنے کے بعد واسط آیا، کچھ دن آرام کیا

سپاہیوں کی تکلیفیں دور کیں اور پھر زنگیوں کے دارالسلطنت خبیث یا مختارہ کی طرف بڑھا۔ اور دو میل دور چھاؤنی ڈالی ،

مختارہ بہت مضبوط شہر تھا ، اس کی فصیلیں آسمان سے باتیں کرتیں ، اور خندقیں تو قطعاً ناقابلِ عبور تھیں اور جا بہ جا بڑے اونچے اونچے برج بنے تھے جن میں ہزاروں سپاہی ، تیروں سے لیس ہو کر بیٹھے تھے۔ اور پتھر برسانے والی منجیقوں کا تو کوئی حساب ہی نہ تھا۔

موفق نے یہ ساری صورتِ حال خود مشاہدہ کی ۔ مگر اس کے باوجود اس کے حوصلے پست نہیں ہوئے ، اور دوسرے دن جیسے ہی سورج طلوع ہوا ، موفق کی فوج دو حصوں میں بٹ کر شہر پناہ کے دامن میں آن پہنچی منجیقیں کھل گئیں اور پہاڑ سامان پتھر اچھال اچھال کر موفق کی فوج پر لڑھکانے لگیں ۔ موفق خود تو پیچھے ہٹ گیا تھا ۔ مگر ابو العباس شاہی بیڑہ کے ساتھ فصیل کے قریب آن پہنچا تھا پتھروں کی بارش شروع ہوئی تو موفق نے اسے بھی پیچھے ہٹنے کا حکم دیا ، ابو العباس پیچھے ہٹا تو اپنے ساتھ زنگی بیڑے کے دو جہاز بھی پکڑ لے گیا ، ان جہازوں کے ملاحوں نے امان مانگی ، موفق نے انہیں امان دے دی اور خلعت سے بھی نوازا ۔ اس عنایت کی خبر زنگی بیڑہ میں پہنچی تو کئی اور ملاح بھی موفق کے پاس آئے اور یہ سلسلہ کچھ اس طرح چلا کہ خبیث کو ڈر پیدا ہوا کہ سارا جنگی بیڑہ موفق کے ساتھ نہ ملجائے اس نے دریا پر پہرے بٹھا دیئے اور بحری بیڑے کے کمانڈر کو حکم دیا ۔ لڑائی چھیڑ دے ۔

لڑائی شروع ہوئی۔ دونوں فوجیں ایک دوسرے پر پتھر اور آگ برسانے لگیں۔ آگ اور پتھروں کے بعد ہتھیاروں کی جنگ شروع ہوئی، دونوں بیڑے ایک دوسرے سے لگ گئے۔ کشتیوں سے کشتیاں اور جہازوں سے جہاز ٹکرانے لگے۔ ایک شور قیامت تھا جو دریا کی سطح پر برپا تھا۔ بہادر سپاہی اُچھل اُچھل کر مخالف کشتیوں پر سوار ہو جاتے اور ایک دوسرے کے خون سے ہولی کھیلنے لگتے۔ یہ کیفیت کئی گھنٹوں تک رہی۔ یہاں تک کہ زنگی بیڑہ نے شکست تسلیم کر لی۔ کمانڈر کچھ کشتیوں کو لے کر بھاگ نکلا، اور باقی نے امان مانگ لی۔

اس بحری جنگ کے بعد نہ موفق نے حملہ کیا اور نہ زنگی ہی مقابلہ میں آئے۔ ایک مہینے تک یہی عالم رہا۔ شعبان کی پندرہ تاریخ ہو گئی تھی اور رمضان سر پر آ گیا تھا، موفق چاہتا تھا رمضان سے پہلے پہلے فیصلہ کُن جنگ کر لے۔ اس لئے اسی تاریخ کو پچاس ہزار فوج کے ساتھ دریا اور خشکی کے رستے سے شہر پر بڑھا، شہر کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور اس قدر سخت ناکہ بندی کی کہ کوئی چیز بھی اندر نہ جانے پائی۔

شہر کے لوگ گھبرا اُٹھے اور چھپ چھپ کر موفق کی چھاؤنی میں پہنچ کر امان مانگنے لگے۔ موفق انہیں امان بھی دیتا اور خلعت سے بھی نوازتا۔

اس کی اس حکمتِ عملی نے خبیث کے بہت سے ساتھی توڑ لئے۔ اور خبیث کے ساتھ بہت تھوڑے آدمی رہ گئے۔ مگر ابھی خبیث

اور موفق میں ایک مضبوط شہر پناہ حائل تھی۔ جسے توڑنا آسان کام نہ تھا۔ موفق نے ایک اور چال چلی، اس شہر کے بالکل سامنے ایک دوسرے شہر کی بنا رکھی۔ فوجی بارکیں محل اور بازار بننے لگے ادہر تعمیر کا کام ختم ہوا۔ اُدہر ملک بھر کے تاجر وہاں آباد ہوئے۔ اس شہر کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا جیسے کبھی کا بنا ہے۔ جب تک شہر کی تعمیر شروع رہی۔ ابو العباس، زنگیوں کے کھوج میں سارے ملک میں آندھی کی طرح پھیل گیا۔ اور جہاں کہیں کوئی زنگی ملا۔ اسے یا تو مار ڈالا۔ یا قید کر لیا۔ مگر محاصرہ ابھی تک جاری تھا۔ رمضان ختم ہوا، اور شوال کے شروع ہفتہ میں جب اندازہ کیا گیا تو پچاس ہزار زنگی موفق کی خدمت میں حاضر ہو کر پناہ مانگ چکے تھے۔

محاصرہ کو طول پکڑتے دیکھ کر خبیث نے علی بن ابان کو پانچ ہزار سپاہی دے کر حکم دیا۔ رات کے وقت جب اندھیرا چاروں طرف پھیلا ہو چپ چاپ دریا کو عبور کر جائے۔ اور پانچ چھ میل کا چکر کاٹ کر اچانک پیچھے سے موفق کی فوج پر حملہ کر دے خبیث کا مقصد یہ تھا کہ ادھر سے علی بن ابان بڑھے اور ادھر سے وہ خود اپنی ساری فوج لے کر موفق پر ٹوٹ پڑے۔ مگر جیسے ہی علی بن ابان نے رات کے پردے میں چھپ کر دریا عبور کیا۔ موفق کے جاسوس موفق کے پاس آن پہنچے اور اس تجویز سے آگاہ کر دیا۔ موفق نے اسی وقت بحری بیڑہ کو حکم دیا کہ دریا کی ناکہ بندی کر لیں۔ اور اپنے بیٹے ابو العباس کو کچھ سپاہ دے کر اس رستہ کے قریب ہی چھپا دیا، جہاں سے علی بن ابان لوٹنے والا تھا۔ علی بن ابان

بے خبری کے عالم میں پہلے تو آگے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ پھر پروگرام کے مطابق لوٹا۔ اور جیسے ہی دریا کے قریب آیا۔ ابوالعباس نے اچانک کمین گاہوں سے نکل کر اس پر حملہ کیا۔ یہ حملہ قطعاً غیر متوقع تھا۔ علی بن ابان کے ساتھی سراسیمہ ہو کر دریا کی طرف بھاگے۔ مگر دریا پر متعین کشتیوں نے انہیں وہیں روک لیا۔

طبری کا بیان ہے کہ جتنی سپاہ علی بن ابان کے ساتھ گئی تھی ساری کی ساری کٹ گئی۔ البتہ علی بن ابان بچ نکلا۔

خبیث کی یہ تجویز بھی ناکام ہو گئی تو وہ ایک اور چال چلا، اپنے دو سپہ سالار رون شبل اور ابو البندی کو دس ہزار سپاہی دے کر حکم دیا۔ شہر کے غربی دروازے سے نکل کر اور کشتیوں میں لد کر موفق پر اچانک حملہ کر دیں مگر یہ خبر بھی جاسوس موفق تک لے آئے، اور جیسے ہی یہ فوج کشتیوں پر سوار ہونے کے بعد خشکی پر اتر رہی تھی۔ موفق کے بحری بیڑہ نے اس پر آگ کی بارش کر دی۔ اور اسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ بڑے زور کی لڑائی ہوئی جا اکثر زنگی مارے گئے۔ چنانچہ انہوں نے امان مانگی۔

یوں ناکامی ہوئی تو خبیث نے علی بن ابان کو حکم دیا شہر کا غربی دروازہ کھول کر لڑائی کی طرح ڈال دے۔ لڑائی شروع ہوئی۔ اور صبح سے لے کر شام تک ہوتی رہی، علی بن ابان کئی بار پیچھے ہٹا، اور پھر تازہ دم فوج کے ساتھ میدان میں اترا۔ مگر شام کے قریب پھر پلٹا۔ وہ پلٹ رہا تھا کہ نہر اتراک کی طرف سے سلیمان بن جامع اپنی تازہ دم فوج کے ساتھ پیچھے کی طرف سے

ابوالعباس پر ٹوٹ پڑا۔ ابوالعباس کے بہت سے ساتھی کام آئے اور وہ شکست کھا کر چھاؤنی واپس آ گیا۔

اس شکست سے زنگیوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے۔ مگر موفق پر کوئی اثر نہیں پڑا، دوسری صبح وہ بڑے حوصلے اور بڑے ارادوں کے ساتھ خود نہر اتراک پر آیا، اسے عبور کیا اور قلعہ کے غربی دروازوں تک جا پہنچا۔ منجنیقیں اس پر پتھر برسا رہی تھیں۔ تیر انداز تیروں کی بارش کر رہے تھے۔ مگر موفق آگے ہی بڑھ رہا تھا یہاں تک کہ اس کے بہادر خندقیں عبور کر کے فصیل پر جا چڑھے اور اس میں کئی سوراخ کر کے شہر میں گھس گئے۔ قدم قدم پر ہولناک لڑائی ہوئی، خود خبیث بھی میدان کارزار میں اترا۔ خبیث کے میدان جنگ میں آنے سے زنگیوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے اور انہوں نے دیر ابن سمعان کے قریب جم کر ایسی زبردست لڑائی لڑی کہ موفق کی فوج آگے بڑھنے سے رک گئی۔ شام ہو گئی تھی اور تاریکی نے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ موفق نے شہر پر قبضہ کئے بغیر واپسی کا حکم دیا، فوج جس راہ آئی تھی اس راہ پلٹی زنگیوں نے لوٹتے وقت کئی آدمی مار ڈالے۔ اور دو کشتیاں غرق کر دیں۔

مگر اس لڑائی کا ایک بڑا فائدہ یہ پہنچا کہ خبیث کے کئی سپہ سالار اور نامی گرامی عہدیدار موفق کے پاس آ گئے۔ اور امان طلب کی۔ موفق نے انہیں امان بخشی کر ابوالعباس کی مصاحبت میں دے دیا۔

اس لڑائی کے بعد دو مہینے تک پھر کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ البتہ پناہ گزینوں کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ ان نئے پناہ گزینوں میں خبیث کا ایک وزیر جنگ جعفر بن ابراہیم بھی تھا۔ جب یہ خبیث سے کٹ کر موفق کے پاس آیا ہے۔ تو موفق نے اسے کشتی میں بٹھا کر فصیل کے قریب بھیجا۔ اور اس کی خوب نمائش کی۔ دو مہینے کے بعد موفق نے فوج کا ایک اور سیلاب مختلف رستوں سے شہر پناہ کی طرف بھیجا، یہ سیلاب، بڑھتا بڑھتا شہر کی حدود تک جا پہنچا فصیل منہدم ہو گئی۔ اور سپاہی فتح کا پھریرا لہراتے شہر میں داخل ہو گئے، مگر زنگی آج بلا کی لڑائی لڑے۔ اور شام ہونے تک۔ جہاں جمے تھے سو وہاں سے ایک قدم پیچھے نہیں ہٹے۔ شام کے قریب شاہی فوج کو مجبوراً واپس ہونا پڑا۔ زنگی آج بھی پیچھے سے اس پر ٹوٹ پڑے اور ہزاروں آدمی مار ڈالے۔

اس بڑی لڑائی کے بعد۔ کئی اور چھوٹی لڑائیاں بھی ہوئیں۔ مگر موفق شہر میں داخل ہونے نہ پایا۔ موفق نے شہر کی سخت ناکہ بندی کر رکھی تھی مگر ابھی تک زنگیوں کو رسد پہنچ رہی تھی۔ موفق نے محاصرہ میں اور شدت برتی اور ایک دن تو خود ساری فوج کو لے کر شہر پناہ پر ٹوٹ پڑا۔ آج وہ پھر شہر میں داخل ہو گیا۔ مگر زنگی سدِ سکندری بن کر کھڑے ہو گئے۔ اور جب شام ہوئی تو موفق کو ناکام لوٹنا پڑا۔ دوسرے دن پھر حملہ آور ہوا۔ مگر شام کو ناکام واپسی ہوئی۔ اسی طرح تیسرے اور چوتھے دن بھی ناکامی ہی ہوئی۔ پانچویں دن موفق کی آدھی سے زائد فوج شہر میں

میں گھس گئی - اور جامع مسجد تک جا پہنچی - موفق بھی ساتھ تھا - اچانک ایک تیر اڑتا ہوا اس کے سینہ پر آن بیٹھا - بڑا سخت زخم آیا - لڑائی بند ہوئی اور چھاؤنی کی طرف واپسی عمل میں آئی -

زخم کافی گہرا تھا - فوری علاج سے کوئی افاقہ نہیں ہوا - لیکن اس خیال سے کہ فوج ہمت نہ ہار دے - موفق دوسرے دن بھی لڑائی میں شریک ہوا - اور سارا دن بڑی پھرتی سے فوج کو لڑاتا رہا - آج کی مشقت نے زخم بگاڑ دیا - اب جو وہ لوٹا ہے - تو زخم کی بہت بری حالت تھی اور پھر تین مہینے تک یہ زخم بھرنے میں نہیں آیا - اس مدت میں لڑائی بند رہی - اور دشمن کو موقع مل گیا کہ شہر پناہ کے ٹوٹے ہوئے حصوں کو دوبارہ بنا لے -

چوتھے مہینے جب موفق کو صحت ہوئی - تو لڑائی کی آگ پھر بھڑکی - دونوں فوجیں تازہ دم تھیں - صبح ہوتی تو موفق کی فوج شہر پناہ پر حملہ بولتی ، اور پتھروں اور آگ کی بارش کے باوجود شہر پناہ سے جا ٹکراتی - مگر جیسے ہی شام ہوتی ناکام لوٹتی -

یہ سلسلہ کتنے ہی دنوں تک چلا - یہاں تک کہ موفق کی سمجھ میں ایک بات آ گئی ، اس نے کشتیوں کا ایک ایسا بیڑا تیار کیا - جس کی چھتوں پر آگ کا اثر نہ ہو سکتا تھا - یہ کشتیاں تیار ہو گئیں تو موفق نے ان میں روغن نفط بھروا کر نفاطوں کو شہر پناہ کے قریب بھیجا شہر پناہ سے آگ کی بارش ہوئی مگر یہ کشتیاں شہر پناہ کے ساتھ ساتھ خبیث اس کے بیٹے اور کئی دوسرے سرداروں کے محلوں تک پہنچ گئیں ، نفاطوں نے آن کی آن میں پچکاریاں ہاتھوں میں

لیں - اور ان میں نفط بھر بھر کر ان محلوں کی دیواروں پر پھینکا -
اور ان سارے محلوں اور ان کے ساتھ کی عمارتوں میں آگ
پھیل نکلی - اور دیکھتے دیکھتے دجلہ کے کنارے کے سارے محل اور
مکان آگ کی نذر ہو گئے - ادھر - آگ لگی تھی اور ادھر موفق کی
فوج شہر میں گھس کر زنگیوں سے لڑ رہی تھی مگر زنگی شکست قبول
کرنے اور راہ دینے کا نام نہ لیتے تھے - کئی دن اسی طرح صبح
سے لے کر شام تک لڑائی ہوتی رہی، مگر کوئی خاص نتیجہ نہ نکلا -
یہی دن تھے کہ موفق بیمار ہوا - اور بیماری سلسے کافی طول کھینچا
وہ جب تک بیمار رہا - لڑائی بند رہی - اور دشمن کو پھر موقع مل
گیا کہ شہر پناہ کے ٹوٹے ہوئے حصوں کو پھر سے بنالے -
صحتیابی کے بعد پھر سے لڑائی شروع ہوئی، اور اس بار زیادہ سخت
ہوئی - زنگیوں نے موفق کی کشتیوں کی آمدورفت روکنے کے لئے
پلوں کے نیچے کے رستے بھاری پتھروں سے بند کر دیتے تھے -
نفاطے یہاں بھی کام آئے - انھوں نے ان پلوں پر روغن نفط پھینک
کر آگ لگا دی اور رستہ صاف کر کے آگے بڑھے - لڑتے
بھڑتے شہر پناہ کے قریب آئے اور منجنیقوں کے ذریعے شہر پناہ
میں چھید کرنے لگے - شہر پناہ پھر ٹوٹی موفق کی فوج پھر اندر داخل
ہوئی - مگر قدم قدم پر زنگیوں نے جم کر مقابلہ کیا اور پہلے کی طرح
جب شام ہوئی تو موفق کی فوج ناکام لوٹی - اور پھر کئی دن
تک یہی عالم رہا، البتہ ان متواتر حملوں سے شہر کا ایک حصہ
بالکل جل گیا اور ہر طرف کھنڈر ہی کھنڈر پھیل گئے - ابھی تک

موفق شہر کے غربی حصّہ تک پہنچ پایا تھا، مشرقی حصّہ، پہلے ہی کی طرح محفوظ تھا۔ اس کے سامنے بھی خندقیں کھدی تھیں، اور شہر پناہ آسمان سے باتیں کر رہی تھی، خبیث غربی حصّہ کی تباہی کے بعد مشرقی حصّے میں جا پہنچا تھا، اور وہیں سے فوج کی کمان کر رہا تھا۔ غربی حصّہ پر قبضہ کرنے کے باوجود خبیث اور اس کے ساتھی مقابلہ میں ڈٹے ہوئے تھے، رسد بند ہوگئی تھی اور وہ آدمیوں کے گوشت پر گزر کر رہے تھے جو سپاہی بھی مرتا ۔ زندہ سپاہی اسے اٹھا لے جاتے، اس کا گوشت پکتا اور خبیث سے لے کر سپاہی تک اسے کھاتے بے لبسی اور بے چارگی کا یہ عالم تھا۔ مگر ان کے حوصلے شکست نہ ہوتے تھے۔ اور جب وقت وہ مقابلہ میں اترتے تو ایسا معلوم ہوتا، جیسے شیر بھیڑوں کے گلے میں ٹوٹ پڑا ہے۔

مغربی حصّے پر قابو پانے کے بعد موفق کی فوج جب مشرقی حصّے کے پل کی طرف بڑھی تو بڑے زور کی لڑائی ہوئی۔ یہ لڑائی صبح سے لے کر دوپہر تک ہوتی رہی۔ شام کے قریب نفاطوں نے اس پل کو بھی آگ کی نذر کر دیا۔ اور خبیث کا بیٹا، اور اس کے کئی مصاحب پانی میں کود گئے۔ اور پھر امان مانگ لی۔

ابن خبیث اور سلیمان بن موسیٰ نے جس وقت امان طلب کی ہے تو خبیث کے چہرہ کا عجیب عالم تھا۔ معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ سارے عالم کو جلا دینے پر تل گیا ہے۔ وہ فوج کو لے کر آگ کی طرح اٹھا اور موفق کی فوج پر شعلوں کی طرح لپکا۔ اس دن

بڑے زور کی لڑائی ہوئی - اور یہ سلسلہ شام تک چلا - دوسرے دن موفق نے نئے انداز اور نئے سامان سے حملہ کیا، ابوالعباس کو ڈیڑھ سو کشتیاں، اور دس ہزار سپاہی دے کر شہر کی مشرقی جانب بھیجا - اور خود مغربی جانب سے ہوتا ہوا شہر کی طرف بڑھا - خبیث چاروں طرف سے گھر گیا تھا - اس کے ساتھی آج بھی خوب لڑے مگر موفق خبیث کے محل تک پہنچ گیا، اس کے گھر کی بیس عورتیں اور بچے گرفتار کر لئے - اور سارا محل لوٹ لیا - خبیث یہاں سے بھاگ کر مہبلی کے قلعے میں جا چھپا تھا - موفق کی فوج نے اس کا تعاقب کیا اور مہبلی کے قلعہ پر بھی بڑی سخت لڑائی کے بعد قبضہ کر لیا، خبیث وہاں سے بھی بھاگ نکلا - اور فوجیوں نے مہبلی کے قلعہ کو لوٹ کر اس میں آگ لگا دی - پھر شام ہو گئی - اور موفق کو پھر لوٹنا پڑا، اور اس طرح کشتی اور شاہیں آئیں، اور خبیث نے ہتھیار نہیں رکھے، وہ ایک قلعے سے دوسرے قلعے اور دوسرے سے تیسرے میں بھاگ جاتا رہا، یہاں تک لولو ز ایک نئی فوج کے ساتھ آن پہنچا لولوز نے بڑی ہمت سے کام لیا اور دوسرے ہی دن شہر کے مشرقی حصہ پر قبضہ کر لیا - خبیث یہاں سے بھی بھاگا، اور نہر سفیانی کے کنارے بنی ہوئی آبادی میں جا چھپا، کئی دن اور لگ گئے - قدم قدم پر زنگی جم کر لڑے مگر آخر صفر ۲۷۰ھ ہجری میں خبیث لڑتا ہوا مارا گیا اور اس طرح اتنی بڑی لڑائی ختم ہوئی،

خبیث نے رمضان ۲۵۵ھ ہجری میں خروج کیا تھا - اور

جب وہ مرا ہے تو اسے حکومت کرتے چودہ سال اور چار مہینے ہو چکے تھے۔

یہ ایک بڑی فتح تھی، موفق نے اس کے بعد کئی دن تک جشن کئے۔ سرداروں اور سپاہیوں کو بڑے بڑے انعام دیئے۔ خلعتیں عطا کیں، اور اس شہر سے جو کچھ لوٹا تھا، ان میں بانٹ دیا۔ یہ شہر زنگیوں کے مستقر ہونے کی وجہ سے بہت مالدار تھا، زنگی تمام اطراف واکناف کے شہروں کا سامان اور دولت لوٹ کر یہیں لے آئے تھے۔ اس لڑائی میں کافی سامان آگ کی نذر ہوا۔ پھر بھی بہت سا بچ نکلا تھا۔

زنگیوں نے چودہ سال کی مدت میں پچاس ساٹھ ہزار سے زائد مسلمان عورتیں پکڑ لی تھیں، اور ان میں سے اکثر اسی شہر میں تھیں۔ اس فتح سے یہ عورتیں انہیں واپس مل گئیں۔

اندازہ کیا گیا ہے کہ اس لڑائی میں تین لاکھ زنگیوں نے حصّہ لیا، جن میں سے ایک لاکھ کے قریب امان پا گئے۔ باقی قتل ہوئے خبیث مہبلی اور دو ایک اور بڑے زنگیوں کے سوا لڑائی کے آخر تک قریب قریب تمام بڑے سپہ سالار اور دوسرے عہدیدار موفق سے آن ملے تھے اور فتح کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی تھا۔

اس جنگ میں موفق اور اس کے بیٹے ابو العباس نے جس تدبر جس ہمت اور جرأت سے کام لیا ہے۔ اس کی مثالیں بہت کم ملتی ہیں۔

معتمد کی بے چارگی

زنگیوں کے استیصال کے سلسلہ میں جو واقعات پیش آتے - اور جس طرح موفق نے اس مہم کو سر کیا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اب موفق ہی سب کچھ تھا - اور معتمد کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہ گئی تھی - پہلے ترک سپہ سالار اسے اپنے اشاروں پر نچاتے ، اور اب موفق جو چاہتا کرتا - گورنروں کا تقرر ، تنزل اور عزل و نصب، فوجوں کی روانگی ، ان کی تنخواہیں ، علمار کے وظیفے اور اسی قسم کے تمام دوسرے مسائل براہ راست موفق ہی سے متعلق تھے ، اور معتمد محض خانہ پری ہی کر رہا تھا - اس کی حیثیت تو اتنی بھی نہ تھی ، کہ خزانہ سے اپنے لئے کوئی رقم نکلوا سکتا - جب تک موفق سامرا میں تھا - وہی دربار کرتا - وہی انعامات تقسیم کرتا - جن دنوں وہ زنگیوں سے لڑ رہا تھا - معتمد نے موقعہ غنیمت جانا - اور چند مصاحبوں کو ساتھ لے کر شکار کے بہانہ سے مصر کی طرف بڑھا -

مصر کے گورنر ابن طولون نے اسے مصر آنے کی دعوت دی تھی - اس دعوت کا منشا اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ معتمد کو مصر میں رکھ کر اس کی طرف سے عالم اسلام پر حکومت کرے - اس سفر کی خبر نامہ بروں نے موفق کو بھی دے دی تھی اور اس نے موصل اور جزیرہ کے گورنر ابن کنداج کو حکم بھیج دیا تھا کہ معتمد جیسے ہی وہاں آئے اسے سامرا واپس کر دے اور اگر وہ نہ مانے تو اسے گرفتار کرے - اس وقت موفق کا طوطی بول رہا تھا - اس لئے ابن کنداج

نے اس کے حکم کو حکم خداوندی سمجھا اور جیسے ہی معتمد موصل پہنچا۔ ابن کنداج کو استقبال کے لئے مصر جانے والی راہ پر کھڑا پایا۔ ابن کنداج نے آگے بڑھ کر معتمد کے ہاتھ چومے۔ اور آج یہیں قیام کرنے اور اسے مہمانی کا شرف بخشنے کی درخواست کی۔ یہ دعوت بظاہر اخلاص پر مبنی تھی، معتمد نے اسے قبول کر لیا۔ اور وہیں ٹھیر گیا۔

ابن کنداج کی طرف سے، بہیں انواع واقسام کی کھانے کی چیزیں آگئیں۔ کھانا کھایا جا چکا تو ابن کنداج نے اس سفر کے موضوع کو چھیڑا اور مصر جانے کی برائیاں بیان کیں، معتمد کے مصاحب اسی نشہ میں تھے کہ وہ خلیفہ وقت کے ساتھی ہیں، اس لئے خوب بڑھ بڑھ کر باتیں بنائیں ابن کنداج نے ان کو ترکی بہ ترکی جواب دیئے۔ بحث طول پکڑ گئی اور تو تو میں میں تک نوبت آگئی۔ یہ کیفیت ابن کنداج کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ اس نے بحث کرنے والوں سے درخواست کی۔

خلیفہ کے حضور اس قسم کا جھگڑا ہم لوگوں کو زیب نہیں دیتا۔ بہتر ہے ہم لوگ کسی دوسری جگہ چل کر بحث کریں۔

معتمد کے مصاحب مان گئے۔ اور ابن کنداج انہیں اپنے خیمہ میں لے گیا۔ وہاں پہنچتے ہی ابن کنداج کی سپاہ نے خیمہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ باغی سرداروں کو ہتھکڑیاں پہنا دی گئیں۔ اور ابن کنداج انہیں اسی عالم میں معتمد کے پاس لایا اور معتمد کو سمجھایا، بھائی کو چھوڑ کر مصر نہ جائیے۔ معتمد نہیں مانا۔ تو ابن کنداج نے

اسے بھی گرفتار کر لیا اور سامرا واپس لے آیا۔

زنگی فتنہ کے استیصال کے بعد جب موفق مدینۃ السلام واپس آیا۔ تو اس نے ابن کنداج کو خلعت فاخرہ عطا کیا۔ اور تمام اختیارات حسب سابق اپنے ہاتھ میں لے لیے۔

اس سال خلافت کے محل کو گرتے دیکھ کر ایک لاکھ رومی اسلامی سرحد میں داخل ہوئے، موفق کی طرف سے یازمان نے ان کا رستہ روکا۔ اور رات کے وقت ان پر چھاپہ مار کر ان کی جمعیت پریشان کر دی۔ اور ایسی شکست دی کہ وہ سونے کی مقدس صلیبیں تک پیچھے چھوڑ گئے۔ پندرہ ہزار گھوڑے۔ پورے سازو سامان کے ساتھ مرصع تلواریں۔ سونے چاندی کے برتن۔ دس ہزار ریشمی جھنڈے، بہت سے ریشمی کپڑے، سمور کے لحاف بھی مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ طبری کا بیان ہے کہ اس لڑائی میں ستر ہزار رومی قتل ہوئے۔ باقی میں سے کچھ بھاگ نکلے اور کچھ قیدی بنے۔

انہی دنوں مصر کے والی ابن طولون کا انتقال ہوا اور اس کی جگہ اس کے بیٹے خمارویہ نے لی۔

ابن کنداج نے موقع کو غنیمت سمجھا۔ اور شام پر حملہ کر کے انطاکیہ۔ حلب اور حمص پر قبضہ کر لیا۔ خمارویہ نے ابن کنداج سے لڑنے کے لئے کئی دفعہ فوجیں بھیجیں۔ ابن کنداج نے ان سے لڑائی تو چھیڑ دی، مگر رفتار بہت سست رکھی۔ اور کئی تیز رو قاصد موفق کی طرف دوڑائے، اور امداد طلب کی۔ موفق نے ابوالعباس کو اس کی امداد پر بھیجا۔ ابوالعباس جب دقت شیرز پہنچا

نہیے تو خمارویہ کی فوج شیرز کا محاصرہ کئے تھی۔ ابوالعباس نے اس پر رات کے وقت اس طرح اچانک حملہ کیا کہ وہ سنبھل تک نہ سکی۔ بہت سے آدمی مارے گئے۔ صرف چند بچے اور دمشق کی طرف بھاگے ابوالعباس نے ان کا تعاقب کیا اور دمشق پہنچ کر ان سب کو قید کر کے جلاوطن کر دیا۔

خمارویہ اب خود مقابلہ میں آیا۔ رملہ کے قریب اس میں اور ابوالعباس میں مقابلہ ہوا، ابن کنداج اور ابن ابوالساج کی فوجیں ابوالعباس کے ساتھ نہیں تھیں، پھر بھی وہ جیتا اور دشمن کا تعاقب کرتا ہوا اس کی چھاؤنی میں آن پہنچا - اس کی فوج فاتح تھی اور فاتحوں کی طرح۔ خمارویہ کی لشکر گاہ کو لوٹ رہی تھی کہ اچانک خمارویہ لوٹا اور غفلت کے عالم پر اس پر ٹوٹ پڑا فتح شکست میں بدل گئی -

ابوالعباس جان بچا کر بھاگا - اس کے بہت سے ساتھی کام آئے - ابوالعباس یہاں سے بھاگ کر دمشق آیا۔ مگر دمشق کے لوگوں نے اسے شہر میں داخل ہونے نہیں دیا۔ وہاں سے وہ طرطوس پہنچا۔ اور خمارویہ کی فوجیں شام کے سارے علاقہ میں پھیل گئیں - اور موفق اور ابوالعباس دونوں کا نام خطبہ سے خارج کر دیا۔

ابوالعباس طرطوس میں تھا کہ وہاں کے لوگوں کو بھی بغاوت کی سوجھی ابوالعباس اور اس کے ساتھیوں کو زبردستی شہر سے نکال دیا اور مازیار یا یازمان کو اپنا حاکم بنا لیا۔ مازیار نے خمارویہ سے مصالحت کر لی اور اس کے نام کا خطبہ پڑھنے لگا۔

ابوالعباس نے بھاگ کر بغداد میں پناہ لی، اور اس طرح مصر،

شام اور طرطوس خلافت کے دائرہ سے مستقل طور پر باہر نکل گئے
پھر مدینہ میں فساد ہوا، نوسیدوں نے مدینہ پر قبضہ کرلیا -
اور عجیب طوفان مچایا - متواتر ایک مہینہ تک مسلمان جمعہ کی نماز
تک پڑھ نہ سکے - بہت سے مدنی قتل ہوئے اور جو بچ گئے مدینہ
چھوڑ کر بھاگ نکلے -

پھر سامرا میں فساد ہوا - قید خانوں کے دروازے ٹوٹے - مکانات
لٹے، پھر موصل میں فتنہ کی آگ بھڑکی اور خارجی، اس شہر میں زبردستی
داخل ہو کر اس پر مسلط ہو گئے - پھر ابن کنداج اور محمد بن ابی الساج
میں چلی - ۲۷۸ھ ہجری میں موفق نے ابوالعباس کو قید کر دیا -
اور خود سخت بیمار پڑا - اس کی بیماری کے عالم میں مدینۃ السلام میں
فوج دو حصوں میں بٹ گئی - اور لڑائی کی آگ بھڑک اٹھی - اور
جب کسی نے موفق کی موت کی افواہ اڑا دی - تو یہ ہنگامہ اور
بھی بڑھا، موفق کے نائب ابوالصقر اور اس کے تمام ساتھیوں کے
محل لوٹ لئے - اور ان میں آگ لگا دی -

مگر موفق مرا نہیں تھا - زندہ تھا، محض بے ہوش ہو گیا تھا - اس
کے خادموں نے جو ابوالعباس کے خیر خواہ تھے اس کی بے ہوشی سے
فائدہ اٹھایا، اور ابوالعباس کو رہا کر کے باپ کے پلنگ کے پاس
لے آئے - موفق نے کچھ دیر بعد آنکھیں کھولیں تو بیٹے کو سینہ سے لگا
لیا - اور خلعت سے نوازا - کچھ دن بعد موت سچ مچ آ گئی -

ابوالعباس نے باپ کی جگہ لی - اور خلافت کے تمام کام اس
کے سپرد ہو گئے - معتمد گو ابھی تک خلیفہ تھا - مگر بے بسی اندر

بے چارگی کی وہی حالت تھی جو موفق کے وقت تھی ۔ اور اسی بے چارگی کے سبب اسے اپنے بیٹے کو معزول کر کے ابوالعباس کو اپنا ولیعہد بنانا پڑا۔

ایک نیا فتنہ

خورستان کا ایک شخص جسے لوگ احمد بن محمد کہتے کوفے کے ایک گاؤں نہرین میں رہا کرتا تھا، یہ کھجور کے پتوں سے چٹائیاں بُنتا اور سارا دن نماز پڑھتا رہتا، گاؤں کے لوگ اس کے زہد کی وجہ سے اس کے پاس آن بیٹھتے، اور وہ اُنہیں دین کی باتیں سکھاتا۔

پہلے پہل اس نے ان پر اپنا عقیدہ ظاہر نہیں کیا، ان کو اپنے سے قریب کرتا رہتا، لیکن جب لوگ اس سے مانوس ہو گئے۔ تو ان سے کہنے لگا۔ میں نبی ہوں اور مجھے الہام ہوتا ہے۔ میں ہی عیسیٰ ہوں، میں ہی کلمہ اور میں ہی رُوح القدس ہوں، نماز چار رکعت ہیں دو رکعتیں طلوعِ آفتاب سے پہلے اور دو غروب کے بعد۔

اذان یہ ہے،

اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ، اشہد ان لا الٰہ الا اللہ

اشہد ان آدم رسول اللہ، اشہد ان نوحاً رسول اللہ اشہد ان ابراہیم رسول اللہ، اشہد ان موسیٰ رسول اللہ۔ اشہد ان محمد رسول اللہ اشہد ان محمد بن احمد حنیفہ رسول اللہ۔

رمضان کے صرف دو دن کے فرض ہیں ایک مہرجان کے دن، اور

نہ دوسرے نوروز کا۔ تاڑی حرام ہے اور شراب حلال ہے۔ جنابت کا غسل ضروری نہیں ہے۔ وضو کافی ہے، درندے اور گوشت خور پرندے حرام ہیں۔ اس احمق کو اپنے جیسے بے شمار احمق مل گئے۔ اور اس کا عقیدہ کوفے کے کئی دیہات میں پھیل گیا۔ اور ایک وقت وہ آیا کہ ایک لاکھ آدمی اس کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے۔

خلافت پھر سنبھلی

معتضد باللہ

۲۷۹ھ ہجری میں معتمد نے وفات پائی، کہا جاتا ہے۔ اس نے ۱۹ رجب کو دوشنبہ کی رات خوب شراب پی۔ اور اتنا کھایا کہ بد ہضمی ہو گئی، اور اسی رات مر گیا، تیئس سال اور چھ دن خلافت کی عبا پہنی۔ وہ رات کے آخر وقت میں مرا، صبح کو ابوالعباس کی بیعت ہوئی، خلیفہ بنتے ہی اس نے پچھلے عہدیدار بدل ڈالے، اپنے غلام بدر کو انسپکٹر جنرل پولیس کا عہدہ دیا۔ عبداللہ بن سلیمان وزیر مقرر ہوا۔ محمد بن شاہ میکائیل کو محافظ دستہ کی افسری ملی، اور صالح حاجب بنا۔

معتضد جس زمانہ میں شہزادہ تھا۔ خماریہ نے اسے سخت شکست دی تھی، معتضد تخت نشین ہوا تو خماریہ کو اپنی اس گستاخی پر بہت افسوس ہوا اور اس نے بہت سے تحائف بھیج کر معذرت کی، یہ تحائف بیس خچروں پر لدے تھے، بیس عمدہ نسل کے گھوڑے۔ جن پر چاندی کی زینیں کسی تھیں اور ان کے اوپر بیس غلام عمدہ لباس پہنے اور چاندی کے نیزے لئے سوار تھے، ستر گھوڑے، خالص

مصری نسل کے تھے - جن میں سے پانچ پر سونے کی زینیں اور جھالریں پڑے تھے اور بارہ پر چاندی کی زینیں اور جھالریں تھے - سینتیس گھوڑے ، اور تھے جن پر وہ جھولیں پڑی تھیں ، جن کے ساتھ کبھی نہ کبھی بڑے آدمی کا نام وابستہ تھا - اس کے سوا پانچ اعلیٰ درجہ کے خچر چاندی کی زینوں اور جھالروں کے ساتھ تھے -

سات سرکردہ مصاحب ، اس سفارت کے ساتھ آئے - اور ایک پیغام بھی لائے ، اگر امیرالمومنین اپنے صاحبزادے کے لئے میری بیٹی کا رشتہ قبول فرمائیں تو بندہ بہت ممنون ہوگا -

ابوالعباس نے جواب دیا :-

میرے بیٹے کی عمر بہت تھوڑی ہے - اس کے بجائے

میں حاضر ہوں -

خمار یہ تعلق چاہتا تھا خواہ بیٹے کے ذریعہ ہوتا یا باپ سے - اس نے یہ تجویز مان لی اور بیٹی کو بے شمار جواہرات ، سونے چاندی ، اور ریشمی ملبوسات کے ساتھ بغداد بھیج دیا -

حرا جب بغداد آئی تو اسی دن بغداد کے دونوں جانب میں منادی کرادی گئی کہ کوئی شخص دجلہ عبور نہ کرے ، نہ کشتی میں سوار ہو ، ساحل سے متصل جتنے راستے تھے وہ سب بند کردیئے گئے - ان رستوں پر ہر طرف قناتیں لگادی گئیں ، اور سخت پہرہ بٹھا دیا گیا کہ کوئی ساحل تک آنے نہ پائے - اس قدر پہرہ داری کے باوجود حرا بیگم کو رات کے وقت کشتیوں میں سوار کراکر ایوان میں پہنچایا گیا - اگلی رکاب میں پچاس دوسری خوبصورت باندیاں بھی آئیں ، یہ ایک رشوت تھی جو مصر

نے معتضد کو دی - اور گویا اس طرح مصر اور شام کے علاقے ہر قسم کے خطرہ سے بچا لیئے۔

یعقوب کے بھائی عمرو بن لیث نے جو طبرستان - اور فارس کا والی بھی تھا - . . . . . . مصر کے والی کی پیروی کی اور خراسان کی ولایت کا پروانہ طلب کیا معتضد نے یہ پروانہ بڑی خوشی سے اسے بھیجا - اور کئی جھنڈے بھی عطا کئے۔

معتضد کی تخت نشینی گویا ایک نیک فال تھی وہ چونکہ خود کئی فوجی مہمیں سر کر چکا تھا - اور کئی بار فوج کی قیادت کی تھی اس لئے۔ اس کی حالت اس کے پیش رو خلفا جیسی نہ تھی - اس کے ہاتھ میں پوری قوت تھی، وہ اپنا ہر کام خود کرتا - درباری اس کی رائے کی مخالفت کرنے کی ہمت نہ رکھتے - اور سپاہ تو اسی کے نام پر جان دیتی تھی - جہاں کوئی نیا فتنہ سر اٹھاتا - وہ بہادر سپہ سالار کی طرح دن رات سفر کر کے وہاں جا پہنچتا - تخت نشین ہوتے ہی بنی شیبان کی بغاوت کی خبر آئی، معتضد نے صالح کو اپنا نائب بنا کر پیچھے چھوڑا اور خود دن رات سفر کرتا جزیرہ پہنچا - اور بنی شیبان پر اس زور کے حملے کئے - کہ ان کی ساری شوخی ختم ہو گئی، بہت سے بنی شیبان مارے گئے - معتضد نے ان کی بکریاں اور اونٹ پکڑ لیئے طبری کا بیان ہے کہ غنیمت میں اتنی بکریاں اور اتنے اونٹ ملے - کہ ایک ایک بکری ایک ایک چونی کو اور اونٹ ایک ایک روپیہ کو بکا، معتضد کی اس کامیابی اور اس مستعدی کی خبر ساری قلمرو میں پھیل گئی - اور تمام صوبوں کے گورنر چوکنے ہو گئے۔

دوسرے سال معتضد جبل روانہ ہوا۔ رے۔ قزوین، زنجان، ابہر، قم، ہمدان، ہوتا ہوا بغداد واپس آیا۔ اس سفر میں اس نے عوام کو خود سے قریب کرنے اور ان کے دلوں میں اپنی محبت ڈالنے کی خوب کوشش کی۔

چند مہینے بعد وہ پھر موصل پہنچا۔ اسے خبر ملی تھی کہ کردوں کا سردار حمدان خارجیوں سے رغبت رکھتا ہے۔ معتضد جس وقت موصل آیا۔ تو موصل کے نواح کے کردوں نے قسم کھائی کہ معتضد کے سامنے سر نہیں جھکائیں گے۔ مگر معتضد جب ان کے سر پر آن پہنچا اور اس کی فوج کی تلواریں ان کا خون چاٹنے لگیں۔ تو وہ ہمت ہار گئے۔ اور اطاعت قبول کر لی۔ حمدان اپنے قلعہ مارو ین میں جا چھپا، معتضد وہاں بھی پہنچ گیا تو حمدان اپنے بیٹے کو وہاں چھوڑ کر خود کسی اور جگہ جا چھپا۔ پہلے دن حمدان کے بیٹے نے بڑی سخت لڑائی کی مگر جب دوسرا دن ہوا تو وہ مقابلے سے باز رہا۔ آج معتضد خود فصیل پر چڑھ کر حمدان کے محل کے دروازہ پر جا پہنچا۔ اور حمدان کے بیٹے کو پکارا۔ حمدان کا بیٹا جھروکے میں آیا اور عرض کیا حاضر ہوا آقا ارشاد فرمایئے۔ معتضد مسکرایا حکم دیا۔ دروازہ کھول دے، حمدان کے بیٹے نے دروازہ کھول دیا۔ معتضد خود قلعے کے دروازہ پر بیٹھ گیا، اور فوج کو حکم دیا سارا سامان باہر نکال لے، سامان باہر نکل آیا۔ تو قلعہ کو منہدم کرا دیا۔ حمدان کے بیٹے کو ساتھ لے کر حمدان کا تعاقب کیا، اور اسے پکڑ کر خوب گوشمالی کی۔

معتضد جس وقت پہنچا تو وہاں کے کرد سردار نے دس ہزار

آدمیوں کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا، معتضد نے اسے بھی شکست دی۔ اور اس کا قلعہ بھی گرا دیا۔

ان فتوحات کے بعد معتضد بغداد لوٹا، اور اس کی دھوم ہر طرف مچ گئی۔

کچھ دن بعد الجبل میں پھر کچھ انتشار نظر آیا، تو معتضد ہر کام چھوڑ کر ادھر بڑھا۔ تیز رفتاری سے چلتا۔ کرج پہنچا، ابن ابی دلف کا روپیہ اپنے قبضہ میں کیا۔ اور اس کے قائم مقام عمر بن عبدالعزیز کو حکم دیا، اپنے باپ کے جواہرات بھی شاہی خزانہ میں داخل کر دے عمر بن عبدالعزیز نے حکم کی تعمیل کی۔ اور جواہرات لے کر حاضر خدمت ہو گیا۔ معتضد نے اسے اس کے باپ کی جگہ مستقل کر دیا۔ اور خود بغداد واپس آ گیا۔

معتضد کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ حضرت علیؓ کی اولاد کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کرتا تھا۔ اس نے ان میں سے کئی ایک کے وظائف مقرر کیے۔ اور کئی کو اونچی اونچی ملازمتیں دیں۔

۲۸۱ھ ہجری میں طبرستان کے محمد بن زید علوی نے بغداد کے محمد بن ورد کے پاس بتیس ہزار دینار بھیجے کہ وہ ان دیناروں کو مستحق سادات اور محمد بن زید کے اعزا میں بانٹ دیے۔ ایک جاسوس نے جو معتضد کے دل کا حال نہ جانتا تھا، معتضد کے خاص خادم بدر سے اس شاعرہ کی چغلی کھائی۔ بدر پولیس کا اعلیٰ افسر تھا، اس نے محمد بن ورد کو پکڑ کر بلایا اور بازپرس کی، محمد بن ورد نے جواب دیا، محمد بن زید اسی طرح ہر سال بتیس ہزار دینار بھیجتا ہے۔ جو ہر سال مستحقین کو بانٹ

دیتے جاتے ہیں۔

بدر معتضد کے پاس آیا معتضد نے بدر کو ڈانٹا۔ کہ یہ کیا بے ہودگی ہے۔ محمد بن سدد کو رہا کر دو۔ دینار اسے دے دو۔ اور آئندہ کے لئے اس سے کہدو کہ وہ محمد بن زید کو لکھ دے کہ چوری چھپے کچھ بھیجنے کی بجائے علانیہ بھیجے، اور خود وہ اس روپے کو علانیہ بانٹے۔ اور جس کو چاہے دے۔ ہماری طرف سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔

بے چارے خمارویہ نے معتضد سے بیٹی بیاہ کر چاہا تو تھا کہ مصر پر حکومت کرے گا۔ مگر بدنصیبی آڑے آئی اور اس کے ایک غلام نے اسے ذبح کر دیا۔ اس کی جگہ اس کے بیٹے نے لے لی۔ مگر مصر کے کردوں نے اس کے خلاف بغاوت کر کے اس کے چچا کو حکومت سونپ دینے کا مطالبہ کیا۔ مگر ابن خمارویہ نے اپنے دونوں چچاؤں کو ذبح کر کے ان کے سر باغی کردوں میں پھنکوا دیے، کرد بگڑ گئے محل پر حملہ کر کے ابن خمارویہ کو مار ڈالا، اور اس کے بھائی ہارون کو تخت پر بٹھا دیا۔ ہارون بہت سمجھدار آدمی تھا۔ اس نے کردوں کے دل اپنی مٹھی میں لے لئے اور پھر معتضد کو لکھا۔ آپ مصر اور شام کے علاقے مجھے ٹھیکہ پر دے دیں۔ چار لاکھ دینار سالانہ ٹھیکہ طے ہوا اور عواصم، طرسوس اور قنسرین خلافت کو دے دیئے گئے۔

معتضد نے بغداد کی حالت پر قابو پانے کے لئے ایک اور تدبیر کی، تمام قصہ گوؤں، رمالوں، منجموں، مداریوں اور تماشہ کرنے والوں کو شہر سے نکال دیا۔ یہاں تک کہ مساجد میں بعض فقہا کو بھی حکم دیا کہ وہ عوام کی جماعتوں کو اپنے پاس نہ آنے دیں۔ اور نہ لوگوں کو مساجد

میں بیٹھ کر خوش گپیاں کرنے دیں۔ جن لوگوں نے شور مچایا۔ اُن کی پیٹھوں پر کوڑے برسائے۔ اس طرح شہر کی حالت بہت سدھر گئی۔

اور جب رملہ میں شور اُٹھا اور وہاں کے حاکم نے بغاوت کی تو معتضد راتوں رات بغداد سے نکلا، اڑتا ہوا رملہ پہنچا، اور سخت لڑائی کے بعد رملہ پر فتح پائی۔ اس سے نہ صرف رملہ کا علاقہ بغاوت سے بچ نکلا۔ بلکہ قلمرو کے دوسرے حصّے بھی ہر قسم کے فساد سے محفوظ ہو گئے۔ اور معتضد کی حکومت بہت مضبوط ہو گئی۔ رملہ کی فتح کا ایک نتیجہ اور بھی نکلا۔ عمرو بن لیث نے عقیدت کا خوان سجا کر معتضد کے حضور بھیجا۔ چالیس لاکھ درہم، بیس گھوڑے، سونے چاندی کے زینوں والے، ڈیڑھ سو دوسرے اعلیٰ نسل کے گھوڑے، بہت سے ریشمی کپڑے خوشبوئیں اور بازو تنگر ے اس خوانِ عقیدت پر سجے تھے۔ اور یہ عمرو بن لیث بھی زیادہ دن جی نہیں سکا، اس نے آپ اپنی موت مول لی۔ ماوراء النہر کے والی اسماعیل سے اس کا یہ ملک چھیننے کے لئے اس کی طرف بڑھا۔ حالانکہ اسماعیل نے اس سے درخواست بھی کی، آپ ایک بڑی ریاست کے والی ہیں، آپ اس چھوٹے سے ٹکڑے کو میرے لئے رہنے دیجئے۔ مگر عمرو بن لیث نے اس کی درخواست پر کان نہیں دھرے اور تیز تیز قدم اُٹھاتا بلخ پہنچا۔ اسماعیل نے بلخ آنے والی تمام راہیں بند کر دیں، اور کوئی چیز پہنچنے نہ دی۔ اور جناب عمرو کا محاصرہ کچھ اس طرح کیا کہ حضرت کو چھٹی کا دودھ یاد آ گیا، اور اب مصالحت کی سوچنے اور واپس جانے کی اجازت مانگنے

لگے ۔ مگر اسمٰعیل اپنے اُجڈ پہاڑیوں کو چاروں طرف سے پھیلائے ۔۔۔ پھانسی کے پھندے کی طرح حضرت پر لپکا ، اور نہ صرف حضرت بلکہ حضرت کی فوج کے ایک ایک آدمی کا گلا گھونٹ کر مار ڈالا ، ، اور یوں معتضد کے زمانہ کی دو بڑی قوتیں دم توڑ گئیں ۔

قرامطہ نے زور پکڑا

البتہ ایک اور قوت زور پکڑ گئی اور یہ بدنہاد قرامطہ تھے ۔ وہی احمق گروہ جو چٹائیاں بننے والے ایک احمق کو نبی مانتا تھا ۔ حماقت کی پوٹ کو طاقت کے چوپائے کے سر پر رکھ کر خرمستیاں کرنے لگا ، ، ابوسعید جنابی اس کا سرگروہ تھا ۔ یہ اپنے مستقر سے چل کر بصرے کے قریب آن پہنچے اور بستیاں لوٹنے اور عوام کا قتلِ عام کرنے لگے ۔ معتضد کو اس فتنہ کی خبر ملی تو اس نے عباس کو کچھ سپاہ دے کر بصرے بھیجا ۔ بصرے کے قریب ان دونوں میں جنگ ہوئی ، عباس کے بہت سے ساتھی کام آئے ۔ اور وہ خود اور سات سو ساتھی گرفتار ہوئے ، جنابی نے جسے شرافت چھو تک نہ گئی تھی ان سات سو مسلمانوں کو پہلے قتل کیا ، اور پھر ان کی نعشیں جلا ڈالیں اور عباس سے کچھ لے کر اسے رہا کر دیا ۔

عباس جس وقت بغداد پہنچ کر معتضد کے حضور حاضر ہوا ، تو معتضد کو اس شکست سے بہت دکھ پہنچا اور اس نے اپنے خادم بدر کو حکم بھیجا کہ قرامطہ کی سرکوبی کرے ۔ بدر ان دنوں رود میسان کے قریب ڈیرے ڈالے تھا ۔ معتضد کا حکم پہنچا ۔ تو اس علاقہ کے قرامطہ پر ٹوٹ پڑا ۔ اور ان میں سے بہت سے آدمی مار ڈالے اور پھر شبل کو حکم دیا ، کوفہ کے

دیہات میں پھیل کر اس احمق جماعت کو گرفتار کرے۔ ثبل گاؤں گاؤں پھرا، بے شمار قرامطی گرفتار ہوئے، اور ان کی گردنیں مار دی گئیں۔

سامانی

عمرو بن لیث کی تباہی کے بعد، اسمٰعیل بن احمد نے زور پکڑا، اب وہ ماوراالنہر ہی نہیں خراسان کا بھی والی تھا، معتضد نے اس کی قوت اور اقتدار کو بڑھتے دیکھا تو اسے جواہرات سے منڈھا ہوا ایک تاج ایک زرہ اور ایک تلوار روانہ کی۔ نیز ایک کروڑ درہم بھی بھیجے اور یہ گویا الٹی گنگا تھی جو بغداد سے خراسان کی طرف بہی، ورنہ خود معتضد کے زمانہ ہی میں دستور یہ تھا، کہ جو نیا والی، زور پکڑتا، وہ خلیفہ وقت کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے اسے تحائف بھیجتا جیسے مصر کے والی اور عمرو بن لیث ہر سال بھیجا کرتے، گو مورخین نے اس الٹی گنگا کے بہاؤ کا سبب واضح الفاظ میں بیان نہیں کیا، لیکن اندازہ ہوتا ہے، کہ آخر وقت میں معتضد کے اعضا کمزور ہو گئے تھے۔ اور وہ اس سامانی سردار سے لڑنے سے جی چرا رہا تھا۔

اور یہ سامانی حقیقتاً بہت زور پکڑ گیا تھا۔ اس کے ساتھی نڈر اور ہمت والے تھے عمرو لیثی کو انہوں نے جو شکست دی تھی۔ وہ ان کا بڑا کارنامہ تھا۔ اور ایسا ہی کارنامہ انہوں نے ان ہی دنوں اور انجام دیا۔

عمرو بن لیث قید ہوا، تو طبرستان کے سردار محمد بن زید علوی کو شوخی سوجھی، وہ مارا مار کرتا خراسان آیا۔ اسماعیل سامانی اس کا احترام کرتا

تھا - اس نے اس کے اس سفر سے آگاہ ہو کر اس سے درخواست بھی کی -

"ملک میں نے جیتا ہے اور اس پر میرا حق ہے، آپ تکلیف نہ فرمائیے - مگر حضرت علوی نہیں مانے، آئے، اور خراسان کی سرحد کو عبور کرنے لگے - اسماعیل نے محمد بن ہارون اور حضرت علوی میں باب جرجان پر بڑی سخت لڑائی ہوئی، پہلے محمد بن ہارون اور حضرت علوی میں باب جرجان پر بڑی سخت لڑائی ہوئی، پہلے محمد بن ہارون نے شکست کھائی - مگر پھر یہ شکست فتح میں بدل گئی، علوی ہارے اور سخت زخمی ہوئے - اور ان ہی زخموں سے چند دن کے بعد چل بسے - ان کے صاحبزادے اور کئی ساتھی گرفتار ہوئے، اور فاتح فوج ان کے مستقر طبرستان کی طرف یلغار کرنے لگی -

عمرو کے پوتے

عمرو بن لیث کے قتل کے بعد گو اس کی جماعت کا زور ٹوٹ گیا تھا - مگر ایک گروہ ایسا تھا، جو اندر ہی اندر اپنی بگڑی ہوئی حالت درست کرنے کی جدوجہد کر رہا تھا، اس گروہ کے سردار عمرو کے پوتے طاہر تھے - انہوں نے جب اپنی حالت درست کر لی تو یہ فارس پر حملہ آور ہوئے - اور فارس پر قبضہ کر کے معتضد کے حکام کو وہاں سے نکال دیا - معتضد کو اطلاع ملی تو اس نے اپنے خادم بدر کو فارس بھیجا - طاہر کی جگہ اسے فارس کی ولایت دی - بدر فارس آیا تو اس نے فارس پر قبضہ کر لیا، طاہر کی تالیف قلب کے لئے معتضد نے اسے

سجستان کی گورنری پیش کی۔ طاہر نے اسے ہی غنیمت سمجھا اور گورنری کا پروانہ پاکر سجستان چلا گیا۔

معتضد کی موت

معتضد نے ۲۷۹ھ ہجری میں ربیع الآخر دوشنبہ کی رات کو انتقال کیا۔ محمد بن عبداللہ بن طاہر کے ہاں دفن ہوا۔

معتضد بڑا جری، بڑا حوصلہ والا، اور مدبر قسم کا بادشاہ تھا۔ اس میں بہت سی خوبیاں تھیں اور اپنی انہی خوبیوں کی وجہ سے اس نے خلافت کی گرتی ہوئی دیواروں کو سہارہ دیا۔ اور اگر وہ کچھ دن اور زندہ رہتا۔ تو شاید خلافت کا محل گرنے سے بچ جاتا۔

زوال پھر شروع ہوا

مکتفی باللہ

جس وقت معتضد کا انتقال ہوا، اس وقت معتضد کا بیٹا مکتفی رقہ میں تھا معتضد کے وزیر اعظم قاسم بن عبیداللہ نے مکتفی کے لئے بیعت لی اور پھر ایک تیز رفتار قاصد موت کا پیغام دے کر رقہ بھیجا۔ مکتفی نے باپ کی موت کی خبر سنی تو بری طرح رویا اور روتے روتے بغداد آیا۔ باپ

کی قبر پر گیا - فاتحہ پڑھی اور پھر دربار کیا -

گو معتضد باللہ کی زندگی ہی میں قاسم بن عبید اللہ کو بہت اقتدار حاصل تھا - لیکن چونکہ معتضد قوی آدمی تھا - کمزور نہ تھا اس لئے قاسم کو زیادہ پاؤں پھیلانے کی ہمت نہ ہوئی - مگر مکتفی بہت بودہ اور بہت کمزور تھا - قاسم نے اس پر بہت جلد قابو پالیا ، اور من مانی کارروائیاں کرنے لگا ، قاسم کے اقتدار کا سب سے پہلا شکار بدر ہوا ، بدر معتضد کا بہت محبوب خادم اور شاہی سپاہ کا بڑا کماندار تھا - صرف یہی شخص ایسا تھا ، جس نے اقتدار پانے کے باوجود معتضد سے منہ نہ موڑا تھا - اور معتضد کے آخری دنوں میں جب قاسم نے یہ سازش کی کہ معتضد کے بچوں کو خلافت سے محروم کر دے اسی بدر نے اس کی مخالفت کی ، اس کی یہی وفا اس کی بربادی کا سبب بنی - اور قاسم نے احمق مکتفی کو اس بدر کے خلاف خوب اکسایا - اور اسے حکم بھجوایا کہ رے یا جبال میں سے جس صوبہ کی ولایت چاہے منظور کر لے - بدر کو یہ حکم پہنچا تو وفا کا یہ پتلا یہ سمجھا کہ قاسم نے اسے باب خلافت سے دور کر کے مکتفی کو ہلاک کرنے کی کوئی نئی سازش شروع کر رکھی ہے - اس لئے اس حکم کے جواب میں اس نے عریضہ بھیجا -

مجھے حکومت نہیں چاہیئے ، صرف اپنے آقا کی خدمت منظور ہے
اور میں نہیں چاہتا کہ میں اپنے آقا سے دور رہوں -

احمق مکتفی کچھ جانتا نہ تھا یہ عریضہ آیا تو قاسم نے بدر کے خلاف مکتفی کے خوب کان بھرے اور ڈرا دیا کہ بدر بغاوت پر مائل ہے ، اب ایک اور چال چلی گئی ، بدر کے ساتھیوں کو خفیہ خطوط لکھے گئے - انہیں

روپیہ بھیجا گیا، اور وعدے وعید کئے گئے۔ اور کہا گیا بدر سے الگ ہو جاؤ۔ بدر کے بہت سے ساتھی یہ خطوط پاکر بدر سے الگ ہو گئے، مگر بدر کی ہمت نہ ٹوٹی، اور وہ ہولے ہولے چلتا واسط کی طرف بڑھا رستہ ہی میں اسے خبر ملی کہ قاسم کے حکم سے ایک فوج نے واسط پہنچ کر اس کے مکان پر قبضہ کر لیا ہے اور اس کے بیٹوں غلاموں اور عزیزوں کو قید کر لیا ہے۔ بدر کو اس خبر سے پریشانی تو بہت ہوئی، مگر وہ آگے بڑھتا رہا یہاں تک کہ واسط کے قریب پہنچ گیا۔ واسط کے باہر چھاؤنی ڈالی یہیں ابو حازم قاضی، قاسم کی طرف سے اس کے لئے امان نامہ لے کر گیا، ابو حازم نے بدر کے پاس پہنچکر خوب باتیں بنائیں، اور اس کے دل میں جو شبہات پیدا ہو گئے تھے دور کر دیئے۔ ادھر شبہات دور کئے جا رہے تھے ادھر قاسم مکتفی کو اس کی فوج کے ساتھ لے کر بغداد سے باہر کے خیموں میں آن اترا۔ اور ان لوگوں کو قید کر دیا جن پر بدر سے تعاون کا شبہ ہو سکتا تھا۔

ایک نیا امان نامہ، ایک نئے نامہ بر ابو عمر محمد بن یوسف کے ذریعہ بدر کو بھیجا گیا۔ اس ابو عمر نے بھی بدر کے پاس پہنچکر خوب باتیں بنائیں۔ اسے قاسم اور مکتفی کی دوستی کا یقین دلایا۔ بدر اپنی ایک تباکن کشتی میں سوار ہوا یہ کشتی دجلہ کی سطح پر ہولے ہولے بہنے لگی۔ دجلہ کے دونوں کناروں پر بدر کی ساری سپاہ سوار چلی آ رہی تھی۔ اسی شان سے بدر نعمانیہ پہنچا۔ یہاں خلافت کی طرف سے ایک اور آدمی اس کی خدمت میں بھیجا گیا۔ اس نے بھی اس سے بہت اچھی اچھی باتیں کیں۔ مگر در پردہ یہ شخص بدر کی نگہبانی اور جاسوسی پر مامور ہوا تھا، اور قاسم نے اسے ہدایت کر دی تھی

کہ بدر کو فوج سے الگ کر کے کسی ایسے مقام تک لے جائے جہاں بدر کی فوج کے حملہ آور ہونے کا خطرہ نہ ہو۔ اس جاسوس نے ایسا ہی کیا، اور قاسم کو اطلاع دے دی، ادھر قاسم کو اطلاع ہوئی، ادھر اس نے مکتفی کے ایک غلام لولوٴ کو بھاپ سے چلنے والی ایک تیز رفتار کشتی دی اور حکم دیا بدر کے پاس پہنچکر اسے فریب سے گرفتار کر کے قتل کر دے لولوٴ بجلی کی سی تیزی سے بدر کی طرف چلا اور اعظر بد کے قریب بدر کے پاس آن پہنچا۔ اس سے خوب باتیں بنائیں، مکتفی کی محبت اور مروت کا یقین دلایا اور اپنے ساتھ سوار ہونے کی درخواست کی۔ بدر مان گیا لولوٴ نے اسے اپنی کشتی میں بٹھالیا اسے جزیرہ صافیہ میں لے آیا۔ اور قتل کر دیا۔

طبری کا بیان ہے کہ قتل ہونے سے پہلے بدر نے دو رکعت نماز پڑھنے کی درخواست کی لولوٴ نے اسے اس کی اجازت دے دی۔

اس دن رمضان کی چھٹی تاریخ تھی بدر دین دار ہونے کے سبب روزے سے تھا، روزہ ہی کے عالم میں قتل کیا گیا۔ اور سر کاٹ کر مکتفی کے پاس بھیج دیا گیا۔ مکتفی بہت خوش ہوا، احمق سمجھا، کہ ایک بڑے دشمن پر فتح پائی۔ نہیں جانتا تھا، اپنے خاندان کے ایک سب سے بڑے دوست سے محروم ہو گیا ہے۔ اور اس طرح اپنے اور اپنی اولاد کے رستے میں کانٹے بوئے ہیں۔

قرامطہ نے پھر زور پکڑا

چنانچہ نبی بننے والے نبی کا ایک دوست زکرویہ بن ہرویہ بھی تھا۔ جس

زمانہ میں معتضد نے کوفے کے دیہات میں رہنے والے قرمطیوں پر سختی کی۔ زکرویہ بن مہرویہ قبیلہ کلب پہنچا۔ پرلے درجہ کا مکار آدمی تھا۔ وہاں کے لوگوں پر ظاہر کیا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہے۔ کچھ لوگ اسکے کہنے میں آگئے۔ تو اس نے اپنے بیٹے یحییٰ کو اسماوہ کے علاقے میں بھیجا اور اس نے بھی یہی ظاہر کیا کہ وہ علوی ہے۔ لوگوں نے اسے مان لیا اور شیخ کا خطاب دے کر اس کی بیعت کر لی۔ اور یہ فتنہ اس قدر پھیلا۔ کہ دمشق تک جا پہنچا۔ یہ قرمطی بلا کے شاہسوار تھے۔ انہوں نے اصافہ کے حاکم کو شکست دی۔ پھر طغج بن جف کو ہرایا اور دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ مصر کے بادشاہ ہارون ابن خمارویہ نے اپنے غلام بدر الکبیر کو ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ بدر الکبیر نے دمشق پہنچ کر یحییٰ بن زکرویہ کو شکست دی۔ یحییٰ مارا گیا۔ اس کے کئی اور ساتھی بھی کام آئے اور باقی بھاگ نکلے۔ انہوں نے پھر قوت پکڑ لی۔ اور زکرویہ کے دوسرے بیٹے حسین نے اپنا نام احمد بن عبد اللہ رکھا۔ بگڑی ہوئی بات بنا لی۔ اور نہ صرف دمشق کو فتح کیا۔ بلکہ حمص، حماۃ، معرۃ النعمان، بعلبک، سلمیہ اور اس کے آس پاس کے علاقوں پر قابض ہو گیا۔ وہ جہاں پہنچا۔ قتل عام کیا۔ عورتوں کو زبردستی پکڑ کر فوجیوں میں بانٹ دیا اور شہروں میں آگ لگا دی ان شہروں میں جتنی بنو ہاشمی عورتیں تھیں وہ بھی ان کے قبضہ میں آ گئیں۔

طبری نے ایک نوجوان لڑکی کا قصہ بیان کیا ہے، جو بنو ہاشم میں سے تھی اور جسے یہ قرمطی پکڑ لائے تھے۔ طبری کا بیان ہے کہ پہلے یہ لڑکی حسین بن زکرویہ کے پاس رہی۔ اور جب وہ اس سے تنگ آگیا تو اس نے

اسے مروا ڈالنے کے لئے سپاہیوں کے سپرد کر دیا۔ مگر لڑکی حد سے زیادہ خوبصورت تھی۔ اس لئے حسین کے ایک سردار نے اسے پسند کر لیا اور حسین سے اسے مانگ لیا، مگر جیسے ہی وہ لڑکی اس کے پاس آئی۔ تین اور نذر سپاہی اس کے طالب ہوتے، ان میں جھگڑا ہونے کو تھا کہ حسین نے ان میں مصالحت کرا دی اور حکم دیا چاروں آدمی اس سے فائدہ اٹھائیں اور جب اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو یہ چاروں اس بچے کے باپ مانے گئے۔

مگر اپنی اس وحشت کے باوجود قرمطی ہر جگہ کامیاب ہو رہے تھے اور شام کا قریب قریب سارا علاقہ ان کے تسلط میں آ چکا تھا۔

قرمطیوں کے اس طوفان کی خبریں برابر بغداد پہنچ رہی تھیں، مکتفی نے منادی کرا دی کہ ہم خود اس فتنہ کو دبانے کے لئے روانہ ہوں گے، جو ہمارے ساتھ جائے گا انعام پائے گا۔

جب وہ بغداد سے چلا ہے تو ساتھ جانے والے ایک لاکھ کے قریب تھے۔ وہ انہیں لے کر رقہ آیا۔ اور محمد بن سلیمان کی فوج کا سپہ سالار بنا کر آگے روانہ کیا۔ شاہی فوج جس وقت حماۃ سے بارہ میل کے فاصلے پر تھی، تو قرمطی راہ روکنے کے لئے آئے۔ مگر بری طرح مار کھائی، ہزاروں میدان میں کھیت رہے۔ جو بچے وہ قید ہوئے۔ اور باقی نے جنگلوں میں بھاگ کر جان بچائی حسین اور اس کے چچیرے بھائی بھی بھاگے، مگر پکڑے گئے۔ اور رقہ میں مکتفی کے پاس پہنچا دیئے گئے۔ مکتفی نے رقہ میں پہلے ان تینوں بھائیوں کی نمائش کی اور پھر انہیں ساتھ لے کر بغداد کی طرف چلا، بغداد میں داخلہ کے وقت ان کی خوب نمائش کی۔ پھر ایک

عام جگہ پر دس گز اونچا اور بیس گز لمبا چبوترہ بنوا کر ان سب کو وہاں سارے بغداد کے سامنے سولیاں دیں۔ اور کنوئیں کھدوا کر ان کی نعشیں ان میں پھنکوا دیں اور پھر انہیں بھر دیا۔

زکرویہ ابھی زندہ تھا، اور چھپ چھپ کر اپنے مذہب کی تبلیغ کر رہا تھا۔ بہت سے لٹیرے اوباش اور وحشی جنگلی قبیلے اس کے ساتھ مل گئے۔ وہ کوفہ آیا، وہاں لڑائی ہوئی مگر ناکام ہو کر اس رستہ میں کہیں چھپ گیا۔ جہاں سے خراسانی اور مصری حاجیوں کے قافلے مکہ جا رہے تھے۔ اس نے پہلے خراسانی قافلے پر حملہ کیا اسے لوٹا۔ آدمیوں کو ذبح کیا، اور عورتوں کو ساتھ لے گئے، پھر مصری قافلہ پر حملہ کیا۔ اسے بھی لوٹا، آدمیوں کو قتل کیا اور عورتیں چھین لیں۔ اس لوٹ میں بیس لاکھ دینار، ان کے ہاتھ لگے۔ طبری کا بیان ہے کہ اس قافلے میں بیس ہزار آدمی تھے۔ ان میں سے اکثر قتل ہوئے۔ اور جو بچے انہیں غلام بنا لیا گیا زکرویہ نے اس قدر بربریت اور سفاکی برتی کہ بچوں تک کو ذبح کر دیا۔

اس لوٹ اور بربریت کی خبریں دربار خلافت میں پہنچیں۔ تو مکتفی کو بہت رنج پہنچا اور اس نے وصیف بن حوارتکین کو ایک بڑی فوج دے کر زکرویہ کے استیصال کو روانہ کیا۔ یہ قادسیہ ہوتا ہوا خفان کو آیا۔ رستہ میں اس میں اور زکرویہ میں لڑائی ہوئی، پہلے دن دونوں فریق جم کر لڑے۔ لیکن دوسرے دن مسلمانوں نے زکرویہ کو شکست دی، اس کے خیمہ تک پہنچ گئے۔ اور اسے قتل کر دیا، اس کی بیوی اور اس کا ایک بیٹا اور سیکرٹری گرفتار ہوا۔

ادھر یمن میں اس کے جس مبلغ نے فتنہ برپا کیا تھا، اسے یمنیوں

نے شکست دی اور اس طرح قرامطہ کی جماعت ہر طرف مغلوب ہو گئی اور ملک اس تباہی سے بچ گیا جو اس فاسق جماعت کی وجہ سے سواد اور یمن میں پھیل نکلی تھی۔

طبری کا بیان ہے کہ اس جماعت کے باعث بہت دنوں تک کوفے سے لے کر دمشق تک سخت بدامنی رہی۔ لاکھوں بے گناہ مارے گئے، ہزاروں عورتیں اغوا کر لی گئیں، اور لاکھوں بچے یتیم ہوئے کئی شہروں پر تباہی آئی، اور اینٹ سے اینٹ بج گئی۔

مکتفی کی روئداد عمل بس اتنی ہے کہ اس کے زمانہ میں اس فرقہ نے دوبارہ عروج پایا، اور ختم بھی ہوا۔ وہ بیچارہ اس فتنہ کے فرو ہونے کے بعد زیادہ دن نہیں جیا۔ بائیس ذی قعدہ ۲۹۵ھ ہجری میں اس دنیا سے چل بسا۔ اور اس کے بعد اس کا تیرہ برس کا بیٹا جعفر مقتدر باللہ کے نام سے تخت نشین ہوا۔

چوتھا حصہ ختم ہوا

رشید اختر ندوی